کاملانِ تھانیسر

(تھانیسر کے شعراء، ادباء، مشایخ، مجاہدینِ آزادی اور علماء کا مستند تذکرہ و تاریخ)

ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی القاسمی

مرکز ادب و تحقیق اسلامی، علی گڑھ

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

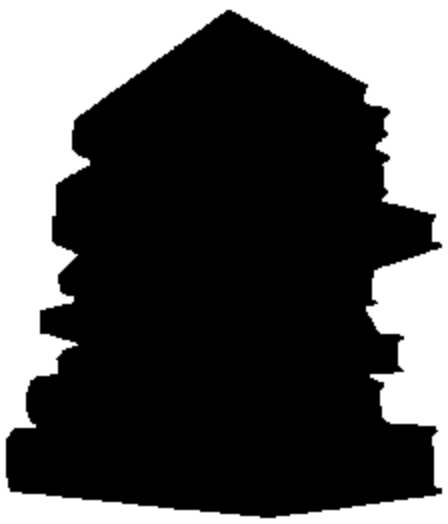

Marfat.com

Marfat.com

کاملانِ تھانیسر

(تھانیسر کے شعراء ادباء، مشائخ، مجاہدینِ آزادی اور علماء کا مستند تذکرہ و تاریخ)

ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی

ناشر

مرکز ادب و تحقیق اسلامی، علی گڑھ۔ (یو، پی)

Marfat.com

© جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ!

129579

KAMILAN-E-THANAISAR

by

Dr. Mohd. Amirus-samdani

Year of 1st Edition 2003

Price Rs. 150/-

نام کتاب	کاملانِ تھانیسر
مصنف	ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی
سنِ اشاعت اوّل	۲۰۰۳ء
تعداد	پانچ سو
قیمت	۱۵۰ روپے
مطبع	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

☆ مرکز ادب و تحقیق اسلامی، علی گڑھ

☆ ایجوکیشنل بک ہاؤس، اے، ایم، یو مارکیٹ، علی گڑھ۔

☆ مکتبۂ ملت، نزد مسجد قاضی، دیوبند۔

Published by

CENTRE FOR ISLAMIC RESEARCH & LITERATURE
MASJID SARAYA. CHOWK SARAI RAHMAN
G.T. ROAD. ALIGARH -202010 (U.P)

Marfat.com

انتساب

جناب الحاج عبدالوہاب خاں سلیم کے نام

تیرے خلوصِ مسلسل کی نذر کرتا ہوں
یہ چند ورق جنہیں حرف ناسزا کہیے

☆☆

Marfat.com

Marfat.com

فہرست عناوین

☆۔	حدیثِ دل	xiii
☆-	تقریظ	xiv
☆۔	پیش آہنگ	xvii
۱۔	مختصر تاریخ تھانیسر	۰۱
۲۔	کورو پانڈوں کے حالات	۰۱
۳۔	مہابھارت	۰۸
۴۔	عہد اسلام	۰۹
۵۔	تھانیسر سے متعلق البیرونی کا اندراج	۰۹
۶۔	محمود غزنوی	۰۹
۷۔	تھانیسر کا انخلاء	۱۲
۸۔	محمود کی علمی حیثیت	۱۳
۹۔	سلطان محمد	۱۴
۱۰۔	سلطان مسعود	۱۴
۱۱۔	امیر مودود و مجدود کا عہد	۱۵

Marfat.com

۱۲۔	مودود	۱۷
۱۳۔	سلطان ابراہیم	۱۸
۱۴۔	طفاتگین والی پنجاب	۱۸
۱۵۔	محمد باحلیم	۱۸
۱۶۔	تھانیسر پر دوبارہ قبضہ	۲۰
۱۷۔	عظمت رفتہ	۲۲
۱۸۔	مدارس	۲۳
۱۹۔	مدرسہ وخانقاہ شیخ جلال الدین تھانیسری	۲۳
۲۰۔	مدرسہ مولانا نسبتی	۲۴
۲۱۔	مدرسہ وخانقاہ شیخ چلی	۲۴
۲۲۔	مفسرین وقراء	۲۶
۲۳۔	شیخ محمد بن احمد تھانیسری (کمال الدین زاہد)	۲۶
۲۴۔	بحر العلوم حافظ غلام مصطفیٰ	۳۱
۲۵۔	فقہاء وقضات	۳۴
۲۶۔	شیخ محمد بن قاضی عبد المقتدر تھانیسری	۳۴
۲۷۔	قاضی محمود تھانیسری	۳۶
۲۸۔	قاضی محمد تھانیسری	۳۶
۲۹۔	مفتی ابوالفتح	۳۷
۳۰۔	شیخ جلال الدین تھانیسری	۳۷
۳۱۔	مشائخ وصوفیاء	۴۲
۳۲۔	مولانا نجم الدین محبوب شکر خائی	۴۲
۳۳۔	شیخ نظام الدین تھانیسری	۴۳
۳۴۔	شیخ ناصر الدین تھانیسری	۵۰

Marfat.com

۳۵۔	اہلیۂ شیخ مجدد	۵۱
۳۶۔	شیخ فرید	۵۳
۳۷۔	شیخ عبدالجلیل	۵۴
۳۸۔	شیخ مصطفیٰ شریحی	۵۷
۳۹۔	ضیاءالدین حسین	۵۹
۴۰۔	مولوی مراداللہ	۶۲
۴۱۔	شیخ عبدالرحمٰن	۶۳
۴۲۔	میراں شاہ نانو	۶۴
۴۳۔	مولوی قلندر بخش تھانیسری	۶۵
۴۴۔	مولوی نور محمد قادری تھانیسری	۶۶
۴۵۔	شیخ حفیظ الدین	۶۶
۴۶۔	شیخ عنایت اللہ	۶۶
۴۷۔	شیخ محمد صالح	۶۶
۴۸۔	شیخ صدیق	۶۷
۴۹۔	حکماء	۶۸
۵۰۔	حکیم پیر بخش	۶۸
۵۱۔	حکیم حسن بخش	۶۹
۵۲۔	کروڑیان وعمائد	۷۰
۵۳۔	شمس شہاب عفیف	۷۰
۵۴۔	شمس شباب عفیف	۷۰
۵۵۔	شیخ احمد تھانیسری	۷۱
۵۶۔	شیخ زکریا	۷۲
۵۷۔	شیخ عبدالقادر	۷۴

Marfat.com

۵۸۔	علمائے سنسکرت تاریخ وموسیقی	۷۶
۵۹۔	عبدالعزیز شمس تھانیسری (شمس سراج عفیف) (مؤلف تاریخ فیروز شاہی)	۷۶
۶۰۔	حاجی سلطان تھانیسری	۷۷
۶۱۔	معاصرین	۷۹
۶۲۔	عربی شعراء	۸۲
۶۳۔	قاضی عبدالمقتدر تھانیسری دہلوی	۸۲
۶۴۔	شیخ احمد تھانیسری	۸۷
۶۵۔	مجاہدین آزادی	۹۱
۶۶۔	کوتوال شرف الحق عاجز	۹۱
۶۷۔	حمیدالدین تھانیسری	۹۳
۶۸۔	میاں حسینی	۹۳
۶۹۔	مولانا جعفر تھانیسری	۹۵
۷۰۔	تعلیم	۹۶
۷۱۔	ذریعۂ معاش	۹۶
۷۲۔	تحریک مجاہدین سے تعلق	۹۷
۷۳۔	گرفتاری	۹۸
۷۴۔	مصائب	۹۹
۷۵۔	جزیرہ انڈومان میں	۱۰۲
۷۶۔	انگریزی کی قابلیت	۱۰۳
۷۷۔	والدہ کی وفات	۱۰۴
۷۸۔	رہائی	۱۰۴
۷۹۔	وطن میں	۱۰۵
۸۰۔	پرتپاک استقبال	۱۰۶

Marfat.com

۸۱۔	آبائی مکان کی آخری زیارت	۱۰۶
۸۲۔	رہائی کے بعد	۱۰۷
۸۳۔	تصانیف	۱۰۷
۸۴۔	ترجمہ آئین پورٹ بلیر	۱۰۸
۸۵۔	سوانح	۱۰۹
۸۶۔	تائید آسمانی	۱۰۹
۸۷۔	کالا پانی	۱۰۹
۸۸۔	برکات اسلام	۱۱۰
۸۹۔	فارسی شعراء	۱۱۱
۹۰۔	نسبتی	۱۱۱
۹۱۔	لالہ حکیم چندرت	۱۱۶
۹۲۔	شیخ عبدالواحد	۱۱۷
۹۳۔	وحشت	۱۱۸
۹۴۔	صہبائی	۱۱۸
۹۵۔	رحمت	۱۲۹
۹۶۔	شعرائے اردو	۱۳۲
۹۷۔	امام بخش تھانیسری	۱۳۲
۹۸۔	عبدالحکیم بسمل	۱۶۱
۹۹۔	رحیم بخش طرب	۱۶۶
۱۰۰۔	عبدالرضاء	۱۶۹
۱۰۱۔	مولوی محمدی بسمل	۱۷۰
۱۰۲۔	امام بخش زار	۱۷۹
۱۰۳۔	جمیل الدین جمیل	۱۸۱

Marfat.com

۱۰۴۔	عبدالکریم سوز	۱۸۳
۱۰۵۔	محمد یعقوب نسیم	۱۹۳
۱۰۶۔	غلام احمد نکہت	۱۹۴
۱۰۷۔	عبدالعزیز عزیز	۱۹۵
۱۰۸۔	اکرام الدین رند	۱۹۸
۱۰۹۔	رحمت علی رحمت	۲۰۰
۱۱۰۔	کتابیات	۲۰۱

☆☆☆

Marfat.com

حدیث دل

تھانیسر عظمیٰ کی مقدس سی یہ تصویر
باقی رہے مثل مہ تاب طربناک
پھر دل نے کہا رولے ذرا دیر ادہر بھی
اب تیری ہی میراث ہیں یہ مٹتے نشانات
اے دوست ذرا ایک نظر بارے ادہر اور
اجداد کے ہیں تیرے یہ بوسیدہ سے کھنڈرات
یہ شہر ! کہ پوشیدہ ہیں اسکی فضا میں
سیارے کہ ثابت ہیں درخشندۂ افلاک
آجائے گا اک روز زمانے کو تزلزل
ہو جائے گا یہ قصر بھی بس تو دۂ خاشاک

Marfat.com

Marfat.com

تقریظ

قرونِ وسطیٰ کے ہندوستان میں تھانیسر گنگا جمنی تہذیب کا مرکز اور شوکت وسطوت اسلامی کا نشان رہا ہے۔ یہاں علم وفن کے وہ آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جن کی تابانی و ضوفشانی سے پورا برصغیر منور تھا۔

لیکن تقسیمِ ہند کے ساتھ ہی یہاں کی تہذیب وتمدن میں تبدیلی آ گئی وہ فضا جو کبھی بازگشت توحید سے معمور رہتی تھی اب یکسر خالی ہوگئی، اسلام واسلامیت کے آثار ونقوش اس اجڑے دیار میں کچھ ایسے مٹے کے مٹتے ہی چلے گئے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

اسلاف کی بعض یادگاریں مدارس، مساجد اور خانقاہوں کی شکل میں کس مپرسی روزگار کی شکایت کرتی یہاں اب بھی نظر آجاتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب تھانیسر عظمیٰ کی ان نابغۂ روزگار شخصیات کے تذکرہ وسوانح پر مشتمل ہے جن کے دم قدم سے متحدہ ہندوستان کی آبرو تھی اس میں آپ تاریخ تھانیسر کے ساتھ ساتھ فقہ وقضا، شعروادب، تذکرہ وتاریخ، موسیقی ونجوم، عربی، فارسی اور اردو۔ کے ان ارباب کمال کا تعارف بھی پڑھیں گے جو اپنی مثال آپ تھے نیز شریعت وطریقت کے وہ معصوم ستارے بھی یہاں جگمگاتے نظر آئیں گے جن کے کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے تھے، تحریک سید احمد شہیدؒ کے ان مجاہدین کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے جو بالآخر آزادیٔ ہند کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ امید ہے کہ طلباء اساتذہ اور محققین کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

نسیم احمد

(وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔)

Marfat.com

Marfat.com

پیش آہنگ

ایک وقت تھا جب متحدہ ہندوستان کے مردم خیز قصبات، دیہات اور شہر اپنی ضیاپاشی سے عالم کو منور کر رہے تھے بالخصوص مشرقی پنجاب کی بستیاں جو تقسیمِ ہند سے سب سے زیادہ متاثر ہوئیں، ۱۹۴۷ء کے بعد یہاں کی تو دنیا ہی بدل گئی۔ وہی قصبات جو کبھی علوم اسلامی کے مخزن تھے، وہاں کی فضاؤں میں اذان کی آواز گونجتی تھی اب وہی تھانیسر، بٹالہ، سرہند، سنام، سامانہ، ہانسی، مہم، دوجانہ، انبالہ، امرتسر، پانی بت، مرحوم ہو چکے۔ اقبالؔ کے الفاظ میں اب وہ تہذیب حجازی کے مزار ہیں، یوں تو اب بھی وہاں شارع عام کے کسی پر ہجوم چوراہے پر اونچے اونچے مینارے زبان حال سے اپنی زبوں حالی کا مرثیہ کہتے نظر آجاتے ہیں تاہم ؎

خزاں رسید و گلستاں بآں جمال نماند　　سماع بلبل شوریدہ رفت و حال نماند

نشان لالۂ ایں باغ از کہ می پرسی　　برو کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

اس اجڑے دیار سے میرا بہت قدیمی تعلق رہا ہے تشکیل ہریانہ سے پہلے یہ مشرقی پنجاب کا حصہ تھا میرا وطنی تعلق بھی اسی ہریانہ (سابق مشرقی پنجاب) سے ہے۔

شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے جب میرے مقالہ ڈاکٹریٹ کا عنوان ''مشرقی پنجاب کا عربی زبان و ادب میں حصہ'' طے کیا تو اس تعلق میں مزید اضافہ

Marfat.com

ہوگیا اور پنجاب کی ہر شے اپنی معلوم ہونے لگی، اس موضوع پر میں سب کچھ جمع کر چکا تھا کہ حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم (بانی وناظم جامعۃ الامام الشاہ ولی اللہؒ پھلت) نے مشورہ دیا کہ مشرقی پنجاب کا دورہ کرنا چاہئے انہوں نے اپنی طرف سے بطور رہبر حافظ شہاب الدین صاحب کو میرے ساتھ کر دیا اور رہبر وراہی کے مصارف بھی حسبِ عادت آپ ہی نے برداشت کئے فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

پھر ہم نے تھانیسر، پانی پت، سونی پت اور سرہند کے اسلامی آثار اور ان کی زبوں حالی کا معائنہ کیا تو دل خون کے آنسو روتا تھا دوران سفر کبھی شریف الرندیؒ کا مرثیۂ اندلس زبان پر آتا اور خاص طور پر یہ شعر:

تبکی الحنیفیة البیضاء من اسف　　کمابکی لفراق الالف هیمان

اور کبھی یہ شعر:

تلک آثارنا تدل علینا　　فانظروا بعدنا الی الآثار

اور بارہا ہم نے اقبال کا یہ شعر گنگنایا

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خونابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار

الغرض کاملان تھانیسر کی ترتیب میں اس سفر نے مہمیز کا کام دیا جو حضرت مولانا مدظلہ العالی کے مشورے سے اب سے کئی برس قبل کیا تھا۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے محسن جناب الحاج عبدالوہاب خاں سلیم مدظلہ العالی کا ذکر نہ کروں جن کے اوصاف حمیدہ وعنایات خاصہ کا مختصر طور پر ذکر کرنے کے لئے بھی ایک قصیدہ کہنے کو جی چاہتا ہے لیکن ان کی بے نفسی کا خیال کرتے ہوئے بالآخر میں یہی کہتا ہوں کہ تند وتیز حالات میں ان کی رہبری سے جتنا میں محظوظ ہوا ہوں اس کو اختصار سے بیان کرنے کے لئے بھی میرے پاس الفاظ نہیں، صدیق مکرم جناب عدنان خلیل صاحب کا اصرار ہے کہ میرا ذکر اظہار تشکر کے لیے نہ کیا جائے، میں نے کہا آپ کا حکم سر آنکھوں پر!

Marfat.com

لیکن مجھے اپنی کتاب مکمل کرنی ہے جو میرے خیال میں ان ناموں کے بغیر نامکمل رہے گی:
جناب الحاج عبدالوہاب خاں سلیمؔ اور عدنان خلیلؔ!

فیضؔ سے معذرت کرتے ہوئے ان کے شعر میں ذرا سی ترمیم کے ساتھ یوں کہہ دیا جائے تو کچھ شرارے ضرور اس پر خلوص، آتش انسانیت کی غمازی کریں گے جسے یہ ہم نفسان بے نفس اپنے سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں جسے اگر آتش پرست دیکھ لے تو پرتو یزداں سمجھے اور برہمن کی نگاہ پڑ جائے تو صنم خانے کی زینت بنا کر عقیدت سے اس کے سامنے جبین نیاز خم کر دے اور سادہ لوح قدر شناس عقیدت کے پھول نچھاور کرے الغرض ؎

انہیں کے دم سے ہے کوئے جنوں میں اب بھی خجل　　عبائے شیخ وقبائے امیر وتاج شہی
انہیں سے سنت منصور وقیس زندہ ہے　　انہیں سے باقی ہے گل دامنی وکج کلہی

۸ رمئی ۲۰۰۳ء

محمد عامر الصمدانی
(علی گڑھ)

☆☆

Marfat.com

Marfat.com

۱

مختصر تاریخ تھانیسر

تھانیسر، عہد قدیم:

تھانیسر ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ ہندوؤں کی کئی مذہبی و مقدس کتابیں اسی شہر میں لکھی گئیں۔ مہا بھارت کے ہیرو کورو و پانڈوں کا یہ شہر اپنے تئیں صد ہا اسلامی یادگاریں بھی رکھتا ہے۔ یہاں علماء و صلحاء اور فارسی و عربی شعرا کا جنم ہوا۔ موجودہ ہندوستان کی قدیم ترین عربی تفسیر قرآن مجید یہیں لکھی گئی، اس طرح یہ گنگا جمنی تہذیب کا مرکز تھا۔ یہاں نامور مجاہدین، مشائخ، فقہا، مورخ اور قضات پیدا ہوئے۔ ہندوستانی اساطیر کے کئی اہم واقعات یہیں سے وابستہ ہیں

کوروا اور پانڈوؤں کے حالات:

اساطیر ھند کے مطابق ☆ دواپر یگ کے نصف آخر میں ہستنا پور

☆ ھندوؤں کے عقیدے کے مطابق اس جہان رنگ و بو کے چار ادوار ہیں:
۱۔ست یگ، ۲۔ترتیا یگ، ۳۔دواپر یگ، ۴۔کل یگ

کل یگ: کے خاتمہ پر دوبارہ سے ست یگ شروع ہو جاتا ہے۔ (۱) ست یگ کی مقدار سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال ہے اس میں انسانوں کا چال چلن درست رہیگا۔ (۲) ترتیہ یگ کی مدت ۱۲ لاکھ چھیانوے ہزار سال ہے۔ اس میں کل آبادی کا تین چوتھائی حصہ صالح اور منشائے خداوندی کا تابع ہوگا اور انسان کی طبعی عمر دس ہزار سال ہوگی۔ (۳) دواپر یگ کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال ہوتی ہے۔ اس میں نصف حصہ آبادی کردار و گفتار کے لحاظ سے صالح ہوتا ہے۔ اور طبعی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ (۴) کل یگ کی کل مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ اس میں انسانی آبادی کے تین حصے گمراہ اور ایک حصہ صالح ہوتا ہے اور طبعی عمر سو سال ہوتی ہے۔

Marfat.com

میں بھرت نام کا ایک راجا تھا اس کی اولاد نے سات نسلوں تک حکومت کی۔ آٹھویں نسل میں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا وہ بھی حکمراں بنا اور راجہ کور کے نام سے مشہور ہوا۔ کوروکشیتر (تھانیسر) اسی کے نام پر آباد ہوا اور اسی کی اولاد نے کوروؤں کے نام سے شہرت پائی۔

اس کی چھٹی پشت میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے راجہ چتر برج کے نام سے شہرت پائی۔ یہ بھی ایک عظیم الشان راجا تھا اس کے دو بیٹے تھے: دہتر آشتر اور پنڈا۔ اوّل الذکر بڑا تھا باپ کے جانشین ہونے کا اسی کو حق تھا لیکن وہ نابینا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ کاروبار سلطنت چلا سکے اس لئے چتر برج کے بعد اس کی سلطنت اس کے چھوٹے بیٹے ''پنڈا'' کو ملی اسے بڑا وقار ملا اس کی جو اولاد ہوئی وہ بھی اسی کے نام سے ''پانڈو'' کہلائی، راجہ پنڈا کے پانچ لڑکے ہوئے (۱) جدھسٹر (۲) بھیم سین (۳) ارجن (۴) نکل اور (۵) سہدیو۔ اول الذکر تینوں کی والدہ کنتی تھی۔ جبکہ آخر الذکر رانی مادری کے بطن سے پیدا ہوئے۔ دہتر آشٹر کے ایک سو ایک بیٹے تھے انمیں بڑے کا نام دریودھن تھا ان میں سوتو راجہ قندھار کی بیٹی رانی کندھاری کے بطن سے پیدا ہوئے اور ایک بیٹا یویو چھا ایک بنیے کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا۔ دہتر آشٹر کے یہ بیٹے کوروؤں کے نام سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ انہیں کے نام پر کوروکشیتر (تھانیسر) کی بنیاد پڑی۔ راجہ پنڈا کی وفات کے بعد زمام حکومت اس کے سب سے بڑے بیٹے دہتر آشٹر کے ہاتھ آئی لیکن وہ اندھا تھا اس لئے وہ برائے نام راجہ رہا۔ کاروبار سلطنت اس کا بیٹا دریودھن انجام دیتا۔ اور وہی باپ کے نام سے حکومت کرتا تھا۔ دریودھن کو پانڈوں کی طرف سے خطرہ تھا کیونکہ وہ بھی سلطنت کے دعویدار تھے، وہ انکی تباہی کے منصوبے سوچنے لگا۔

Marfat.com

اس کے باپ دہتر آشٹر نے پانڈوں کے دعوی سلطنت اور باھمی دشمنی کوملحوظ رکھتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے مکانات شہر سے باہر بنائیں تا کہ دوری کے سبب باھمی رنجش وحسد کم ہو سکے پانڈو اس پر راضی ہو گئے۔ جب ان کے لئے شہر سے باہر مکانات تعمیر ہونے لگے تو دریودھن نے معماروں کومشورہ دیا کہ وہ ان کے مکانات رال اور لاکھ (آتش گیر مادہ) سے بنائیں تا کہ چنگاری دکھاتے ہی گھر میں شعلے بھڑکنے لگیں اور پانڈوں کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن پانڈو اس سازش سے آگاہ ہو چکے تھے اس لئے وہ ان مکانوں مین بڑے احتیاط سے رھنے لگے ایک شب پانڈوں نے خود ہی اپنے مکانات میں آگ لگا دی اور اپنی ماں کولیکر جنگل کی راہ لی ایک عورت بھیل نامی اپنے پانچ بیٹوں سمیت دریودھن کی طرف سے پہلے ہی پانڈوں کے مکانات جلانے کے لئے متعین کی گئی تھی لیکن پانڈو خود ہی آگ لگا کر جا چکے تھے وہ اپنا کام کرنے آئی تھی کہ سازش کی ابتدا کرنے سے پہلے ہی جل گئی کیونکہ وہ وہاں ایک مکان میں موجود تھی۔ دریودھن کے اور بھی جاسوس وہاں لگے ہوئے تھے انہوں نے جب اس عورت اور اس کے پانچ بیٹوں کی جلی ہوئی لاشیں وہاں دیکھی تو وہ سمجھے کہ پانڈو اپنی ماں سمیت جلکر راکھ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے فوراً دریودھن کو دشمن کے خاکستر ہو جانے کی خوشخبری دی۔

مہابھارت کے مطابق پانڈو اپنی وضع قطع اور نام بدل کر جنگل سے کلپلی (قائم گنج کے قریب ایک موضع) میں آباد ہو گئے تھے اور یہاں کے راجہ کی لڑکی دروپدی سے مشترکہ شادی کر لی (یعنی پانچوں بھائی دروپدی کے شوہر بن گئے) ان کے نزدیک یہ مشترکہ شادی باھمی اتحاد ومحبت کے باعث تھی، ان میں یہ طے ہو گیا تھا کہ دروپدی ہفتہ بھر

Marfat.com

دن ہر ایک شوہر کے ساتھ گذارے۔

دریودھن کو کسی طرح اس کی بھنک لگ گئی تو وہ اس کی تحقیقات میں پڑ گیا کہ آیا پانڈو تا ھنوز زندہ ہیں یا جل کر راکھ ہو گئے آخر کار اسے حقیقت کا علم ہو ہی گیا کہ پانڈوں کے جلنے کی اطلاع غلط تھی اور وہ ابھی تک صحیح سالم ہیں۔ پھر وہ ان کے خاتمے کے منصوبے سوچنے لگا اور اب کے اس نے ایک نئی چال چلی اپنے چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے محبت و بھائی چارے کا ہاتھ بڑھایا اور ہستنا پور آنے کی دعوت دی ا سمیں تنہا دریودھن ہی شریک نہ تھا بلکہ اس کے اور بھائی بھی شریک تھے۔ الغرض پانڈوں نے کوروں کی دعوت قبول کر لی حکومت کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ اندر پت (دہلی) مع نصف سلطنت کے پانڈوں کے زیر نگیں رہے اور ھستنا پور (کوروکشیتر) یا تھانیسر مع بقیہ نصف کوروں کے زیر قبضہ رہے۔ حکومت و سلطنت کی اس تقسیم کے بعد پانڈوں نے اپنی فطری اقبال مندی کے جوہر دکھائے عوام وخواص نے ان کی اطاعت قبول کر لی اور لوگوں کے دل میں انہوں نے اپنی جگہ بنا لی جس سے کوروں کے دل میں حسد کی آگ جلنے لگی لیکن وہ بظاہر خاموش اور در پردہ ان کی تباہی و بربادی کی کوشش کرنے لگے۔

اسی دوران جدشٹر (پانڈوں میں سب سے بڑا بھائی) کے دل میں بلند ہمتی کی ایک لہر سی اٹھی اس نے ''راجسوی جگ'' کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ اس جگ کا انعقاد اس طرح کیا جاتا ہے کہ آگ کا بڑا الاؤ روشن کر کے اس میں ہر قسم کے میوے خوشبوئیں اور غلہ جات ڈالے جاتے ہیں، اس کے علاوہ ہر قسم کی خیراتیں دی جاتی ہیں تا کہ خدا کا تقرب حاصل کیا جا سکے۔ اس جگ کے منعقد کرنے کی ایک اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ ساری دنیا کے حکمران وفرماں روان جگ کرنے

Marfat.com

والے راجہ کے دربار میں اس کے مطیع ہوکر جمع ہوں۔ اور اس کی تمام رسمیں وہ خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیں اس شرط کو پورا کرنے کے لئے جدھشٹر نے اپنے چاروں بھائیوں کو ساری دنیا فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خدا کی قدرت پانڈوؤں نے جو سوچا تھا وہی ہوا چاروں بھائیوں نے اپنی ہمت اور خدا کی مدد سے ساری دنیا میں اپنی فتح و کامرانی کا نقارہ بجا دیا، اور ہر ملک، شہر، اور قصبے کے حکمرانوں کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ سبھی مشہور و معروف مقامات کے فرماں رواؤں کو بے شمار زر و جواہر کے ساتھ دارالحکومت اندر پت (دہلی) لایا گیا اور بڑے تزک و احتشام سے راجسوی جگ کی رسم منعقد ہوئی۔

دریودھن نے جب پانڈوں کی یہ شان و شوکت، رعب و جلال دیکھا ان کی وسعت سلطنت پر نظر پڑی تو اس کے دل میں حسد کی آگ لگ گئی۔ اپنے حریفوں کو ختم کرنے کا خیال رہ رہ کر اسکے دل میں آنے لگا اور وہ طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بڑے بڑے مشہور و معروف عیار و مکار حیلہ باز درباریوں سے مشورے کرنے لگا۔ اس زمانے میں جوا کھیلنے کا عام رواج تھا چالاک درباریوں نے دریودھن کو بتایا کہ وہ جوئے کے ذریعے پانڈوں کا پانسہ پلٹ سکتا ہے ایک خاص قسم کی چوسر پر جوا کھیلنے کو کہا اس مقصد کے لیے یہ طے پایا کہ ایک پانسہ ایسا بنایا جائے جو ہر دشمن کے خلاف پڑے، دریودھن کو یہ تدبیر بہت پسند آئی۔

اس نے بڑی ہوشیاری و نرمی سے جدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو ہستناپور آنے کی دعوت دی جب سادہ لوح راجہ جدھشٹر ہستناپور پہنچے تو دریودھن نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور بڑی مدارات سے پیش آیا اور فرصت کے وقت تفریحاً جوا کھیلنے کو کہا پانڈوں کو دریودھن کی

Marfat.com

عیاریوں کا علم نہ تھا۔اس لئے وہ بغیر کسی حیلہ و حجت کے جوا کھیلنے کو تیار ہو گیا پھر دریودھن نے اپنا وہی مخصوص پانسہ نکالا اور کھیلنا شروع کیا۔ دو چار ہاتھوں ہی میں پانڈو اپنا مال و ملک ہار بیٹھے اور دریودھن جیت گیا۔لیکن اس نے آخری بازی اس شرط پر لگانے کو کہا کہ تم جیت جاؤ تو سب ہارا ہوا مال و ملک تمہیں واپس مل جائیگا اور اگر ہار گئے تو آبادی چھوڑ کر جنگلوں میں رہنا ہوگا اور بارہ سال تک پرند چرند کی طرح زندگی گذارنی ہو گی۔ جب جلا وطنی کے یہ بارہ سال مکمل ہو جائیں تو واپس آبادی میں آجائیں مگر ایک سال تک گمنامی کی زندگی گذاریں اور کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ وہ کون ہیں اور اگر یہ راز کھل گیا تو انہیں پھر بارہ سال کی جلا وطنی از سرنو پورا کرنی ہو گی۔ پانڈو اس پر رازی ہو گئے اور آخری بازی بھی ہار بیٹھے۔شرط کے مطابق جنگلات کی راہ لی اور بارہ سال گذار دئے۔جلا وطنی کے بارہ سال گذارنے کے بعد پانڈو دکن کی طرف چلے گئے۔ وہاں انتہائی گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ دریودھن نے ان کا سراغ لگانے کی خوب کوشش کی لیکن اسے انکا کہیں کوئی کھوج تک نہ ملا۔ جب جلا وطنی کے تمام شرائط پورے ہو گئے تو پانڈوں نے کرشن جی کو اپنا ایلچی بنا کر دریودھن کے دربار میں بھیجا اور اپنے ملک کی بازیابی کا مطالبہ کیا۔ دریودھن نے اس مطالبے کو مسترد کر دیا۔ بالآخر جنگ سے فیصلہ کرنے کی ٹھانی گئی۔ دونوں فریق نے اپنی اپنی فوجوں کو سامان جنگ سے آراستہ کیا اور تھانیسر کے قریب کوروکشیتر کے میدان میں دونوں مقابل صف آرا ہو گئے۔ یہ عظیم الشان معرکہ جسے مہابھارت کہا جاتا ہے ''کل جگ'' کے ابتدا میں واقع ہوا۔اور اٹھارہ روز تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، مکاری و عیاری کا انجام ہمیشہ ذلت و رسوائی

Marfat.com

ہوتا ہے۔ دریودھن کا اس جنگ میں کام تمام ہوا اور اس کے فوجی بھی نیست و نابود کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں اس جنگ میں کوروں کی طرف سے شامل ہونے والے فوجیوں کی تعداد گیارہ ''کشون'' اور پانڈوں کا لشکر سات کشون پر مشتمل تھا (ایک ''کشون'' اکیس ہزار چھ سو بہتر فیل سوار اتنے ہی سانڈنی سوار۔ پینسٹھ ہزار چودہ سو گھوڑے سواروں اور ایک لاکھ نو ہزار چار سو پچاس پیادہ سپاہیوں پر مشتمل ہوتا ہے)۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس بھاری تعداد میں سے صرف بارہ آدمی زندہ بچ سکے، چار کوروں کے لشکر میں سے جن کے اسماء حسب ذیل ہیں: (۱) ایک برھمن مسمی کرپا چارج جو دونوں فریق کا استاد اور مالک سیف و قلم تھا (۲) مسلم الثبوت درون نامی عالم کا بیٹا اشوتھامان جو کرپا چارج کی طرح دونوں فریق کا استاد تھا (۳) کرت برما نامی ایک یادو شخص (۴) دریودھن کے باپ کا رتھ بان سنجی نامی شخص۔ اس کے علاوہ آٹھ آدمی پانڈوں کے لشکر میں سے بچ سکے تھے۔ پانچوں پانڈو بھائی، یادو خاندان کا مانک نامی شخص، دریودھن کا سوتیلا بھائی یویو چھ اور آٹھویں شری کرشن جی۔

کوروں کی تباہی کے بعد جدھشٹر ہندوستان کا فرماں روا ہوا۔ ''مہا بھارت'' کے بعد تیس سال تک جدھشٹر نے حکومت کی۔ مگر اپنی وفات سے قبل اس نے دنیا کی ماھیت پر غور کرنا شروع کیا اور مرنے سے پہلے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور چاروں بھائیوں کو ایکلر گوشہ نشینی اختیار کی۔ کوروں اور پانڈوں نے ملکر چھیتر برس حکومت کی اس کے بعد اکیلے دریودھن نے تیرہ سال فرماں روائی کی۔ مہا بھارت کے بعد جدھشٹر نے تیس سال تک حکومت کی۔ اس طرح ان پانچ زادہ بھائیوں کی کل مدت حکومت ایک سو پچیس سال ہوتی ہے۔

Marfat.com

مہا بھارت :

پانڈوں کے خاندان میں ارجن کی تیسری نسل میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو ہر طرح ظاہری و باطنی خوبیوں سے مالا مال تھا۔ تخت حکومت پر بیٹھا تو عوام میں ان خوبیوں کی بدولت ہر دلعزیز ہو گیا۔ اس نے بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی اور ماضی کے واقعات کو حال و مستقبل کے لئے مشعل راہ اور سبق آموز سمجھ کر ہمیشہ خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتا رہا، ایک مرتبہ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آخر میرے بزرگوں کے درمیان جنگ و جدال کی اصل وجہ کیا تھی؟ اس خیال کے پیش نظر اس نے اس دور کے مشہور عالم بھشم سے اصل حقیقت جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ بھشم نے جواب دیا میرا استاد بیاس اس معرکے میں خود موجود تھا وہ اصل حقیقت سے پوری طرح واقف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ان سے پوچھیں راجہ نے بیاس کو شاھی انعامات سے نوازا اور اپنی خواہش ظاہر کی بیاسؒ نے ضعف اور عبادت میں مصروفیت کے بنا پر اس عظیم واقعے کو بیان کرنے سے معذرت ظاہر کی۔ البتہ اس واقعے کو تھوڑا تھوڑا قلم بند کرتا رہا اور جا بجا نصیحتیں درمیان میں بڑھا کر مکمل طور پر ایک کتاب تیار کر دی جو مہا بھارت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقدس کتاب تھانیسر کے قریب دریائے سرسوتی کے کنارے تکمیل کو پہنچی۔

تھانیسر کی اہمیت اس سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ سکھوں کے دس گروؤں میں سے نو یہاں آئے۔ صرف گرو انگد دیو نہ آسکے جہاں گرو نانک ٹھہرے تھے وہاں تھانیسر میں سدھ باتی (Sidhbati) کے نام سے ایک گرودوارا بنا ہوا ہے۔

ششم گرو ہرگوبند کے نام سے بھی گرودوارہ ہے جہاں وہ آکر

Marfat.com

ٹھہرے تھے علاوہ ازایں سکھوں کے دیگر گروؤں کے نام سے بھی یہاں گرودوارے ہیں۔

موجودہ کروکشیتر تحصیل پہوہ، گہلا، کیتھل اور تھانیسر پر مشتمل ہے۔ جو ۱۹۷۳ء کے ہریانہ گورنمنٹ کے ایک نوٹیفیکیشن کے ذریعہ وجود میں آئیں۔

عہد اسلام:

ہندوستان میں اسلام سب سے پہلے پنجاب کے راستے سے آیا اور دوسو سال تک پنجاب سے آگے نہ بڑھا۔ غزنوی خاندان پنجاب میں اشاعت اسلام کا کوئی خاص کام انجام نہ دے سکا۔ محمود غزنوی کے بعد اس کے بیٹے آپسی خانہ جنگی میں مشغول ہو چکے تھے (جسکی تفصیل آیندہ اوراق میں آرہی ہے) انہیں اشاعت اسلام کی فرصت نہ تھی۔ پھر بھی پنجاب میں اسلام اور اشاعت اسلام کے قدیم ترین نقوش پائے جاتے ہیں۔

تھانیسر سے متعلق البیرونی کا اندراج:

غزنوی عہد کے مشہور محقق عالم البیرونی نے اپنی عربی تصنیف تحقیق ماللھند میں کئی جگہ تھانیسر کا ذکر کیا ہے وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''تانیشر (تھانیسر) دونوں دریاؤں کے درمیان دونوں شہروں سے اتر واقع ہے اور قنوج سے تقریباً ۸۰ فرسخ اور متھرا سے قریباً ۵۰ فرسخ کے فاصلے پر ہے'' (کتاب الھند: البیرونی (اردو) ص ۲۶۴، باب ۱۸، جلد اول انجمن ترقی اردو ھند)

محمود غزنوی کی آمد:

۴۰۲ھ میں پہلی بار سلطان محمود غزنوی نے تھانیسر پر حملہ

Marfat.com

ارداہ کیا۔اس نے یہاں کی بہت تعریف سن رکھی تھی ۔مثلاً یہ کہ تھانیسر کی حیثیت ہندوؤں کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے کعبے کی مسلمانوں کے نزدیک۔

تھانیسر میں ایک قدیم ترین مندر تھا جس میں بہت بڑے بڑے بت رکھے ہوئے تھے ان میں سب سے بڑے بت کا نام ''جگ سوم'' تھا۔اس کے متعلق لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب انسان پیدا ہوا تو اس کے ساتھ ہی یہ بت پیدا ہوا تھا۔تھانیسر پر حملے کے ارادہ کے ساتھ ہی محمود کو وہ نا جنگ معاہدہ یاد آ گیا جو راجہ انند پال اور اس کے مابین ہوا تھا اگر چہ تھانیسر کا علاقہ راجہ انند پال کے زیر قبضہ نہ تھا لیکن اس کے اردگرد بعض دیہات اس کے زیر حکم تھے۔اس لئے اس نے راجہ انند یال کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور صاف اظہار کر دیا کہ میرا ارادہ تھانیسر پر حملہ کرنے کا ہے۔تھانیسر پر پہونچنے کے لئے راہ کی تمام مشکلات تمہیں دور کرنی ہیں۔اس لئے تم اپنے کچھ قابل اعتبار آدمی بھیج دو تا کہ جو قصبے و دیہات تمہارے ہوں وہ ہماری فوجی دستبرد سے محفوظ رہ سکیں۔

انند پال نے فوراً ہی تعمیل حکم میں خاطر تواضع کی تیاریاں شروع کر دیں اور اپنے ملک کے تاجروں اور بنیوں کو حکم دیا کہ وہ غلہ اور ضروریات زندگی لشکر سلطانی تک پہنچانے کا انتظام کریں اور اس بات خاص خیال رکھیں کہ لشکر سلطانی کو کسی طرح کی پریشانی نہ ہو اس کے ساتھ ہی اپنے بھائی کو دو ہزار سواروں کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں ایک خط دیکر بھیجا جسکا مضمون یہ تھا: ''میں آپکے احکام کی تعمیل کیلئے ہر طرح حاضر ہوں اور آپکا سچا فرمانبردار ہوں، لیکن اس نیاز اور محبت کی بنا پر جو مجھے آپ کی ذات سے ہے اس قدر عرض کرنیکی

Marfat.com

جرات کرر ہا ہوں کہ تھانیسر کا مندر اہل شہر کی ایک عبادت گاہ ہے، اگر چہ آپکے مذہب کی رو سے بت شکنی ثواب حاصل کرنیکا ذریعہ ہے لیکن نگر کوٹ میں بت شکنی کر کے آپ وہ مقصد حاصل کر چکے ہیں، تھانیسر کے مندر کے سلسلے میں گذارش ہے کہ آپ اسے تاخت وتاراج نہ کریں اس کے عوض جو چاہیں طلب کر لیں۔ یہاں کی رعایا کو اپنی باجگذار بنا کر اپنے ملک تشریف لے جائیں۔تو یہ بندۂ حقیر بھی اپنی درخواست کی منظوری کے شکریے میں ہر سال پچاس ہاتھی اور دیگر بیش قیمت اشیاء ارسال خدمت کرتا رہے گا۔''

سلطان محمود نے جواب دیا: ''ہم مسلمانوں کا اس پر اعتقاد ہے کہ ہم اس دنیا میں جس قدر اسلام کی تبلیغ واشاعت کرینگے اتنا ہی اگلے جہان میں ثواب پائیں گے۔ جب دنیا سے بت پرستی کے رواج کو ختم کرنا ہی ہمارا مقصد ہےتو یہ کس طرح ممکن ہے کہ تھانیسر جیسے بت پرستی کے مرکز کو نظر انداز کر دیا جائے''۔

یہ بات جب دہلی کے راجہ کے کانوں تک پہونچی تو اس نے جنگی پیمانے پر مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور سبھی راجگان ہند کو ایک مرکز اتحاد پر جمع کرنے کے لئے یہ خبر گشت کرادی کہ، سلطان محمود غزنوی ایک لشکر جرار کے ساتھ تھانیسر پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس سیلاب بلا کو روکنے کی ہر ممکن تدابیر شروع کر دیں، اگر ہم نے اس کے لئے پہلے ہی سے تیاری نہ کی تو ہر کہہ و مہہ اس مصیبت کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائے گا۔ میرے نزدیک اس وقت ہمیں متحد ہوکر سلطان محمود کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

ادھر یہ خبر عام ہوئی، ادھر سلطان نے تھانیسر آلیا اور بآسانی قبضہ ہوگیا مندروں کا معاینہ کیا اکثر بت محمود کے دست برد سے محفوظ نہ

Marfat.com

رہ سکے سب سے بڑے بت 'جگ سوم' کو غزنی بھجوا دیا اور حکم عام کر دیا کہ اسے راستے میں ڈال کر خوب پامال کیا جائے اس کے علاوہ کئی طرح کے جواہرات سرخ یاقوت محمود کے ہاتھ لگے۔

تھانیسر پر قبضے کے بعد سلطان محمود نے دہلی پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کے امرا و وزرا نے مشورہ دیا کہ پہلے پنجاب کو مکمل طور پر فتح کر لیا جائے پھر دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ اسے یہ مشورہ پسند آیا اور وہ واپس غزنی چلا گیا۔[1]

تھانیسر کا انخلاء:

۴۳۵ھ میں دہلی اور دوسرے مقامات کے ھندو راجگان نے باہم ملکر ہانسی، تھانیسر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور یہاں سے غزنوی سرداروں کو نکال باہر کیا۔

محمود غزنوی جب کبھی مخالف حکومت سے فرصت پاتا تو ھندوستان پر چڑھائی کر دیتا ۳۹۰ھ ۱۰۰۰ء میں اس نے پہلا حملہ کیا، جنوبی ھند کے راجاؤں کی سرکوبی کی اور کچھ سرحدی اضلاع اپنے قبضے میں لئے۔ ۳۹۰ھ ۱۰۰۴ء میں اس نے بجے رائے والی بھیرہ سے جنگ چھیڑ دی والی بھیرہ نے فرار کے بعد خودکشی کر لی بھیرہ اور اس کے نواحی علاقے سلطنت غزنوی کا حصہ بن گئے۔ ایک مرتبہ ۳۹۹ھ ۱۰۰۸ء کو ھندوستان کے سبھی راجا مہراجاؤں نے مشترکہ طور پر محمود غزنوی کے خلاف صفا آرائی کی، اجین، گوالیار، کالنجر قنوج، دہلی اجمیر کے راجا اور ملتان کے والی داؤد فوج لیکر اس کے مقابلے کے لئے آئے محمود کے خلاف یہ مشترکہ قومی محاذ تھا اس میں ھندوستان کے نہ صرف ھندو بلکہ ھند میں عربوں کی واحد حکومت کا سربراہ بھی شریک تھا۔ مگر محمود کے سامنے کسی کی ایک نہ چلی سب یکے بعد دیگر مغلوب ہوتے

Marfat.com

گئے، اس نے بیش بہا جواہرات حاصل کئے ۴۰۱ھ ۱۰۱۰ء میں اس نے والی ملتان ابوالفتوح داؤد کو گرفتار کیا۔ ۴۰۴ھ ۱۰۱۳ء میں راجہ بھیم پال سے قلعہ نندونا لیا اور ۴۰۵ج ۱۰۱۴ء کو تھانیسر پر قبضہ کر لیا اور بالآخر ۴۱۳ھ ۱۰۲۱ء میں پورے پنجاب (مشرقی ومغربی) پر اس کی حکمرانی تھی۔ پنجاب سلطنت غزنی کا ایک صوبہ بنگیا، اور سب سے پہلا حکمران اسکا غلام ایاز بنا فوجی انتظامات و اختیارات علیحدہ علیحدہ حکام کے سپرد کئے، انتظامی امور قاضی شیراز کے سپرد تھے۔ اور سپہ سالاری کے منصب پر علی اری یارک فائز تھا، لیکن گورنر پنجاب اور سپہ سالار دونوں ایک دوسرے سے سروکار نہ رکھتے تھے بلکہ دونوں براہ راست غزنی کے ماتحت تھے۔ پرچہ نویسی پر ابوالحکم نام کا ایک افسر مقرر تھا محمود نے تھانیسر اور سومنات کے مندروں پر حملہ کیا اور انہیں تاراج کر دیا تھا اس کا حقیقی سبب یہ تھا کہ یہ مندر دولت کے خزانے تھے ان میں زر و جواہر کے انبار تھے محمود کے یہ حملے بت شکنی کیلئے نہیں بلکہ حصول زر کیلئے تھے۔ اس نے اپنی تمام عمر میں کبھی کسی ھندو کو جبراً مسلمان نہیں بنایا اور جب پنجاب غزنی کا ایک صوبہ ہو گیا اس دوران کسی مندر و بت شکنی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ ھندوستانی مقبوضات میں اس نے جو اپنے سکے جاری کئے وہ ھندی زبان میں تھے۔ اس کی فوج میں ھندوؤں کو معزز عہدے ملے ہوئے تھے۔ ھندو راؤ اس کی فوج کا افسر اعلیٰ تھا تو لک نامی ھندو اس کی سلطنت کا ایک اہم رکن تھا۔

محمود کی علمی حیثیت:

محمود غزنوی محض ایک فاتح ہی نہیں وہ اسلامی علمی تاریخ کا بھی ایک روشن مینارہ ہے۔ وہ خود عالم اور شاعر اور مصنف تھا۔ فقہ حدیث اور عربی زبان و ادب پر اسے مکمل دستگاہ حاصل تھی۔ علم حدیث

Marfat.com

سے اسے گہرا شغف تھا۔ اس کے ساتھ ہی علماء اور اصحاب کمال کی اس کے دربار میں بے حد عزت تھی۔ فقہ حدیث خطبات ۱۸ مسائل میں اس کی تصانیف بھی ہیں۔ فقہ میں اس کی مشہور تصنیف التفرید ہے جو فقہ حنفی میں معتمد علیہ سمجھی جاتی ہے فتاوی تاتارخانیہ میں اس کے حوالے موجود ہیں۔

اس کیساتھ وہ شاعری کا بلند مذاق بھی رکھتا تھا اس کے دربار سے چارسو شعراء وابستہ تھے فقہا، محدثین مفسرین متکلمین اس کی مجلس میں باعزت مقام پر بیٹھے تھے۔ عنصری، فرخی، فردوسی اور عسجدی اس کے مشہور درباری شاعر تھے۔ فرخی نے محمود غزنوی کی وفات پر جو پر درد مرثیہ لکھا اس سے بھی اسکی علم نوازی کا پتہ چلتا ہے۔

سلطان محمد:

محمود کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد پر تخت پر بیٹھا اس کے بھائی مسعود نے جب اس کے خلاف فوج کشی کی تو اس نے مسعود کے مقابلے کیلئے اپنے ھندوستانی سپہ سالار سو بندر رائے کو بھیجا جو مسعود کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور اس جنگ میں کام آیا۔ سو بندر رائے کے بعد خود سلطان محمد فوج لیکر پہنچا اور میدان جنگ میں گرفتار کرلیا گیا۔

سلطان مسعود:

سلطان مسعود (۴۲۱ھ ۱۰۳۰ء ۴۳۲ھ ۱۰۴۱ء) نے اپنے دور حکومت میں پنجاب کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی قاضی شیرازی اور علی اری یا لک میں اختلاف ہو گیا تھا مسعود نے یارک کو غزنی بلوایا اور ۴۲۳ھ ۱۰۳۱ء کو بلخ میں قید کر دیا اور اسکی جگہ پنجاب کی سپہ سالاری پر احمد نیالت گین کو بھیجا۔ ۴۲۹ھ ۱۰۳۷ء کو سلطان مسعود نے ہندوستانی مقبوضات میں توسیع کرنے غرض سے لشکر کشی کی اور قلعہ ہانسی اور

Marfat.com

سونی پت پر قبضہ کر لیا اور اپنے بیٹے مجدود کو پنجاب کا گورنر بنا کر غزنی چلا گیا۔ ادھر سلجوقیوں کو عروج حاصل ہو رہا تھا وہ غزنی کی طرف بڑھے آ رہے تھے۔ مسعود نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن ۴۳۲ھ ۱۴۰۰ء میں مرو کے مقام پر اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا اب اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ بجائے غزنی کے اپنا پایۂ تخت پنجاب کو بنائے۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے تین سو اونٹوں پر زر و جواہر اور مال و دولت کا انبار لاد کر پنجاب کی طرف چلا۔ اثنائے راہ اس کے ترک اور ہندو سپاہیوں نے بیوفائی کی، خزانہ لوٹ لیا مسعود کو حراست میں لے لیا اور اسکے نابینا بھائی سابق سلطان محمد کو قید سے نکال کر تخت نشین کر دیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد مسعود قتل کر دیا گیا۔

امیر مودود اور مجدد بن مسعود بن محمود غزنوی کا عہد:

محمود غزنوی بعمر ۶۳ سال ۴۲۱ھ کو فوت ہوا تو اسکے ساتھ ہی وہ رعب و جلال شاہی بھی رخصت ہو گیا۔ جو غزنوی خاندان کی میراث تھا، اس کے بیٹے باہمی رقابت سے دست و گریباں ہوئے بالآخر تھانیسر اور اس کے نواحی علاقے غزنی کی باجگذاری سے نکل گئے لیکن پھر اس خاندان نے وہی قوت رفتہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور مسعود بن محمود غزنوی نے اپنے لیے مودود کو قلعۂ ہانسی فتح کرنے کے لیے بھیجا اور خود بھی مع لشکر جرار ہانسی پہنچا۔ ہانسی کے بارے میں اہل ہند کا یہ یقین تھا کہ اس کے قلعے کوئی فاتح زیر قبضہ نہیں لا سکتا لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا مسعود نے ۶ دن کے محاصرے کے بعد قلعہ ہانسی فتح کر لیا ہانسی اس دور میں سوالک کا دارالسلطنت تھا۔ مسعود نے اسی پر بس نہ کی بلکہ ہانسی اپنے قابل اعتماد سرداروں کے حوالے کر کے خود سونی پت کی طرف روانہ ہوا۔

Marfat.com

سونی پت کے راجہ دیپال ہرن کو جب معلوم ہوا کہ سلطان مسعود اس کی سرزنش کیلئے آ رہا ہے تو وہ بدحواس ہو کر جنگل کی طرف بھاگ گیا غزنوی لشکر نے قلعہ سونی پت بھی تسخیر کر لیا۔ غزنوی لشکر نے مزید قدم بڑھائے اور ایک قریبی راجہ رام دیو کے قلعہ پر چڑھائی شروع کر دی رام دیو اپنی آنکھوں سے راجہ دیپال ہری کا حشر دیکھ چکا تھا اس لئے اس نے مسعود کی آمد کی خبر سنتے ہی بڑی تواضع و انکساری سے سلطان کی خدمت میں تحائف لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے حضور اپنے اطاعت شعاروں میں شمار کریں۔ مسعود نے اس سے تعرض نہ کیا اور بقیہ علاقے پر اپنے حکام مقرر کر کے غزنی چلا گیا اس طرح نصف پنجاب سلاطین غزنی کے تحت آ چکا تھا جس میں تھانیسر، ہانسی قابل ذکر ہیں۔ لیکن ۴۳۳ھ میں مسعود کو قتل کر دیا گیا اس کا بیٹا مودود تخت کا وارث بنا لیکن اسے اپنے دوسرے بھائی مجدود سے بھی خطرہ تھا کہیں وہ علم بغاوت بلند نہ کر دے وہ سلطان مسعود کے قتل کے بعد ایاز کے مشورے سے دریائے سندھ سے لیکر تھانیسر اور ہانسی تک علاقے پر قبضہ کر چکا تھا باپ کا جانشین اگرچہ مودود تھا لیکن اسے مجدود کی روز افزوں قوت سے خطرہ تھا لہٰذا اس نے مجدود کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اس سال مودود نے ایک عظیم لشکر مجدود پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا مجدود اس وقت ہانسی میں مقیم تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ دہلی کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لے لیکن اسے جب مودود کی فوج کی آمد کا علم ہوا تو اس نے بھی ایک زبردست لشکر تیار کر لیا اور ہانسی سے مقابلے کیلیے روانہ ہوا مجدود کے لشکر کی کثرت دیکھ کر مودود کی فوج میں گھبراہٹ پھیل گئی اور ممکن تھا کہ قبل از جنگ مودود کے امراء مجدود کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطاعت قبول کر لیتے لیکن قدرت نے کچھ اور ہی لکھا تھا عید

Marfat.com

الاضحیٰ کو مجدود اپنے بستر پر مردہ پایا گیا مجدود کے انتقال کے بعد محمود کے مشہور غلام ومحبوب ایاز نے بھی داعئ اجل کو لبیک کہا اس طرح مجدود کے تمام مقبوضات بغیر کسی روک ٹوک کے مودود کے زیر قبضہ ہو گئے۔ اسوقت تک تھانیسر ہانسی اور سونی پت کا علاقہ مودود کے زیر قبضہ تھا۔

سلطان مودود:

سلطان مسعود کے قتل کے بعد اس کا بیٹا مودود غزنی میں تخت نشین ہوا ۴۳۴ھ ۱۰۴۱ء میں اس نے اپنے چچا محمد بن محمود کا خاتمہ کیا پھر پنجاب کا ایک دورا کیا حالانکہ ہندوستانی امراء محمد اور مودود کی کشمکش میں محمد کے طرفدار تھے لیکن مودود اس سے خائف نہ تھا وہ ہانسی اور تھانیسر تک کا دورہ کر کے واپس چلا گیا، ادھر سلجوقیوں کا زور بڑھ رہا تھا مودود کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا اس اثنا میں اس کے بھائی مجدود نے ناراض ہو کر پنجاب پر قبضہ کر لیا مودود نے فوج کشی کی ابھی جنگ ہونے نہ پائی تھی کہ مجدود اپنے خیمے میں مردہ پایا گیا اس طرح موت نے پنجاب کے مقبوضات مودود کے ہاتھ میں دیدیئے۔ ادھر غزنویوں کی خانہ جنگی اور سلجوقیوں سے ان کی معرکہ آرائی سے ہندوستانی مقبوضات میں پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا۔ راجگان ہند نے پنجاب سے غزنوی اقتدار کا خاتمہ کرنے کیلئے ایک محاذ تشکیل دیا اور راجہ دہلی کی سرکردگی میں ۴۳۵ھ ۱۰۴۲ء کو ہانسی اور تھانیسر سے غزنوی اقتدار ختم کر دیا گیا اور محمود نے جن مقامات کو فتح کیا تھا تقریباً سبھی ہندوستانی حکومت کے تحت آ گئے صرف نگرکوٹ پر غزنوی اقتدار بحال رہا بعد میں پنجاب کے بعد نگرکوٹ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اب مشرقی پنجاب پر غزنویوں کا اقتدار نہ تھا بلکہ موجودہ مغربی پنجاب اور اسکی راجدھانی لاہور اب بھی غزنی کا

Marfat.com

ایک صوبہ تھا اس طرح اب بھی ہند کے کچھ حصے پر غزنویوں کا اقتدار تھا۔ لیکن انہیں خانہ جنگی سے فرصت نہ ملتی تھی اس لئے نوشت گین ہندوستان کا باضابطہ سرکاری حاکم بنا اس کے ساتھ ایک عظیم فوج بھی تھی اس نے دوبارہ نگرکوٹ پر قبضہ کرلیا۔

سلطان ابراھیم:

۴۵۰ھ ۱۰۵۹ء میں تخت نشین ہوا وہ چالیس برس تک غزنی کا حاکم رہا اس پورے دور میں صرف دو مرتبہ اس نے ھندوستان پر چڑھائی کی۔ ۴۷۳ھ ۱۰۷۹ء کو اس نے اجودھن (پاک پٹن) پر قبضہ کیا اور پھر آگے بڑھ کر مشرقی شہر روپڑ کے قلعہ پر دھاوا بول دیا وہ سہارنپور تک آیا اور کئی قلعوں کو اپنے مقبوضات میں شامل کر کے واپس چلا گیا سلطان ابراھیم کے بعد اس کا بیٹا مسعود بن ابراہیم (۴۹۲ھ ۱۰۹۸ء / ۵۰۸ھ ۱۱۱۴ء) تخت نشین ہوا اس نے پنجاب کا والی طفات گین کو بنا دیا۔

طفاتگین والی پنجاب:

طفاتگین نے نہ صرف پنجاب پر حکمرانی کی بلکہ گنگا کو عبور کر کے مختلف مقامات کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔

محمد باحلیم والی پنجاب:

مسعود بن ابرھیم کی وفات کے بعد ارسلان (۵۰۸ھ ۱۱۱۴ء / ۵۱۱ھ ۱۱۱۷ء) تخت نشین ہوا۔ اس وقت غور وخوارزم دو نئی طاقتیں سر اٹھا رہی تھیں ارسلان کے دور میں سنجر سلجوقی نے غزنی پر قبضہ کرلیا تو وہ ہندوستان آیا یہاں سے ہندوستانی سپاہ فراھم کر کے غزنی پر حملہ کیا اور اپنا پایۂ تخت واپس لے لیا۔ لیکن قسمت نے پھر گردش کھائی سنجر نے ایک مرتبہ پھر واپس آکر غزنی پر قبضہ کرلیا اب کے ارسلان پہاڑوں میں جا

Marfat.com

چھپا جہاں سے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس دور میں پنجاب کا والی محمد باحلیم تھا اس نے غزنی کے انقلاب سے ھندوستان کو محفوظ رکھا اور غزنی کا یہ صوبہ انقلاب کے اثر سے محفوظ رہا۔

غزنی کی بربادی کے بعد غزنوی سلاطین نے غوریوں کی شورش سے پریشان ہوکر بجائے غزنی کے لاہور کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ خسروشاہ نے ۵۵۵ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ملک خسروشاہ ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء میں اسکا جانشین ہوا۔ اس نے بیس سال ھندوستانی مقبوضات پر حکمرانی کی۔ انہیں دنوں غوریوں نے عظیم طاقت مہیا کر لی تھی شہاب الدین غوری کا آفتاب طلوع ہو چکا تھا غزنویوں کی حکومت مشرق میں سیالکوٹ تک تھی یہیں تک راجہ جموں کی سرحد تھی جموں کے راجہ چکر دیو نے شہاب الدین غوری کو پنجاب میں غزنوی حکومت کے خاتمہ کی دعوت دی۔ شہاب الدین محمد غوری نے لبیک کہا اور پشاور، ملتان اور سندھ کو فتح کر لیا۔ ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء میں اس نے لاہور پر قبضہ کر لیا خسرو ملک اور اس کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا۔ وہاں سے زابلستان کے قلعے میں قید کر دیا۔ ۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء میں قید ہی میں ملک خسرو نے وفات پائی اس طرح شہاب الدین غوری کے ہاتھوں غزنوی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

آل سبکت گین میں محمود سب سے ممتاز تھا وہ محض ایک فاتح ہی نہ تھا بلکہ علم و فضل کا بھی غازی تھا اس کے خوان کرم سے علم و فضل نے بڑی شہرت پائی کہتے ہیں کہ اگر محمود فاتح نہ ہوتا تو وہ پانچویں صدی ھجری کے ممتاز فقہا کی صف میں جگہ پاتا۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ غیاث اللغات میں امام الحرمین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے ابن خلکان نے بھی اس سے

Marfat.com

علم وفضل کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں اس کی سوانح لکھی ہے۔

اس کے بعد اس کا بیٹا مسعود بھی علم وعلماء کا قدردان تھا۔ اس کے نام پر بھی مختلف مصنفین نے اپنے کتابیں معنون کی ہیں۔ البیرونی نے کتاب القانون المسعودی (ہیئت) اسی کے نام معنون کی ہے۔ فقہ حنفی میں قاضی ابومحمد کی کتاب المسعودی اس کے عہد کی یادگار ہے۔ شعرو شعرا کا بھی وہ قدردان تھا۔

غزنوی دور کا مشہور ھندوستانی شاعر مسعود سعد سلمان ہے اس کا باپ سور بن سلمان کو سلطان مسعود نے ۴۲۶ھ میں ھندوستان بھیجا وہ یہاں کے ممتاز امراء میں سے تھا۔ مسعود سعد سلمان، اس کا خلف الرشید لاہور میں پیدا ہوا علوم و معارف شعر و شاعری میں مہارت حاصل کی ممتاز سرکاری مناصب پر فائز رہا، شاعر تھا اور شعراء کا قدردان۔ مسعود سعد سلمان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ھندوستان کا پہلا شاعر ہے جس نے عربی، فارسی اور ھندوستانی میں شاعری کی اور تینوں زبانوں میں اپنے دیوان چھوڑے اگرچہ ھندی وعربی دیوان معدوم ہیں البتہ اکبری عہد تک اس کا عربی دیوان موجود تھا۔

تھانیسر پر دوبارہ قبضہ:

۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین نے دہلی اور اجمیر کے راجگان کو شکست دیکر کہرام اور سمانہ قطب الدین ایبک کی جاگیر قرار دیئے اور اسے ھندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان شہاب الدین غوری بھی علم وعلماء کا قدردان تھا۔ غزنی دربار کے بہت سے اہل علم اس کے ساتھ ھندوستان آئے اور یہیں رہ پڑے۔ چنانچہ سید کمال الدین عثمان ترمذی مشہور عالم دین اس کے ساتھ آئے اور کیتھل کے مقام پر جو

Marfat.com

مشرقی پنجاب کی ایک تحصیل اور مشہور علمی و روحانی بستی ہے سکونت اختیار کی۔ اس طرح پنجاب کا یہ امتیاز رہا کہ موجودہ ھندوستان میں اسلام کی اشاعت و آمد میں اس کو تقدمیت حاصل ہے۔ غزنویوں کی ساٹھ سالہ سلطنت اسلامی محض پنجاب تک محدود تھی جس میں تھانیسر سامانہ، کہرام اور ہانسی شامل ہیں۔ الغرض قطب الدین نے اس عظیم الشان عہدے کی ذمہ داری کو پوری توجہ اور سلیقے سے نبھایا۔ کہرام (مشرقی پنجاب) اور سمانہ (مشرقی پنجاب) کے آس پاس کے تمام علاقے اور میرٹھ پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے دہلی پر حملہ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کرلیا پھر ایک طویل محاصرے کے بعد بالآخر دہلی پر قابض ہوگیا۔ ہانسی اور اس کے نواحی علاقے تھانیسر وغیرہ پہلے ہی اسلامی پرچم تلے آچکے تھے ہانسی کا صوبہ دار نصرت الدین تھا۔ ۵۸۹ھ میں نہروالہ کے ایک راجپوت سردار بنام جیتوان نے ہانسی اور اس کے نواحی علاقوں پر قبضہ کر لینے اور نصرت الدین کو نکال باہر کرنے کا ارادہ کیا اس سلسلے میں اس نے ایک عظیم الشان لشکر لیکر ہانسی پر حملہ کیا۔ نصرت الدین اس کا مقابلہ نہ کرسکا مجبوراً قلعہ بند ہوگیا۔ قطب الدین ایبک کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ فوراً ہانسی روانہ ہوا اور راجہ جیتوان کو ہانسی کے میدان میں شکست دی اس طرح نصرت الدین کی صوبہ داری بدستور ہانسی اور اس کے نواحی علاقے تھانیسر وغیرہ پر قائم رہی۔ اس کے بعد مسلمانوں کے قدم تھانیسر پر اس طرح جمے کہ انہوں نے بے شمار علماء و محققین، مصنفین، و شعرا کو جنم دیا، مدارس قائم کئے خانقاہیں بنوائیں۔ ۱۹۴۷ء تک ان کی بزم علم و ادب آباد تھی۔ تھانیسر ایک اسلامی شہر تھا لیکن اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا تقسیم ہند کے نتیجے میں وہاں کے مسلمان پاکستان منتقل ہوگئے۔ ان کے نقوش اب تک تھانیسر

Marfat.com

میں قائم ہیں اور اب بعض کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکے ۔ مساجد ویران اور مدارس اجڑ چکے ہیں اور اب ان مزارات و خانقاہوں کی حفاظت جن میں اسلامی علوم وفنون کی نابغۂ روزگار شخصیتیں مدفون ہیں غیر مسلموں کے ذمہ آئی ہے ۔ ۱۹۹۸ھ کو راقم الحروف شیخ جلال الدین تھانیسری اور دیگر علماء کے مزار پر تھانیسر حاضر ہوا تو پتہ چلا کہ شیخ جلال الدین کے مزار کی چابی غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

عظمت رفتہ :

قرون وسطی کے ھندوستان میں تھانیسر ایک علمی و روحانی شہر تھا یہاں سینکڑوں علماء و مشائخ نے جنم لیا۔ شعرا و حکماء دانشوران قوم کی ایک بڑی کھیپ یہیں تیار ہوئی ۔ یہاں ہر دور میں علماء، مشائخ، مورخین، محققین اور ادبا جنم لیتے رہے ۔ مفسرین اور شعراء کی ایک بڑی جماعت یہاں سے تعلق رکھتی ہے ۔ فقہا اور مجاہدین کی الگ فہرست ہے ۔ مفسرین میں شیخ محمد بن احمد معروف بہ کمال الدین زاہد، استاد شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ غلام مصطفیٰ، صاحب بحر العلوم الاسلامیہ یہیں سے تعلق رکھتے ہیں ۔

عربی شعرا میں قاضی عبد المقتدر تھانیسری (دہلوی)، شیخ احمد تھانیسری، مولوی محمدی بسمل تھانیسری جیسی عربی شعر و ادب کی برگزیدہ ہستیاں شامل ہیں ۔ اول الذکر موجودہ ہند کے غالباً اولین عربی شاعر ہیں ۔

اسی دور کی ایک اور اہم ہستی معروف مورخ شمس سراج عفیف کی ہے جو تاریخ فیروز شاہی اور کتاب النجوم کے مصنف ہیں انہوں نے

129519

Marfat.com

فیروز شاہ کے ایماء پر سنسکرت سے فارسی میں علم موسیقی کی ایک کتاب کا ترجمہ کیا تھا جس کا ذکر ہم آیندہ صفحات میں کرینگے۔ سنسکرت سے یہاں کے علماء کا ہمیشہ تعلق رہا۔ عہد اکبری کے نامور عالم اور کروڑی شیخ احمد محدد الف ثانی کے خسر حاجی سلطان تھانیسری بھی سنسکرت کے بڑے عالم تھے انہوں نے مہا بھارت کا رزم نامہ کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔

مشائخ میں شیخ نظام الدین اولیا کے مرید شیخ نجم الدین محبوب عرف شکر خائی یہیں پیدا ہوئے۔ علاوہ ازایں شیخ محمد اکرام نے شیخ ناصر الدین تھانیسری کا مختصر ذکر کیا ہے جن کے حالات ہمیں نہ مل سکے۔ شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ نظام الدین، شیخ فرید، شیخ ضیاء الدین حسین، مولوی مراد اللہ، شیخ عبد الرحمٰن اور میراں شاہ نانو جیسی برگزیدہ ہستیاں یہیں سے تعلق رکھتی ہیں۔

فارسی شعراء میں نسبتی تھانیسری، وحشت، لالہ حکیم چند ندرت، شیخ عبد الواحد، مولانا امام بخش صہبائی اور مولوی عبد الکریم سوز کا تعلق یہیں سے ہے۔

اردو شعراء میں امام بخش تھانیسری، عبد الحکیم بسمل، رحیم بخش طرب، عبد الرضاء، امام بخش زار، جمیل الدین جمیل اور محمد یعقوب نسیم جیسے شعرا یہیں پیدا ہوئے۔

مدارس:

تھانیسر میں شیخ جلال الدین تھانیسری کی خانقاہ و مدرسہ مشہور تھا۔ وہاں اکبر بادشاہ دو مرتبہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ جلال الدین عمر بھر درس و تدریس اور تزکیۂ نفس میں مشغول رہے۔ شیخ جلال، شیخ عبد القدوس گنگوہی کے مرید ہونے سے قبل سماع و وجد سے

Marfat.com

مخالف تھے ایک مرتبہ جب شیخ عبد القدوس گنگوہی تھانیسر میں اپنے کسی مرید کے ہاں مہمان ہوئے اور شیخ جلال الدین تھانیسری کو پہلی مرتبہ اپنی ارادت میں داخل کیا تو اسی مدرسۂ جلالی میں تشریف لائے تھے جیسا کہ آیندہ اوراق میں شیخ جلال الدین کے حالات میں اس کی تفصیل آئیگی۔ شیخ جلال الدین کی خانقاہ و مدرسہ اب بھی تھانیسر میں کس مپرسی کی حالت میں موجود ہے۔اسی میں آپکی قبر ہے۔

مدرسۂ مولانا نسبتی :

تھانیسر سے باہر مولانا نسبتی تھانیسری کا تکیہ و مدرسہ تھا جہاں وہ درس و تدریس اور تزکیہ نفس میں مشغول رہتے تھے وہ فارسی کے معروف شاعر تھے داراشکوہ کو ان سے عقیدت تھی جیسا کہ آیندہ اوراق میں اس کی تفصیل آئیگی۔اب مدرسہ مولانا نسبتی کا کہیں وجود نہیں ملتا۔

مدرسہ و خانقاہ شیخ چلی :

۱۶۵۰ء میں داراشکواہ نے ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ جو مدرسۂ تھانیسر کے نام سے مشہور تھا۔ یہ تھانیسر کا ایک عظیم الشان دارالعلوم تھا۔ اس کی عظیم الشان عمارت اب محکمۂ آثار قدیمہ کی بے توجہی کی شکار اور بے التفاتی روزگار کی نوحہ خواں ہے۔اسی میں ایک جانب شیخ عبدالرحیم معروب بہ شیخ چلی کا مزار ہے۔ اس کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھتے ہیں :

Madarsa Thanesar: The Madarasa was located near the Tomb of Sheikh Abdur Rahim (Popularly known as Sheikh Chilli) The building of the Madarsa a Masonry Structure, ocupied on area of 174 sq.fts. and had three arades, on

Marfat.com

each of its three sides, on eastern side, stood a big gate with a rolw of rooms for the students. The institutions building is reported to have been built by Dara Shikoh in 1650. (the Madarsa as converted in to a Gurodwara during the Sikh regime in Punjab).

ترجمہ: تھانیسر میں درگاہ شیخ چلی کے قریب ایک مدرسہ تھا مدرسہ شیخ چلی کے نام سے مشہور تھا۔ مدرسہ کی عمارت ایک سو چوہتر فٹ مربع ہے اس کے ہر طرف نونو دراور جانب مشرق دروازہ مع سیڑھیوں کے بنا ہوا ہے (اس کے دروازے ہندوانہ وضع کے ہیں) جب سکھوں نے زور پکڑا اور درگاہ شیخ چلی کو گردوارہ بنایا تو اس عمارت میں گرنتھ رکھا گیا اب یہ عمارت شکستہ حال اور مرمت طلب ہے اثریات ہند کے بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ اس مدرسہ کو ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۵۰ء میں داراشکوہ نے تعمیر کرایا تھا۔

Marfat.com

مفسرین و قراء

شیخ محمد بن احمد تھانیسری، کمال الدین زاہد

شیخ محمد بن احمد شریحی کندی خانوادہ کے فرد، تفسیر کاشف الحقائق وقاموس الدقائق، کے مؤلف غیاث الدین بلبن کے دور کے ایک بلند پایہ محدث، مفسر اور صاحب ورع عالم تھے۔ وہ وطناً تھانیسری ہیں ان کے بعد بھی تھانیسر کے کئی افراد نے انکے خاندان میں بڑا نام پایا۔ جن میں قاضی عبدالمقتدر تھانیسر ری دہلوی (متوفی ۷۹۱ھ) اور شیخ احمد بن محمد تھانیسری (متوفی ۸۲۰ھ بہت مشہور ہیں۔ کئی شریحی کندی افراد کی شیخ مجدد الف ثانی نے اپنے دور میں سفارش کی اور ان کے خانوادہ علمی کا شاندار تعارف کرایا تھا۔

شیخ محمد بن احمد تھانیسری بعد میں گجرات کے ایک گاوں مرکل میں رہنے لگے تھے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ ان کا آبائی وطن مرکل تھا بلکہ اس سے پہلے وہ تھانیسری ہیں۔

انہوں نے دہلی میں تعلیم پائی، تقوی و زہد کی بنا پر ان کا لقب کمال الدین زاہد پڑھ گیا تھا، شیخ برہان الدین محمود بلخی (متوفی ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء) سے تعلیم حاصل کی جو ایک متبحر عالم صاحب ہدایہ کے شاگرد اور حدیث میں علامہ حسن بن محمود صغانی لاہوری (متوفی ۶۵۰ھ) سے سند یاب تھے تعلیم سے فراغت کے بعد نجم الدین تلواسی کے نام سے منسوب دہلی کی ایک مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، وہیں ان کے نامور ترین شاگرد گرامی شیخ نظام الدین اولیاء نے ان سے اخذ فیض کیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء کو انہوں نے درج ذیل سند لکھ کر دی تھی۔

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لمن له الاهتداء و الا عطاء والصباح والرواح والمدح لمن له الاالاء واالنعماء والصباح و المداح والصلوٰة الفصاح على ذى الفضائل السماء والكلمة والكلام المفتاح والمناقب العلياء و الا حاديث الصحاح صلوٰة تدوم دوام الصباح والرواح۔
وبعد فان الله تعالى وفق الشيخ الامام العالم الناسک السالک نظام الدين محمد بن احمد بن على مع وفور فضله فى العلم و بلوغ قدره ذروة الحلم مقبول المشائخ الكبار منظور العلماء الا خيار والابرار بان قراء هذاالاصل المستخرج من الصحيحين على ساطرهذه السطور فى زمن الزمن الحار ودورا الا مطار من اوله الى اخره قراءة بحث واتقان وتنقيح معانيه و تنقير مبانيه و كاتب السطور يرويه قراءة و سماعا عن الشيخن الا مامين العالمين الكا ملين احد الشخين مؤلف شرح آثارا النيرين فى اخبارا الصحيحين والاخر صاحب الدرسين المنيرين الامام الاجل الكامل مالک رقاب النظم والنثر برهان الملة والدين محمود بن ابى الحسن اسعد البلخى رحمة الله عليهما رحمة واسعة كتابة وشفاهة و همايرويانه عن مذلنه و اجزت له يروى عنى كماهو المشروط فى هذالباب والله اعلم بالصواب، واوصيته ان لا ينسانى واو

Marfat.com

لادی فی دعواته و خلوته و صح له القراة و السماع و کتب هذه السطور فی الثانی والعشرین من ربیع الاول سنة تسع و سبعین و ستمائه حامد اللّٰه تعالی و مصلیا علی رسو له "۔

زہد و اتقاء میں بھی کمال الدین زاہد کا پایہ بلند تھا۔ ایک مرتبہ غیاث الدین بلبن نے ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ شاہی امام بن جائیں شیخ نے فرمایا! میرے پاس نماز کے علاوہ اور ہے ہی کیا! بادشاہ اس کو بھی برباد کرنا چاہتا ہے۔ ۶۸۴ھ ۱۲۸۵ء کو دہلی میں انتقال فرمایا ان کی تالیف کردہ عربی تفسیر کاشف الحقائق وقاموس الدقائق کے دو قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔ ایک درگاہ شاہ ابولخیر دہلی میں اور دوسرا ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں۔ اول الذکر نسخہ شاندار کتابت کا عمدہ نمونہ ہے ۲۲ سطری یہ نسخہ ۱۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے چند صفحات مسطر اور باقی غیر مسطر ہیں۔ صفحات کی لمبائی ۹۱ سینٹی میٹر اور چوڑائی ۹ سینٹی میٹر ہے۔

اور مؤخر الذکر کا سائز طول میں ۲۵ سینٹی میٹر، کاغذ حنائی رنگ کا باریک اور چکنا ہے کتابت نہایت روشن چمکدار اور واضح ہے کاتب کا نام درج نہیں۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتے کا یہ نسخہ ۷۱۳ اوراق پر مشتمل ہے بعض اوراق بے ترتیب بھی ہیں۔ اس پر نصرت جنگ کی مہر ثبت ہے۔

اس تفسیر کی حیثیت تاریخی ہے اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ھندی نژاد عالم کی اولین مکمل عربی تفسیر ہے۔ عربی نہایت فصیح اور معیاری ہے جس سے مفسر کی عربی زبان پر قدرت کاملہ کا احساس ہوتا ہے اور جا بجا یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ مفسر موصوف اصول تفسیر کا غیر معمولی مذاق رکھتے تھے۔

Marfat.com

ابتداء اس طرح ہے: الحمدللّٰہ رب العالمین الذی انزل علی حبیبه القران و جعله هادیا الی دقائق لا هل العرفان واو دع فیه لطائف اسراره لم یطلع علیها الامن کان جد یرالعتبة داره وتقدست ذاته و صفاته عن الکون والفسادو تنزه وجوده عما یصفه اهل الحلول والاتحاد و تفرد بو حدانیته عن الاماکن والاکوام وتو حد لجلا له عن المشابهة والحدثان والصلوة والسلام علی رسوله محمد خیرالانام واله واصحابه هداة الاسلام جعله بین سائر المظاهر مظهر اجامعا وکالشمس بین الکواکب لا معا امابعد فیقول اضعف عباداللّٰه الممجد محمد بن احمد بن محمد الشریحی الکندی ثم التنها نیسری ثم الکجراتی اصلح اللّٰه شانه و صانه علی شانه وغفر له ولوالدیه وانعم علیهما وعلیه بمالدیه۔

دوسری اہم خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہے کہ یہ تصوف کے رنگ میں لکھی گئی ہے جونکہ ساتویں صدی ھجری کا زمانہ ھندوستان میں تصوف کا عہد عروج تھا مؤلف نے اسی انداز میں تشریح وترجمانی سے کام لیا ہے اور جابجا صوفیائے عظام: حضرت حسن بصری، علامہ دینوری، امام القشیری، مولانا جلال الدین رومی اور شیخ سعدی شیرازی کے اقوال درج کئے ہیں۔

اس کے ماخذ کے بارے میں بھی مؤلف نے اشارے کئے ہیں، لکھتے ہیں:

واخذت من بعض التفاسیر بعین الکلام

Marfat.com

المنقول و قلت فی اکثر مواضع لطائف منی لم یطلع علیها ذوی العقول۔

وہ اپنے معاصر قاضی بیضاوی (۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء) کے طرز پر تفصیلی انداز بیان بھی اختیار کرتے ہیں جو اخیر میں بالکل ہلکا پڑ گیا ہے۔ وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

لما کانت اکثر التفا سیر بفوائد العربیة والشر یعة ولم یکن تفسیر حاویالد قائق الطریقة والحقیقة بحیث یکون احسن تحریرا و اصلح تقریرا اردت ان اکتب تفسیرا موجز اشاملا لا سرارالالهیات کاشفا لمافی القران من التد قیقات هادیاالی طریق الرشاد موصلا الی سبیل السداد۔

ذیل میں بعض آیات کی تفسیر درج ہے جو درگاہ شاہ ابوالخیر کے قلمی نسخے ماخوذ ہے: سورۃ کوثر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الکوثر فی الحقیقة استغراقه فی بحر جماله و دنوه فی منازل قربه وله الکوثر القلب یجری فیه انوار مشاهدة الحق من بحار الازل والابد ویزید فی کل نفس سواقیها الی الابد فصل لربک ای اتصل بنورا لربوبیة بخالص العبودیة۔ وانحر۔

تنفسک قربانالکشف مشاهدتی۔ ان شانیک هوالابترای ان مبغضک هوالمنقطع عن الوصول الینا وعن الخیرات کلها۔ ۸

سورۃ اخلاص کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

قل کان الله جل جلاله متنزا ابنفسه فی ازل

Marfat.com

ازلہ قال کنت کنز امخفیا فا حببت ان اعرف۔ فاذاوجد اعلام ظهور افعاله عرف نعوته بفعله فلم یعرف احد بالحقیقة۔ اذاالو سائط حجاب فارادظهور كنوز ذاته وصفاته فاختارمن خلا صته الجود خاصا خالصا فالبس لسانه فصاحة الربو بية و نور قلبه بنورالمعرفة فظهر لعينه عين الحقيقة فامر بتعريفه بعبارةالعارفين يقول قل ظاهره امروباطنه سر تحت کلاالحرفين فالقاف اشارة الى قربه له و اللام ايماء الى لطفه عليه۔

بحرالعلوم حافظ غلام مصطفیٰ

مولانا حافظ غلام مصطفیٰ شیخ محمد اکبر تھانیسری کے فرزند تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ مختلف علوم پر دسترس و مہارت رکھنے کی بنا پر بحرالعلوم ان کا لقب تھا، اخیر میں وہ تھانیسر سے ترک وطن کر کے دہلی منتقل ہو گئے تھے۔

مولانا غلام مصطفیٰ نواب قطب الدین محدث دہلوی صاحب مظاہر حق کے اجداد میں تھے۔ انکی تصانیف وراثۃً نواب صاحب کو پہنچی تھیں۔ نواب صاحب نے مدینہ ہجرت کرتے وقت وہ تمام تصانیف اور اپنے کتب خانے کا قیمتی حصہ مولانا محمد اسمٰعیل جھنجھانوی کاندھلوی (والد ماجد مولانا محمد الیاس بانی دعوت وتبلیغ) کو دے دیا تھا۔ تفسیر بحرالعلوم الاسلامیہ کے نسخۂ مظاہر علوم سے بھی اس بات کا انکشاف ہوتا ہے۔ مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کا خیال ہے کہ مولانا محمد اسمٰعیل کی

Marfat.com

پہلی زوجہ (والدہ مولانا محمد میاں) نواب قطب الدین کی صاحبزادی تھیں۔(۱)

انہوں نے مختلف علوم پر کتابیں تصنیف کیں ان کی درج ذیل تصانیف کا ہمیں علم ہو سکا۔

(۱) شخوص الحکم یا شخوص الھمم شرح فصوص الحکم (بزبان فارسی) ۲۵۰ صفحات پر مشتمل اس شرح کے کئی مخطوطات ٹونک، بلخیہ، آصفیہ میں موجود ہیں ایک مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ کے حبیب گنج کلکشن ۲۱/۲۱۵ پر موجو ہے کاتب کا نام حیات علی بن اسرائیل درج ہے۔

(۲) تفسیر مصطفوی یا بحرالعلوم الاسلامیہ (فارسی) سات ضخیم جلدوں میں ہے یہ تفسیر قرات کے مخصوص نہج کو مدنظر رکھکر لکھی گئی ہے۔ ھندوستان کے مختلف کتابخانوں میں اس کے قلمی نسخے محفوظ ہیں دو جلدیں عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک کے کتب خانہ میں ہیں اس کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

۱۲۲ فارسی تفسیر اوراق ۶۹۷ سائز ۲۲ش ۳۱ سطور ۲۱
کاتب کا نام موجود نہیں تاریخ کتابت ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء بخط نستعلیق

۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء میں اس کی ترتیب شروع ہوئی اور ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۸ء میں مکمل ہوئی ابتداء میں ایک مقدمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجمع الرسوم، مدائح القادریہ، شرح مدائح القادریہ اور طب مصطفوی بھی ان کی تصانیف ہیں تفسیر مصطفوی کا مکمل نسخہ مظاہر علوم سہارنپر کے کتب خانہ میں راقم الحروف کے زیر مطالعہ رہا خیال ہے کہ یہ نسخہ مصنف بھی ہے۔

ابتداء: من القراءات العشرہ نص علی ذالک الا

---

(۱) صحیفہ نور، ص ۶۴، پہلا شمارہ، دسمبر ۲۰۰۰ء

Marfat.com

مام احمد قال ابن مفلح الخ۔

اختتام: ہر یکے را بعد وجوہ اول او بدستور برآورد واللہ اعلم بالصواب۔

ترقیمہ: تحت ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء۔

مولانا حافظ غلام مصطفیٰ تھانیسری نے ۱۲۰۰ھ / ۸۵-۱۷۸۴ء میں انتقال کیا۔(۱)

---

(۱) شرافت علی خان [illegible] فہرست مخطوطات عربی فارسی [illegible]

سید محمد حسن قیصر امروہوی [illegible] مراۃ التصوف

تصوف برصغیر میں۔

Marfat.com

فقہاء وقضات

شیخ محمد بن قاضی عبدالمقتدر تھانیسری دہلوی

شیخ محمد قاضی عبدالمقتدر کے فرزند ہیں انہوں نے اکثر علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی وہ ایک ذہین اور تیز طبع عالم تھے ان کے بھائی عبدالحئی (والد مفتی ابوالفتح جونپوری) بھی جوانی میں فوت ہوئے انہوں نے بھی عنفوان شباب میں انتقال فرمایا۔ سیر العارفین میں انکی ذہانت اور وفات کا واقعہ لکھا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ مخدوم جہانیان جہاں گشت جب مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو اُچہ کے دیگر عمائدین کی طرح وہاں کا ھندو تحصیل دار بھی آپ کی بیمار پرسی کے لئے آیا۔ دوران گفتگو اسنے کہا کہ جس طرح خدا تعالی نے حضرت رسول عربی کو ختم الانبیاء بنایا اسی طرح حضرت مخدوم جہانیان ختم الاولیاء ہیں۔ اس ھندو تحصیلدار بنام نواہون کی گفتگو حضرت مخدوم کے برادر خورد وسید راجو قتال بھی سن رہے تھے۔ ان کے مزاج میں کثرت مجاہدہ وریاضت سے کسی حد تک خشکی غالب آگئی تھی۔ نواہون کے اس فقرے پر سید راجو قتال نے کہا کہ حضرت رسول اکرم کو آخر نبی ماننے کی بنا پر تم مسلمان ہو گئے اب اسلام کے احکام بجالانے تم پر لازم ہیں ورنہ تم مرتد سمجھے جاؤ گے۔ نواہون تحصیلدار اس پر راضی نہ ہوا اور بھاگ کر فیروز شاہ تغلق، بادشاہ دہلی کی خدمت میں پہنچا اور ان کو حالات بتائے۔ سید راجو قتال بھی حضرت مخدوم کی تجہیز وتکفین سے فراغت پاکر ان کی تلاش

Marfat.com

میں دہلی پہنچے بادشاہ کو خبر لگی تو انہوں نے علماء دہلی سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اس نے نواہون سے مسلمان ہونے کیلئے کہا لیکن وہ نہ مانا فیروز شاہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسا راستہ نکل آئے کہ نواہون پر بھی جبر نہ ہو اور سید راجو قتال بھی ناراض نہ ہوں اس وقت علمائے میں قاضی عبدالمقتدر تھانیسری دہلوی کے بیٹے شیخ محمد نے فیروز شاہ تغلق کو رائے دی کہ: جب سید راجو قتال آپکے پاس آئیں تو آپ ان سے دریافت کریں کہ کیا آپ نواہون کافر کا قضیہ فیصل کرنے آئے ہیں؟ گمان غالب ہے کہ وہ ہاں کہیں گے اور اسکے بعد انکے لئے نواہون کو مسلمان کہنا مشکل ہو جائیگا۔ بادشاہ کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ چنانچہ سید راجو قتال جب بادشاہ کے خدمت آئے تو بادشاہ نے انسے یہی سوال کیا۔ لیکن سید راجو قتال نے فوراً جواب دیا کہ میں تو نواہون مسلمان کا جس نے میرے اور معتبر گواہوں کے سامنے اسلام کا اقرار کیا ہے، فیصلہ کرنے آیا ہوں۔

اس وقت شیخ محمد بن قاضی عبدالمقتدر تھانیسری نے کہا کہ اس نے مناسب طریقے پر اور دل سے اسلام کا اقرار نہیں کیا اس لئے انکا اسلام شرعی طور پر ثابت نہیں ہوتا! آپ اسے کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہیں؟

یہ سن کر سید راجو قتال کو طیش آ گیا اور انہوں نے شیخ محمد کی طرف غضبناک انداز میں دیکھا جس کے نتیجے میں وہ فوراً دردِ شکم سے تڑپنے لگے اور تھوڑی دیر بعد انتقال کر گئے۔ صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ شیخ محمد تیز طبع ذہین اور نوجوان تھے۔

بادشاہ نے یہ واقعہ دیکھکر نواہون تحصیل دار کو فوراً سید راجو قتال کے حوالے کر دیا۔ اور پھر سید صاحب نے ارتداد کے الزام میں تحصیلدار کی گردن اڑا دی۔

(سیر العارفین ص ۱۵۹-۱۶۰)

(شیخ محمد اکرام: آب کوثر۔ ص ۲۸۵-۲۸۵)

Marfat.com

قاضی محمود تھانیسری

قاضی محمود تھانیسری عہد بابری کے نامور فقیہ و قاضی تھے۔ انکا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق سے جاملتا ہے، وہ کابل سے آکر تھانیسر میں مقیم ہوئے۔ تھانیسر کے منصب قضا پر بھی فائز رہے ان کے دوسرے بھائی شیخ محمد جنکا ذکر آرہا ہے بھی قاضی تھے۔

قاضی محمود تھانیسری کے فرزند، ممتاز فقیہ اور عہد اکبری کے نامور عالم شیخ جلال الدین تھانیسری نے بڑا نام پایا۔ ان کا تذکرہ آئندہ اوراق میں ہم کرینگے۔ مولانا اعجاز الحق قدوسی نے اپنی تصنیف شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور انکی تعلیمات میں قاضی محمد کو جو قاضی محمود کے بھائی تھے، شیخ جلال الدین تھانیسری کا والد لکھا ہے، جو درست نہیں ہے۔

قاضی محمد

قاضی محمد تھانیسری کی کنیت ابو محمد ہے وہ نامور حنفی فقیہہ اور متدین عالم تھے صاحب نزہتہ الخواطر نے ان کے بارے میں لکھا ہے ''کان من کبار العلماء'' (بڑے علما میں سے تھے) شیخ، رکن الدین محمد بن عبدالقدوس گنگوہی نے لطائف قدوسیہ میں ان کا ذکر کیا ہے قیاس ہے کہ آپ شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ) کے وہی چچا ہیں جنکا ذکر خیر انہوں نے اپنے عربی رسالہ تحقیق اراضی الہند میں کیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ ابوالفتح بن عبدالغفور تھانیسری (۹۷۶ھ) کا ذکر ملتا ہے جو مخدوم الملک شیخ عبداللہ سلطانپوری کے ہم عصر تھے۔ (۱)

(۱) نزہتہ الخواطر، ص ۲۹۳، ج ۴

Marfat.com

مفتی ابوالفتح

مفتی ابوالفتح بن عبدالغفور تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ شیخ جلال الدین تھانیسری کے چچا قاضی محمد فاروقی سے نحو، فقہ و اصول کی تعلیم پائی۔ حکمت و فلسفہ شیخ حسین البکری سے حاصل کیا اکبرآباد میں شیخ رفیع الدین محدث شیرازی سے حدیث کی سند حاصل کی اور پھر انہی کے مدرسے میں حدیث، منطق اور فقہ کا درس دینے لگے وہیں اقامت اختیار کرلی تھی۔ پچاس سال تک فقہ، حدیث، فلسفہ و حکمت کی تدریس میں مشغول رہے۔ انکے تلامذہ میں شیخ افضل التمیمی، قاضی ناصرالدین الحاج ابراھیم سرہندی شیخ عبدالقادر بدایونی، اور کمال الدین حسین شیرازی مشہور ہیں علاوہ ازیں بے شمار علماء و فضلاء نے ان کی شاگردی اختیار کی وہ اپنے وقت کے متفق علیہ فقیہ اور محقق عالم تھے ان دنوں تھانیسر میں ان کے ہم عصر علماء میں شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ) اور حاجی سلطان تھانیسری (خسر شیخ مجدد) قابل ذکر عالم تھے۔ اول الذکر کے مفتی ابوالفتح سے خاندانی روابط تھے۔ دونوں کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ ۹۷۶ھ میں انتقال ہوا کسی نے تاریخ وفات 'موت مفتی' سے نکالی۔

شیخ جلال الدین تھانیسری

شیخ جلال الدین محمود تھانیسری عہد اکبری کے نامور فقیہ اور شیخ طریقت تھے۔ انہوں نے گہوارہ علم و فضل میں تعلیم و تربیت پائی ان کے چچا شیخ محمد تھانیسری منصب قضا پر فائز تھے۔ تحقیق اراضی الہند میں انہوں نے غالباً انہیں کے فضل و کمال کی طرف دو جگہ اشارہ کیا ہے۔ انکا خاندان بلخ و کابل سے وارد ہندوستان ہوا تھا۔ سترہ سال

Marfat.com

کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آئین اکبری میں عہد اکبری کے چھ علماء کے بعد ان کا نام ہے۔ ابتداء میں وہ وجد وسماع کے مخالف تھے لیکن شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونیکے بعد ان کا رجحان بھی اسطرف ہوگیا۔ ۹۶۹ھ کو ائمہ تھانیسر کی سفارش کیلئے آگرہ گئے وہیں ملا عبدالقادر بدایونی نے ان سے ملاقات کی ۹۸۱ھ میں بدایونی خود ان کی ملاقات کو تھانیسر گیا تھا۔ استغراق اور ذوقِ سماع کے باوجود وہ ہر قسم کی عبادت اور آداب شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ اسّی سال تک روزانہ ایک مرتبہ قرآن مجید مکمل کر لینے کا معمول رہا اکبر بادشاہ اپنے بھائی مرزا حکیم کی بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے وارد پنجاب ہوا تو اثنائے راہ تھانیسر میں قیام کیا اور شیخ جلال الدین کی خانقاہ میں حاضر ہوا کافی دیر تک حقائق و معارف پر گفتگو کی۔ ابوالفضل بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ آخری صحبت میں بادشاہ کے اشارے پر ابوالفضل نے شیخ جلال سے دریافت کیا کہ درد عشق کی دوا کیا ہے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سب سے نزدیکی راستہ کون سا ہے یہ سنکر آپ پر گریہ طاری ہوا اور یہ شعر پڑھا:

آہ از استغنائے دلبر آہ آہ　　کز تعظیم بست بر کونین راہ

اس کے کچھ عرصے بعد ۱۴/ یا ۲۵ ذی الحجہ ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء کو آپ نے رحلت فرمائی۔ تذکرہ نگاران کی عمر کے بارے میں مختلف الرائے ہیں منتخب التواریخ نے ۹۳ سال، صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ۹۰ سال، داراشکوہ نے ۹۶ سال، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ۹۰ سال ان کی عمر لکھی ہے۔ اولاد میں دو بیٹی اور ایک فرزند شیخ عبدالبصیر تھے جو ان کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ شیخ نظام الدین تھانیسری ان کے

Marfat.com

داماد اور بھتیجے تھے۔ شیخ جلال الدین کی دوسری بیٹی شیخ عبد القدوس گنگوہی کے فرزند شیخ ابوسعید گنگوہی کے نکاح میں تھی وہ شیخ جلال الدین کے خلیفہ وشاگرد بھی ہیں۔ شیخ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں:
ارشادالطالبین، تفسیر سورۃ التین، گلزار جلال، تحقیق اراضی الھند (عربی)

بعض تذکروں میں انکے مکاتیب کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اول الذکر پہلی مرتبہ مسلم پریس جھجر سے مہتمم پریس غلام احمد بریاں نے مع ترجمہ و متن شائع کی۔ ۲۸ رصفحات کا یہ رسالہ تصوف میں ہے۔ سورۃ التین کی تفسیر کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔ گلزار، جلال بشکل مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔ تحقیق بیع الاراضی الہند کا بھی ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں ہے۔ ۱۹۶۳ء مفتی انتظام اللہ شہابی کے مقدمہ اور سید سعید اشرف ندوی کے اردو ترجمہ کے ساتھ دائرہ معین المعارف کراچی سے یہ رسالہ طبع ہوگیا ہے۔ ۱۳۰۳ھ میں پہلی مرتبہ یہ مطبع احمدی مرادآباد سے شائع ہوا تھا یہ رسالہ عربی میں ہے: اراضی ھند کے متعلق شیخ جلال الدین کے زمانے میں بحث چلی کہ مسلم حکمراں کسی کو زمین وراثت اور ملکیت کے حقوق کے ساتھ دے سکتے ہیں یا نہیں۔ بعض علماء نے یہ فتوی دیا تھا کہ سلطان کو یہ جائز نہیں کہ کوئی قطعۂ اراضی بخش دے اگر سلطان نے ایسا کیا تو وہ شخص مالک نہ ہوگا، ان کی دلیل بظاہر یہ تھی کہ مسلمان فاتحین نے جس وقت ھندوستان فتح کیا اسی وقت مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دی تھی یا اصل مالک کے زیر قبضہ رہنے دی اور اب بھی ان کی ملکیت چلی آتی ہے۔ صورت اول اور ثانی میں سلطان یا بادشاہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کوئی اراضی اس طرح بخشدے اور یہ فقہ حنفی کے مطابق ہے۔ شکل اول میں تو فقہائے احناف میں کوئی اختلاف نہیں لیکن شکل ثانی میں عدم جواز جب ہی متحقق ہوگا جب

Marfat.com

یہ پتہ چل جائے کہ یہ اس کے اصل مالک ہیں۔ اور نسلا بعد نسل یہ زمین انہیں کے قبضۂ وتصرف میں چلی آتی ہے۔ شیخ جلال الدین نے ان دونوں صورتوں کی فقہی حیثیت، اختلاف فقہاء اور تعمیل کو مد نظر رکھتے ہوئے دلائل سے واضح کیا ہے کہ ھندوستان میں شکل اول نادرالوجود ہے اگر ہے تو واقعی سلطان کو بلا مرضی مالک اس اراضی کو کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں دینے کا حق نہیں۔ لیکن انہوں نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ فاتح اول کے وقت سے اسی قوم کے قبضے میں کوئی اراضی چلی آرہی ہو ھندوستان میں اسکی نظیر کمیاب ہے لہٰذا سلطان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے یہ اراضی ھبہ کردے۔ لکھتے ہیں:

"فاعلم اولاان احکام الشرع المبین مبنیة علی العلم وغالب الظن المتین لاعلی الوھم و مجردالظن اوالتخمین فان الظن لایغنی من الحق شیا قال اللّٰہ تعالی ولاتقف مالیس لک بہ علم ای لا تتبعہ و معلوم با لخبر المستفیض ان ولا یة الھند فتحت عنوة ای قھرا وغلبة ومضی علی ذلک قریب اربعمائة سنة لا علم لنا ای مکان کان فی ذلک الوقت مسکونا فیہ وغیر مسکون فیہ۔ ومن کانت فی ایدیھم الارض قبل عھدا لاسلام وحدث بعد ذالک حوادث کثیرہ ھلک فیھا اکثرالرعیہ و تفرق من بقی منھم ایدی سباو ذھبوا شرقا وغربا شمالا و جنوبا وسکن بعضھم بعد مدة فی بلد وآخرفی قریة اخری بسبب استیلاء العساکر قھرا و غلبة ووقوع القحط و الوباء وموت عوام الخلق فی

Marfat.com

الشدة والبلأ۔(۱)

شیخ غلام حسین تھانیسری

شاہ غلام علی مقامات مظہری میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کے پسندیدہ اور ریاضت کرنے والے اصحاب میں سے تھے۔ پنجاب کے شہر بٹالہ میں علم فقہ پڑھا، طریقۂ قادریہ شیخ غلام قادر شاہ قادری سے حاصل کیا، پھر حضرت محمد میر سے سات سال صحبت رہی حضرت شیخ الشیوخ محمد عابدؒ کے خلیفہ صوفی عبدالرحمٰن کی زیارت کی اور ان سے توجہات لیں اس کثرت سے جمعیت حاصل کر کے آپ (حضرت مرزا مظہر جان جاناں) کی خدمت میں پہنچے۔ کئی سال تک صحبت مبارک کا التزام کیا اور طریقہ کے مراتب سلوک میں آپ کی توجہات علیہ سے ترقی کی سیر و سلوک باطنی نے تجلیات اسم الظاہر سے گذار کر اپنے باطن کے معاملہ کو تجلیات اسم الباطن تک پہنچایا لہذا حبس نفس اور کیفیات ولایت کی گرمی سے ان کے نفس کی تاثیر بہت گرم، شوق افزا، آزاد اور بے تکلف ہوگئی۔ باطنی حالات کے ادراک کیلئے ان کی وجدانیات صحیح ہیں رام پور میں افغانوں نے ان سے طریقہ حاصل کیا اور ان کی توجہات سے گرمی اور حرارت قلبی کا کسب کیا۔

میں (شاہ غلام علی) نے ان کے اصحاب کو ان کی صحبت کی کیفیات و برکات سے بہرہ ور پایا اور اس جماعت میں سے دو کو میں نے ممتاز دیکھا۔ (۲)

---

(۱) خزینۃ الاصفیا، نزہۃ الخواطر، اذکار ابرار، حدیقۃ الاولیاء، آئین اکبری، تذکرہ علماء ہند۔ اخبار الاخیار، تحقیق اراضی الھند۔

(۲) مقامات مظہری (اردو) ترجمہ و تحقیق، اقبال مجددی ص ۴۲۵۔

Marfat.com

مشائخ و صوفیاء

مولانا نجم الدین محبوب شکر خائی

مولانا نجم الدین تھانیسر میں پیدا ہوئے نام نجم الدین محبوب لیکن شکر خان یا شکر خائی سے مشہور ہوئے۔ وہ حضرت نظام الدین اولیا (م ۱۳۲۴ء) کے مرید تھے مراۃ الاسرار میں ان کا نام محبوب عرف شکر خان لکھا ہے نور باطن، عشق و معرفت کشف و کرامت میں ممتاز تھے۔ صاحب سیر الاولیا، ان کے بارے میں رقمطراز ہیں، وہ نور باطن سے دونوں جہاں کی سیر کرتے تھے، بدرجہ کمال متقی تھے اور محبت و عشق میں ایک نشانی تھے۔ سلطان المشائخ (نظام الدین اولیا) کے اعلیٰ مریدوں میں عمدہ اوصاف اور اپنے پیر کی عقیدت میں بے نظیر تھے۔ امیر خورد (صاحب سیر الاولیاء) کا ان سے تعلق تھا۔ اس تعلق سے وہ لکھتے ہیں:

ایک دن یہ کاتب الحروف سلطان المشائخ کے روضۂ مبارک میں ان کی خدمت میں بیٹھا تھا گفتگو تلوینات محبت و رموز عشق کے بارے میں چلی کاتب الحروف نے اپنے ادبی حوصلے کے مطابق نظائر و امثال و حکایات اور اشعار عشق آمیز درد انگیز پڑھے کہ جوان بزرگ کے اثر صحبت کا فیضان تھا، پھر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اس گفتگو سے اس عاشق صادق میں ذوق جاگزیں ہو رہا ہے۔ پھر کاتب الحروف نے شفقت سے فرمایا کہ تم میں اس راہ کی قابلیت ہے لیکن کام کرنا

Marfat.com

چاہئے، حق تعالی اس صاحب ذوق کے انفاس کی برکت سے مجھے عمل مقبول کی نعمت سے نوازے۔(۱)

شیخ نظام الدین

شیخ نظام الدین تھانیسری شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء) کے خلیفہ، داماد اور بھتیجے تھے آپ کے والد شیخ عبدالشکور شیخ جلال الدین تھانیسری کے والد قاضی محمود کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ نے اپنے چچا شیخ جلال الدین سے کسب فیض کیا ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے اور مدرسہ و خانقاہ شیخ جلال واقع تھانیسر میں علم و عمل کا فیضان جاری کیا۔

شیخ نظام الدین تھانیسری کا عہد ہندوستان میں تصوف کا عہد زریں تھا، پنجاب میں اسوقت کئی مشائخ اصلاح باطن میں مشغول تھے سرہند میں شیخ مجدد الف ثانی تھے جنکے تھانیسر سے خاندانی روابط بہت پرانے تھے ان کے والد شیخ عبدالاحد شیخ جلال الدین تھانیسری کے پیر بھائی تھے خود شیخ مجدد الف ثانی کی شادی تھانیسر کے کروڑی اور مشہور عالم حاجی سلطان کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ اس لئے ان کی آمد و رفت تھانیسر میں بہت قدیم تھی، شیخ نظام الدین تھانیسری سے بھی ان کے روابط و تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

شیخ نظام الدین کی خانقاہ میں علماء و مشائخ اور سلاطین کی آمد و رفت رہتی تھی ایک مرتبہ شہنشاہ جہانگیر اپنی شہزادگی کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تصرف باطن کا طالب ہوا کہ کسی طرح اسے حکومت مل جائے شیخ نے اسے سلطنت کی بشارت دی۔ بادشاہ

---

(۱) امیر خورد کبیر الاولیاء ص ۵۰۰، عبدالرحمان چشتی مراۃ الاسرار ص ۳۴۵، ج ۲

Marfat.com

ہونیکے بعد اسکے بڑے لڑکے 'خسرو'' نے بغاوت کی وہ بھی تھانیسر آکر آپ سے تصرف باطنی کا طالب ہوا لیکن شیخ نے اسے بغاوت سے باز رھنے کو کہا شیخ کے حاسدین نے جہانگیر کے کان بھر دیئے کہ شیخ نے خسرو کیلئے سلطنت کی دعا کی ہے بادشاہ نے جلاوطنی کا حکم صادر کر دیا آپ حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے نکلے۔ حج وزیارت کے بعد چند سال حجاز میں قیام رہا۔ پھر بلخ کیلئے روانہ ہوئے بلخ آپ کے آباو اجداد کا وطن تھا وہاں اولاً پذیرائی نہ ہوئی لیکن بعد میں حاکم بلخ قلی خان ازبک (یا نذر علی خان) بھی آپ کا معتقد ہوگیا آپ کے مسلسل اضافۂ شہرت وعزت کو دیکھکر حاسدین نے رشک کرنا شروع کر دیا۔ حاکم وقت اور عوام وخواص کی نگاہ سے گرادینے کی تدابیر ہونے لگیں۔ حاسدین نے کہا آپ جمعہ کی نماز کیلئے شہر کی جامع مسجد میں حاضر نہیں ہوتے اپنی خانقاہ کی مسجد میں جمعہ کرتے ہیں جس سے تفریق بین المسلمین لازم آتی ہے، حاکم وقت بھی اس الزام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس نے آپ سے جامع مسجد میں حاضر ہونیکی فرمائش کی آپ نے فرمایا جامع مسجد کا امام رافضی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہ بات امام جامع مسجد اور عوام وخواص کے کان میں پہنچی تو ایک ھیجان سا پیدا ہو گیا عوام نے تہیّہ کرلیا کہ بادشاہ اور اس کے شیخ نظام الدین دونوں کو تہہ تیغ کر دیا جائے، بلوائیوں کا ھجوم شاہی محل کے گرد اکٹھا ہوگیا بادشاہ نے شیخ سے التجا کی کہ ھنگامہ فرو کرنے کی صورت پیدا کیجیئے۔ شیخ نے بادشاہ سے فرمایا آپ مطمئین رہیں اس کے بعد شیخ کی خانقاہ کو بھی دس ہزار بلوائیوں نے آگھیرا وہیں بادشاہ بھی قیام پذیر تھا۔ بلوائیوں کا سرغنہ امام جامع مسجد تلوار سونت کر شیخ نظام الدین کے سامنے آیا اور کہا: تو کہتا ہے امام مسجد رافضی ہے؟ اس بہتان کی سزا چکھ شیخ نے فرمایا بیشک

Marfat.com

آپ رافضی ہیں اور پھر بادشاہ کی طرف متوجہ ہوکر شیخ نے فرمایا اس کے موزے نکلواؤ اور دیکھو ان میں اسنے کیا رکھ رکھا ہے، بادشاہ نے اٹھکر امام کے موزے اتارے دیکھا تو کاغذ کے دو پرزے رکھے ہوئے تھے جن پر سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے اسمائے گرامی لکھے تھے۔ غصہ سے برافروختہ ہجوم امام کی یہ خباثت دیکھ کر تلملا اٹھا اور وہیں امام کو قتل کر دیا، اس کے بعد شیخ کی عقیدت و احترام میں بے حد اضافہ ہوگیا۔

آپکی اولاد میں خواجہ محمد سعید اور خواجہ عبدالحق ھندوستان میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ اول الذکر نے تھانیسر میں سکونت اختیار کی اور خواجہ عبدالحق کرنال میں مقیم ہوئے۔

کہتے ہیں کہ آپ علم کیمیا سیمیا وغیرہ علوم میں مہارت رکھتے تھے، حالانکہ بعض تذکروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے باقاعدہ کسی سے علم حاصل نہیں کیا، لیکن یہ بات بعید از قیاس اور خلاف واقعہ ہے آپ کے علمی ثبوت کیلئے آپ کی تصانیف بیّن ثبوت ہیں۔

کرامات:

صاحب اقتباس الانوار نے آپ کی متعدد محیر العقول کرامات نقل کی ہیں بعض بالکل عوامی سطح کی ہیں لیکن تعجب ہوتا ہے کہ اتنے بڑے عالم اور شیخ طریقت مولوی اکرم براسوی چشتی نے انہیں کیونکر زیب قرطاس کر دیا عوامی دلچسپی اور شیخ اکرم براسوی کی تقلید میں ہم بھی انہیں درج ذیل کرتے ہیں:

۱۔ کہتے ہیں کہ شاہ بلخ نذر محمد خاں اور شیخ نظام الدین و ہستان بلخ کی سیر کرتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی نہ تھا عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ شیخ نے اپنا عصا ایک پتھر پر مارا اسی وقت اس سے چشمہ جاری ہو

Marfat.com

گیا اس پہاڑ سے قریب جد شہر تھا اس میں ایک حکیم رہا کرا تھا اس نے جب یہ کرامت سنی تو کہا: اسوقت ستارہ آبی برج سرطان میں ہے اس لئے پانی نکل آیا۔ یہ کوئی کرامت نہیں، اتفاقاً ایک مرتبہ وہ حکیم شیخ سے ملنے آیا، شیخ کو اس کا مقولہ معلوم تھا شیخ حکیم کو لے کر ایک ایسی جگہ گئے جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا پھر اس سے پوچھا بتاؤ ستارہ آبی برج سرطان میں ہے؟ اس نے حساب لگا کر کہا اس وقت برج آتشی میں ہے شیخ نے پوچھا زمین سے اس وقت پانی برآمد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا اس وقت ممکن نہیں، آپ نے اپنا عصا مارا وہاں سے فوراً ایک چشمہ جاری ہوگیا، حکیم آپ کا معتقد ہوگیا۔

۲۔ بلخ میں ایک عامل اور عالم کیمیا رہتے تھے شیخ نظام الدین سے بھی انہیں عقیدت تھی وقت رحلت اپنے ملازم کے ذریعہ شیخ کو اس نے کہلوایا کہ میں اب اس دار فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہوں آپ کے علاوہ کسی کو لائق نہیں پاتا کہ اپنے علوم غیبی کا اظہار کروں، آپ میرے پاس تشریف لاویں تو میں اپنے جملہ علوم غیبی سے آپ کو مطلع کر دوں اور سکھلاؤں، آپ نے اس کے ملازم سے کہہ بھیجوایا کہ جتنے علوم ہیں مردان خدا ان کی طرف نظر بھی نہیں کرتے اگر آپ کو علم توحید حاصل ہے تو وہ کافی ووافی ہے ورنہ خیر، خادم نے جا کر شیخ نظام الدین کا جواب اس عالم کیمیا کے سامنے نقل کر دیا۔ اس نے سنکر کہا میں اس (علم توحید) سے بے بہرہ ہوں، وہ خادم یہ کہنے پھر آیا آپ نے فرمایا انہیں یہاں بلا لاؤ وہ عالم خدمت شیخ میں آیا آپ نے اس کو علم توحید تعلیم فرمایا۔

ممکن ہے یہ کرامات شیخ کے کسی غالی مرید کی مبالغہ آمیز حکایات ہوں ہم نے دو ہی پر اکتفا کیا ہے تفصیل کیلئے اقتباس الانوار کا مطالعہ کیا

Marfat.com

جائے۔

۲۸ رجب المرجب بروز جمعہ ۱۰۳۶ھ کو بلخ میں انتقال ہوا وہیں مدفون ہیں۔

تصانیف: (۱) شرح لمعات: قیام حرمین کے دوران اس کی دو شرحیں (۱) مکی اور (۲) مدنی، تصنیف کیں۔ اس کا ایک ایک نسخہ بشکل مخطوطہ دارالعلوم دیوبند اور جامعہ ملیہ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔

(۱) رسالہ احسانیہ:

رسالۂ احسانیہ کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری کے مخطوطات سیکشن میں محفوظ ہے۔

(۲) شرح مثنوی مولانا روم:

اس کا مخطوطہ عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں موجود ہے۔

(۳) شرح ایاکم والامردان:

اس کا ایک قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں موجود ہے۔

(۴) مظاہر: ''مظاہر'' یا ''مراتب ظہور'' نیز ''مظاہر پنجگانہ'' کے نام سے تصوف کے بعض مسائل پر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں موجود ہے۔

(۵) معادن حقائق

(۶) ریاض اقدس: (تفسیر قرآن مجید)

(۷) رسالہ بیان حضرت طبق

(۸) شرح المعانی

(۹) تفسیر نظامی (فارسی)

Marfat.com

خلفاء: شیخ نظام الدین تھانیسری کا فیض بڑا عام ہوا ان کے بیشمار خلفاء برصغیر میں پھیل گئے چند خلفائے اجل حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ ابوسعید گنگوہی:

شیخ جلال الدین تھانیسری کے نواسے اور شیخ عبد القدوس گنگوہی کے پوتے اور اپنے دور کے نامور شیخ طریقت تھے آپ شیخ نظام الدین تھانیسر کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ ۲ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ کو وفات پائی گنگوہ میں مدفون ہیں۔

(۲) شیخ حسین (بھورے)

یہ پہلے شیخ جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں رہے ان کی وفات کے بعد شیخ نظام الدین سے بیعت کی شیخ محمد صادق گنگوہی نے ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا کہ آپ کو فنائے احدیث ذات کس وقت حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا جس وقت میں نماز کی نیت باندھتا ہوں، موضع کہور میں مدفون ہیں:

(۳) شیخ پایندہ بنوری:

نہایت صاحب کمال بزرگ تھے کلمۂ طیبہ کا جب ذکر بالجہر کرتے تو جو سنتا وہ مست ہو جاتا اور بہت سے لوگ بے ہوش ہو جاتے۔

(۴) سید الہ بخش لاہوری:

لاہور میں لوگ انہیں خدا بین (خدا کو دیکھنے والا) اور خدا نما (خدا دکھانے والا) کہتے تھے ان کے معاصر بزرگ شیخ آدم بنوری خلیہ و مرید شیخ مجدد الف ثانی کو خبر لگی تو انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ شیخ الہ بخش کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا تمہیں لوگ جن القاب سے پکارتے ہیں اسمیں تمہاری مرضی کو دخل ہے یا بغیر آپ کی مرضی کے اس طرح کہتے ہیں'' اگر مرضی کو دخل ہے تو اس عقیدے سے باز آؤ۔ آپ نے خط

Marfat.com

پڑھا تو فرمایا: شیخ آدم نعمت رویت سے محروم ہیں پھر نامہ بر سے فرمایا مگر تجھے رویت سے مشرف کراتا ہوں۔ اس کے بعد وہ قاصد بے ہوش ہو گیا پھر سید الہ بخش نے فرمایا اب اپنے شیخ کے پاس جاؤ اور انہیں حقیقت رویت سے آگاہ کرو'' لاہور میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں۔

(۵) شیخ عبدالکریم سلطانپوری، لاہوری:

مخدوم الملک شیخ عبداللہ سلطانپوری کے فرزند، شیخ نظام الدین تھانیسری کے مرید و خلیفہ تھے۔ مخدوم الملک کے انتقال کے بعد اپنے آبائی وطن سلطانپور (مشرقی پنجاب) سے لاہور میں سکونت اختیار کی دو حج کئے ایک اپنے والد مخدوم الملک کے ساتھ دوسرا پا پیادہ مریدوں کے ہمراہ، ۲۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو لاہور میں وفات ہوئی اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے تصانیف میں (۱) اسرار عجیبہ (اذکار و اشغال چشتیہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے) (۲) شرح فصوص الحکم بزبان فارسی مشہور ہیں۔

(۶) شیخ الہ داد نوری لاہوری: ۱۰۴۹ھ کو وفات ہوئی قصور میں دفن ہیں۔

(۷) شیخ مصطفیٰ (۸) شیخ عبدالفتح (۹) شاہ عبدالرحمٰن کشمیری (۱۰) شیخ صادق برہانپوری۔

مراجع:

شیخ عبدالرحمن چشتی — مراۃ الاسرار — صوفی فاؤنڈیشن لاہور

مفتی غلام سرور — خزینۃ الاصفیاء — نول کشور لکھنؤ

مولانا عبدالحئی — نزہۃ الخواطر — دائرۃ المعارف حیدرآباد

مفتی غلام سرور — حدیقۃ الاولیاء — صوفی فاؤنڈیشن لاہور

مشتاق احمد انبیٹھوی — انوار العاشقین — صوفی فاؤنڈیشن لاہور

Marfat.com

رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند (مرتبہ ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ سوسائٹی، کراچی
مرزا اختر گورگانی: تذکرہ اولیائے پاک وھند (اردو ترجمہ) ص ۲۲۳ دانش پبلشنگ کمپنی دہلی
اکرم براسوی: اقتباس الانوار
محمد میاں دیوبندی: علمائے ھند کا شاندار ماضی
شیخ احمد مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی
تصوف برصغیر میں (مجموعۂ مقالات) خدا بخش لائبریری، پٹنہ
شوکت علی خان: فہرست مخطوطات عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک۔

شیخ ناصر الدین تھانیسری

شیخ ناصر الدین تھانیسری اعلیٰ پائے کے بزرگ تھے۔ ان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں شیخ نصیر الدین دہلوی خلیفہ سید احمد شہید کے ضمن میں انکا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین دہلوی انہیں شیخ ناصر الدین تھانیسری کی اولاد میں سے تھے۔

اھلیۂ شیخ مجدد

شیخ مجدد الف ثانی کی اہلیہ محترمہ تھانیسر کے ایک عالی خاندان کی چشم و چراغ تھیں، ان کے والد حاجی سلطان تھانیسری عہد اکبری میں تھانیسر کے کروڑی سنسکرت اور علوم شرعیہ کے بڑے عالم تھے۔ ان کی بیٹی اور شیخ مجدد کی اہلیہ محترمہ کا اسم گرامی ہمیں تلاش وجستجو کے باوجود

Marfat.com

معلوم نہ ہو سکا۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''آپ کی زوجۂ محترمہ ایک بڑے باپ کی بیٹی تھیں، اور آپ سے انتساب اور آپ کے دکھ سکھ میں شریک رہنے کی وجہ سے ہی ہماری روحانی تاریخ میں انہیں جو مرتبہ مل جاتا ہے، وہ محتاج بیان نہیں، لیکن مکاتیب اور تذکروں میں جو ضمنی اندراجات ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ محترمہ نہ صرف ایک بڑی عابد، متدین اور باہمت خاتون تھیں بلکہ آپ دونوں کے درمیان غیر معمولی محبت اور یگانگت کا رشتہ تھا، اور آپ کو ان کا بڑا پاس خاطر ملحوظ تھا''۔

شیخ بدرالدین سرہندی حضرات القدس میں لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ زمانۂ شباب میں بیمار ہوئے، اور اتنا ضعف بڑھا کہ سب لوگ مایوس ہو گئے والدۂ حضرت مخدوم زادگان عالی قدر یعنی حضرت کی بیوی صاحبہ نے جو ایک صالحہ اور عابدہ تھیں نیا وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور بکمال گریہ زاری و نیاز درگاہ باری جلت عظمہ میں آپ کی صحت و عافیت کیلئے دعا کی اس حال میں اس زہراؑ وقت کو نیند آ گئی، آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ اطمنان رکھو، ہم کو ان سے بڑی خدمتیں لینی ہیں، اور ابھی تو ہزار خدمتوں میں سے ایک بھی نہیں لی گئی، خدائے پاک عنقریب آپ کو صحت کامل عطا فرمائے گا اور مراتب قرب تک پہنچائے گا'' (۱)

حضرت مجددؒ کو اپنی اہلیہ محترمہ کا جس طرح خیال رہتا تھا اس کا اندازہ آپ کے مکاتیب میں بکھرے ہوئے بعض اندراجات سے ہوتا ہے۔ دفتر سوم کے مکتوب دوم میں ایک خط ہے جو آپ نے قید سے [illegible] آغاز میں صاحبزادگان کو لکھا ہے۔ اس میں صبر و تسلیم و رضا سے [illegible] اپنانے اور خواہشات مٹا دینے کے بارے میں متعدد دلائل دیئے [illegible]

(۱) حضرات القدس ص ۲۶ (۱، ۰۰)

Marfat.com

ہیں:

''والدۂ خودرا بدیں معنی مطلع سازند و دلالت نمائند (اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو اور انہیں اس پر عمل پیرا ہونیکی ترغیب دو)

ایک جگہ لکھتے ہیں والدۂ خودرا تسلی دہند (اپنی والدہ کو تسلی دو)

علاوہ ازیں ایک اور واقعہ شیخ مجدد اور ان کی اہلیہ محترمہ کے مابین یگانگت ومحبت کا پتہ دیتا ہے:

''شیخ مجدد ایک مرتبہ اجمیر میں شیخ معین الدین چشتی کی درگاہ پر حاضر ہوئے تو خادمان درگاہ نے مزار کا قبر پوش جو ہر سال اتارا جاتا تھا اور اس دور میں خواص کیلئے وقف تھا، آپ کو پیش کیا تو آپ نے قبول کر کے فرمایا: یہ لباس جو حضرت خواجہ کے اس قدر قریب تھا ہمارے کفن کے لئے محفوظ رکھا جائے۔ لیکن آپکی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا: ''باید کہ از مبلغ مہر خود کفن من سازی'' (۱) (تمہیں اپنے مہر کے پیسے سے میرے کفن کا انتظام کرنا چاہئے)۔ اس غیر معمولی وصیت سے شیخ مجدد اور ان کی اہلیہ کے مابین انتہائی محبت ویگانگت کا احساس ہوتا ہے۔

شیخ فرید

شیخ فرید تھانیسری شیخ مجدد الف ثانی کے مرید اور مکتوب الیہ ہیں شیخ مجدد نے انہیں ایک مکتوب ارسال کیا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علوم شریعت وطریقت کے رازدار تھے لکھتے ہیں: بشیخ فرید

(۱) مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب دوم، شیخ محمد اکرام: رود کوثر ص ۳۳۱-۳۳۳، بدرالدین سرھندی: حضرات القدس ص ۲۶۔

Marfat.com

تھانیسری صدور یافتہ در بیان آنکہ بمراتب النہایہ مرتبہ پیش می آید کہ ہر ذرہ آن موطن باضعاف مضاعف زیادہ از تمام دائرہ امکان بود و ماینا سب ذالک بعنایۃ اللہ سبحانہ و بصدقۃ حبیبہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام دروقت بمراتب نہایۃ النہایۃ مرتبہ پیش آمد کہ ہر ذرہ آن موطن باضعاف مضاعف زیادہ از تمام دائرہ امکان بودہ پس اگر ذرہ از ان موطن سلوک نمودہ قطع کردہ شود گویا زیادہ از اضعاف دائرہ امکان قطع میسر شدہ باشد فکیف کہ مسافت طویلہ راازان مرتبہ طے کردہ باش پس معلوم شد کہ دائرہ امکان بمراتب وجوب فما فوقہا ہیچ مقدارے نیست کا شکے حکم قطرہ داشت نسبت بدریائے محیط پس ناچار بقوت پائے خویش بکوئے دوست نتوان رسید وبچشم خود اورا نمیتوان دید۔

لایحمل عطایا الملک الامطایاہ (۱)

ترجمہ: اس بیان میں کہ مراتب نہایت النہایۃ کے آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے جسکا ہر ایک ذرہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ شیخ فرید تھانیسری کی طرف صادر فرمایا:

اللہ تعالی کی عنایت اور اسکے حبیب ﷺ کے طفیل عروج کے وقت نہایت النہایۃ کے مرتبوں کے آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے جس مقام کا ہر ایک ذرہ تمام دائرۂ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے پس اگر اس مقام کا ایک ذرہ سلوک کر کے قطع کیا جائے تو گویا تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ مسافت طے ہو جائیگی۔ خاص کر جب کہ اس مرتبہ سے لمبی مسافت طے کی جائے۔ پس معلوم ہوا کہ مراتب وجوب فما فوقہا کے مقابلہ میں دائرہ امکان کی کچھ مقدار نہیں کاش کہ ان میں قطرہ اور دریا ہی کی نسبت ہوتی، اس سے ثابت ہوا کہ پاؤں کی قوت سے دوست کے

(۱) مکتوب چہل، یکم دفتر دوم۔

Marfat.com

کوچے میں نہیں پہنچ سکتے اور اپنی آنکھوں سے اسکو نہیں دیکھ سکتے ''بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں''۔

شیخ عبدالجلیل

شیخ عبدالجلیل بن شمس الدین ابن نورالدین صدیقی اعلیٰ پائے کے عالم تھے انہوں نے اپنے والد شیخ شمس الدین سے علم حاصل کیا علامہ محمود بن محمد جونپوری صاحب شمس بازغہ بھی ان کے اساتذہ میں ہیں۔ وہ شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ عثمانی جونپوری کے شاگرد بھی رہے۔ شیخ عبدالجلیل لکھنوی اور شیخ عزیز الحق دہلوی سے بیعت کی تمام عمر زہد واتقاء میں گزار دی، ۸/شوال المکرم ۱۰۷۶ھ کو جونپور میں انتقال فرمایا۔

شیخ مجدد الف ثانی سے بھی ان کے تعلقات تھے حضرت مجدد نے انہیں ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس سے ان بزرگوں کے باہمی تعلقات کا اشارہ ملتا ہے لکھتے ہیں:

بہ شیخ عبدالجلیل تھانیسری ثم الجونپوری صدور یافتہ در بیان آنکہ کار آن است کہ بعقائد اہل سنت و جماعت متحقق گردیم با این دولت اگر احوال و مواجید عطا فرمایند منت میداریم و الا ھمین دولت را کافی میدانیم چوں ایں ھست ھمہ است حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ ما مفلساں را بحقیقت معتقدات حقہ اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت متحقق ساختہ توفیق اعمال مرضیہ نقد وقت گردانیدہ احوالے کہ ثمرات این اعمال اند کرامت فرمودہ بتمام جناب قدس خود جل سلطانہ جذب فرمایدع ''کار اینست و غیر این ھمہ ھیچ'' ''چہ احوال و مواجید کہ بے تحقق بحقیقت معتقدات این فرقہ ناجیہ میسر شود جز استدراج ھیچ نمیدانیم و جز خرابی ھیچ نہ می انگاریم' با این دولت اتباع فرقہ ناجیہ ہر چہ بدھند منت میداریم و شکر بجامی آریم و اگر ھمیں را بدھند و ھیچ از حوال و مواجید ندھند باک

Marfat.com

نداریم واخی ایم واز بعضے مشائخ قدس اللہ تعالی اسرارہم کہ درغلبہ حالی و سکر وقت بعضے از علوم و معارف متضادہ آرائے صائبہ اہل حق بظہور می آیند چوں منتہائے آن کشف است معذور اند امید است کہ فردا بآں مواخذہ نہ نمایند حکم مجتہد مخطی دارند کہ خطائے اورا نیز یک اجر خواہد بود و حق بجانب علمائے اہل حق است شکر اللہ تعالی سعیھم زیرا کہ علوم و مقتبس از مشکوۃ نبوت است علی صاحبہا الصلوۃ و السلام والتحیہ، کہ موید است بوحی قطعی و مقتدائے معارف ایں صوفیہ کشف والہام است کہ خطارا بوے راہ است و مصداق صحت کشف و الہام مطابقت است با علوم علمائے اہل سنت اگر سرموئے مخالفت است از دائرۂ صواب بیرون است ھذاھو العلم الصحیح و الحق الصریح فما ذا بعد الحق الا الضلال رزقنا اللہ سبحانہ و ایاکم الا ستقامۃ علی متابعۃ سید المرسلین ظاھرا و باطنا عملا و اعتقاد اعلیہ و علی الہ من الصلوات اکملھا و من التسلیمات افضلھا و السلام علیکم وعلی من اتبع الھدی (۱)

ترجمہ: اس بیان میں کہ اصل مقصود یہی ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر پابند ہو جائیں، اگر اس دولت کے ساتھ احوال و مواجید بھی عطا فرمائیں تو کمال احسان ہے ورنہ اسی دولت کو کافی جانتے ہیں۔

جب یہ ہے تو سب کچھ ہے، شیخ عبدالجلیل کی طرف صادر فرمایا:

حق تعالی ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے سچے عقائد کی حقیقت پر ثابت قدم رکھ کر پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے اور احوال جو انہی اعمال کا ثمرہ ہیں مرحمت فرمائے اور پورے طور پر جناب کی طرف متوجہ لیوے۔

(۱) مکتوب ص ۱۱۲، دفتر اول حصہ ۱۰۰۔

Marfat.com

کار این است غیر این ہم ہیچ
اصل مطلب یہی ہے باقی ہیچ ہے

کیونکہ احوال و مواجید جو اس فرقہ ناجیہ کے عقائد کی حقیقت سے متحقق ہوئے بغیر حاصل ہوں ان کو اہل استدراج کے سوا کچھ نہیں جانتے اور خرابی کے سوا کچھ خیال نہیں کرتے اس فرقہ ناجیہ کی تابعداری کی دولت کے ساتھ جو کچھ دیدیں ہم احسان مند ہیں اور شکر بجالاتے ہیں اور اگر یہی عطا فرمائیں اور احوال و مواجید کچھ نہ دیں تو بھی کچھ ڈر نہیں، ہم راضی ہیں، اور بعض مشائخ قدس سرہم سے جو غلبہ حال اور سکر کے وقت میں انہی کی صحیح رائیوں کے برخلاف علوم و معارف ظاہر ہوئے ہیں چونکہ ان کا باعث کشف ہے اس لئے معذور ہیں امید کہ قیامت کو ان سے مواخذہ نہ کریں گے وہ خطا کار مجتہد کا حکم رکھتے ہیں کہ اس کو خطا پر بھی ایک اجر ملے گا اور حق علمائے حق کی طرف ہے خدا تعالی ان کی کوششوں کو مشکور کرے کیونکہ علماءٔ کے علوم چراغ نبوت سے لئے ہوئے ہیں جن کی وحی قطعی سے تائید کی گئی ہے اور ان صوفیہ کے معارف کا مقتدا کشف اور الہام ہے کہ خطا کو اس میں دخل ہے اور کشف و الہام کی صحت کا مصداق علمائے اہل سنت کے علوم کے ساتھ ان کا مطابق ہونا ہے اگر سرمو بھی مخالفت ہے تو دائرہ صواب سے باہر ہیں یہی علم صحیح اور حق صریح ہے اور اسکے سوا گمراہی۔ حق تعالی ہم کو اور آپکو سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ظاہری و باطنی عملی و اعتقادی استقامت عطا فرمائے۔ آپ پر اور تمام ہدایت والوں پر سلام۔

شیخ مصطفیٰ شریحی

شیخ مصطفیٰ شریحی قاضی شریح کی نسل سے تھے ان کے اجداد میں بڑے علماء وصلحاء پیدا ہوئے جیسے شیخ محمد بن احمد شریحی تھانیسری،

Marfat.com

کمال الدین زاہد (۶۸۴ھ) حضرت نظام الدین اولیا کے استاذ، قاضی عبد المقتدر تھانیسری شریکی کندی (۷۹۱ھ) و شیخ احمد تھانیسری (۸۲۰ھ)، صاحب لامیۃ العجم وغیرہ یہ سبھی حضرات وطناً تھانیسری تھے انہیں کی اولاد میں شیخ مصطفیٰ شریکی موصوف ہیں۔

شیخ مصطفیٰ شریکی کے حالات تفصیل سے کہیں نہیں ملتے البتہ اتنا معلوم ہے کہ شیخ مجدد الف ثانی نے اپنے دو گرامی ناموں میں ان کی سید احمد قادری اور جباری خان (روسائے وقت) کے ہاں سفارش کی تھی، اور یہ دونوں خطوط شیخ مصطفیٰ ہی ان حضرات کی خدمت میں لے گئے تھے، چنانچہ جباری خان کو لکھتے ہیں:

''ثانیاً ملتمس آنکہ حامل رقیمہ و عامیان شیخ مصطفیٰ از نسل قاضی شریح اند دریں دیار بزرگان ایشاں بزرگ شدہ آمدہ اند و جوہ معاش و وظائف بسیار داشتند مشارالیہ از بے معاشی متوجہ شدہ است و اسنادو فرامین ہمراہ آوردہ امید وار است کہ بتوسل ایشاں جمعیت پیدا کند زیادہ مصدع نشد مشارالیہ را بصدور عظام برنہجے سفارش فرمایند کہ کارگر شود و سبب جمعیت ارباب تفرقہ گردد''۔(۱)

ترجمہ: ''دوسری التماس ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح کی نسل سے ہیں ان کے بزرگ اس ملک میں بڑی عزت سے آئے تھے اور وجوہ معاش اور وظائف بکثرت رکھتے تھے مشارالیہ معاش کی تنگی کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور سندیں اور پروانے اس کے پاس بہت موجود ہیں۔ امید کہ آپ کے وسیلہ سے جمعیت حاصل کریگا۔ زیادہ تکلیف نہیں دیتا صدر اعظم کے ہاں مشارالیہ کی سفارش کسی طرح کر دیں تا کہ ان کا کام بن جائے اور پراگندہ حال والوں کی جمعیت کا

(۱) مکتوب نمبر ۹ دفتر اول حصہ اول

Marfat.com

باعث ہو جائے''۔

ایک اور سفارشی مکتوب انکی سفارش میں سید احمد قادری کے نام مکتوبات امام ربانی میں ملتا ہے علمی مسائل و معارف کے بعد اخیر میں لکھتے ہیں:

''بقیۃ التصدیع آنکہ حامل رقیمہ دعا میاں شیخ مصطفیٰ شریحی از نسل قاضی شریحی اند پدارن ایشان بزرگ بودند وظائف و جوہ مدد معاش بسیار داشتند مشارالیہ از فقدان اسباب معاش مضطر است اسناد و فرامین ہمراہ گرفتہ متوجہ لشکر شدہ است التفات نمودہ برنہجے توجہ فرمایند کہ سبب حصول جمعیت شود و از اضطراب وتفرقہ نجات یابد زیادہ مصدّع نشد''۔(۱)

ترجمہ: ''باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمہ دعا شیخ مصطفیٰ شریحی قاضی شریح کی نسل سے ہے انکے باپ دادا بڑے بزرگ تھے اور وظائف اور وجہ معاش بہت رکھتے تھے۔ سندیں اور پروانے جمع کر کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ گذارے کے اسباب نہ ہونیکی وجہ سے تنگ ہے اس کے حال پر اس طرح توجہ فرمائیں کہ اسکی جمعیت خاطر کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے اور بیقراری اور پراگندگی سے نجات پائے زیادہ کیا تکلیف دیوے''۔

شیخ مصطفیٰ حضرت مجدد کے ایک اور گرامی نامہ کو مرزا احسام الدین کی خدمت میں بھی پہنچا کے آئے تھے۔(۲)

(۱) مکتوب نمبر ۸۴، دفتر اول حصہ اول

(۲) دفتر دوم مکتوب ۱۷

Marfat.com

ضیاءالدین حسین

ضیاءالدین مرزا مظہر جان جاناں کے معتقد و مرید تھے انہوں نے کئی خطوط مرزا صاحب کی خدمت میں ارسال کئے تھے قیاس ہے آپ مولوی قلندر بخش تھانیسری کے والد ہیں ایک خط میں مولوی قلندر بخش کی مرزا صاحب کی خدمت میں سفارش کرتے ہیں اور مولوی قلندر بخش کو نورچشم، کے لفظ سے یاد کرتے ہیں: ''نورچشم مولوی قلندر بخش آرزوئے قدمبوسی دارد''

ان کا طرز نگارش بہت عمدہ اور سلجھا ہوا ہے جس سے ادبی شان ٹپکتی ہے ضیاالدین حسین کے تین خطوط کا ہمیں علم ہو سکا جو انہوں نے مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں ارسال کئے تھے لکھتے ہیں:

حامداً ومصلیاً

قبلہ وکعبۂ نیازمندان مدظلہٗ

آہ من العشق و حالاته　　احرق قلبی بحراراته

مانظر العین الی غیرکم　　اقسم باللّٰه و ایاته

بعد ادائے مراسم نیاز و بندگی معروض می دارد

آرزو دارم کہ خاک آن قدم　　تو تیائے چشم سازم دم بدم

''حالات خود را سابق بعرض رسانیدہ و نورچشم میاں قلندر بخش مفصل گزارش کردہ باشد، ازاں جا آرزوی ملازمت سراسر سعادت از حد گذشتہ و می گذرد حق سبحانہ وتعالی بزودی میسر آرد، کہ آمد آمد ابدالی خیلے در تردد انداختہ عن قریب کہ بفضلہٖ سبحانہ ازیں تشویش دلجمعی می رود خود را بحضور می رساند امیدوار است کہ فدوی را از آن خود تصور فرمودہ

Marfat.com

شود غائبانہ مشرف باید داشت دیگر شرح احوال موجب سلام است زیادہ چہ گزارش رود ظل عاطفت عالی مدام مستدام باد آمین یارب العباد زیادہ بندگی و نیاز''

شیخ ضیاء الدین حسین کی کوشش سے ہی ان کے بیٹے مولوی قلندر بخش مرزا مظہر جان جاناں کے مرید و خلیفہ بنے لیکن جب سکھوں نے تھانیسر پر یلغار کی اور قلعہ کو اپنے قبضہ تصرف میں لے لیا اور مولوی قلندر بخش 'مع فرزند و زن'' سب کچھ لٹ لٹا کر اپنی اور فرزند و زن کی جان بچائے مرزا صاحب کی خانقاہ میں پہنچے اس وقت مولوی ضیاء الدین حسین کا ذکر نہیں آتا حالانکہ یہی سربراہ خاندان تھے قیاس ہے کہ ان کی وفات ہو چکی تھی اور یہ غارت گری اور ھجرت بعد میں واقع ہوئی مولوی قلندر بخش تھانیسری کے بیٹے مولوی مراد اللہ تھانیسری بھی مرزا مظہر جان جاناں کے مرید و خلیفہ تھے ان کا ذکر بھی اس کتاب میں اپنی جگہ موجود ہے۔

مولوی ضیاء الدین حسینؒ کی اگرچہ سکھ غارت گری سے قبل وفات ہو چکی تھی لیکن حالات ان کی زندگی ہی میں خراب ہو رہے تھے جیسا کہ پہلے خط سے پتہ چلتا ہے۔ وہ اپنے ایک اور خط میں مرزا صاحب کو لکھتے ہیں:

حامداً و مصلیاً قبلہ و کعبۂ دو جہاں مدظلہ العالی

بعد تقدیم مراسم عبودیت و نیاز بعرض عالی متعالی می رساند آرزوی ملازمت سراسر معادت بحدے مستولی است کہ شرح آن درین قرطاس نمی گنجد حق سبحانہ و تعالی باین دولت مشرف گرداند ھنگامۂ این اضلاع و علی الخصوص آمد آمد شاہ ابدالی ازین سعادت مقصر داشت از حالات اضطرار قلب نمی توانم معروض داشت و کفی باللہ شہیدا امیدوار است کہ بحال این نیاز مند توجہے مبذول شود کہ ازیں گرداب بلا برآمدہ

Marfat.com

باین سعادت عظمی مشرف گردد مجملا از حالات این غلام نورچشم میاں قلندر بخش صاحب بعرض عالی رسانیده باشد کہ از توجہ موجہ نورچشم درسلک غلامان آنجناب من منسلک گشتہ و چند روز مشمول توجہات گشتہ درتوجہ اول گریۂ بسیار غالب ماند و بیاضے نمودار شد و دردیگر توجہات الوان مختلف بیاض وسواد و زردفام وگلہاۓ رنگا رنگ نمودار شدہ ومی شود چند دفعہ رویاۓ عجائب وغرائب بمشاہدہ آمدہ این ہمہ شکر یکے نمی توانم کرد

گر برتن موی زبان گردد ہرموی
یک شکر وے از ہزار نتوانم کرد

الحال رویاۓ الوان بدستور است مفصل احوال غلام را نورچشم بعرض عالی رسانیدہ باشد از فضل وکرم امیدوار است کہ تا حصول دولت آستانہ بوسی توجہ بحال غلام مبذول شود و وقت حلقہ غلام ہم شریک توجہ گردد، زیادہ ازین معروض داشتن حد ادب نہ بیند زیادہ بندگی و نیاز وعجز وانکسار۔ (۱)

اس گرامی نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ مولوی قلندر بخش تھانیسری کی کوشش سے ضیاء الدین حسین مرزا صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا چاہتے تھے۔ حالانکہ ایک دوسرے خط سے پتہ چلتا ہے کہ مولوی قلندر بخش کی رسائی فی الحقیقت آستانہ مظہری پر مولوی ضیاء الدین حسین کی رہین منت ہے واللہ اعلم۔

مولوی مراد اللہ

مولوی مراد اللہ تھانیسری فاروقی النسب مجددی اور مظہری

(۱) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان [illegible] مکتوبات [illegible]
ص ۱۲۵، ۱۲۶

المشرب، مولانا نعیم اللہ بہرائچی کے خلیفہ و جانشین تھے۔ انہوں نے چالیس سال سے زیادہ عرصے تک لکھنؤ میں سلسلہ مجددیہ مظہریہ کی ترویج کی اور ایک عالم کو شرک و بدعات کی تاریکی سے نجات دلائی، ترک دنیا، تجرید، اتباع سنت، تزکیہ نفس اور تہذیب باطن میں لوگوں کی رھنمائی فرماتے رہے وہ اپنے عہد کے متفق علیہ عرفاء وصلحاء میں گنے جاتے ہیں۔ اپنے والد بزرگوار شیخ قلندر بخش کے ساتھ بچپن ہی میں دہلی آ گئے تھے کم سنی ہی میں شیخ مظہر جان جاناں کی صحبت اٹھائی لیکن جب مرزا مظہر جان جاناں شہید کر دئے گئے اور تھانیسر سکھوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوگیا تو مولوی مراد اللہ تھانیسری اپنے والد کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ چلے گئے اور شیخ نعیم اللہ بہرائچی کی خدمت میں اخذ و استفادہ فرمایا۔ مولوی مراد اللہ مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں پینتیس سال تک رہے ان کے نمایاں اور ممتاز احباب میں ان کا شمار ہوتا ہے مقامات مظہری سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں کو انہوں نے کئی خطوط لکھے تھے شیخ نے بھی اپنے اس ممتاز مرید کو کئی گرامی نامے تحریر کئے تھے مقامات مظہری میں ہے'' شیخ محمد مراد ازقدمائے اصحاب حضرت ایشان اند۔ طریقہ از آنحضرت گرفتہ تاسی و پنج سال ہر روز یکبار در حلقۂ ذکر حاضر شدہ اند و بہ یُمن صحبت مبارک بمقامات مصطلحہ طریقہ رسید و نسبتے بلند حاصل نمودند و بجناب فیض مآب خصوصیتے بہم رسانیدہ کہ دیگرے از اصحاب در آن شریک نیست'' مرزا صاحب کے بعض گھریلو معاملات آپ کے سپرد تھے: ''معاملات دولت خانہ بایشان تعلق داشت حضرت ایشاں می فرمودند کہ اصحاب ما در رفعت نسبت کے بایشاں مساوات ندارد کمالات کہ در ذات ایشان جمع است''۔ مقامات مظہری کی تالیف کے وقت وہ تجارت میں مشغول تھے اس لئے

Marfat.com

خلق کا ان کی طرف رجوع نہ تھا۔ بسبب پیشہ ٔ تجارت طالبے باایشاں رجوع نمی کند زیرا کہ شیخ را علم و عقل سلیم و کشف صریح با وجدان صحیح و شرف ونسب و تجمل ظاہر و دولت فقر و قناعت در کار است، ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۳ء کو بعمر بیاسی سال انتقال فرمایا۔ ان کے خلفاء میں مولوی ابوالحسن نصیر آبادی شیخ غلام رسول کانپوری بہت مشہور ہوئے۔ (۱)

شیخ عبدالرحمٰن

مولانا مراد اللہ تھانیسری کے برادر خورد، مرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے کئی گھریلو قسم کے خطوط ان کے نام ہیں مولوی مراد اللہ کے سپرد حضرت مرزا صاحب کے بعض نجی معاملات کی ذمہ داری تھی کئی مکاتیب سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن بھی ان کے ساتھ ہاتھ بٹاتے تھے۔

شاہ غلام علی لکھتے ہیں:

آپ کی (مرزا مظہر) توجہات سے عالی احوال حاصل کئے نسبت مع اللہ کے حالات سے مغلوب تھے'' قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

ان کی نسبت کی کیفیت کے ظہور کی وجہ سے انہیں دیکھتے ہی دل تعظیم وتکریم کیلئے بے اختیار ہو جاتا ہے اذا رؤا ذکر اللہ (جب ان کی زیارت کی جائے تو خدا یاد آجائے) انہی کے وصف حال تھا۔ (۱)

(۱) رحمان علی تذکرہ علمائے ہند (مرتبہ ایوب قادری ص)

عبدالحی نزہۃ الخواطر ص ۱۲، ۲۱۳ ج ۷ — شاہ غلام علی مقامات مظہری

Marfat.com

میران شاہ نانو

میران شاہ نانو علیہ الرحمہ کا وطن تھانیسر تھا سلسلۂ نسب حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری تک پہنچتا ہے، علوم ظاہری و باطنی اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد وارد دہلی ہوئے اور مسجد فتحپوری کے ایک حجرے میں قیام فرمایا، بتدریج ان کی کرامات اور فیض باطنی کا شہرہ ہوگیا سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

رفتہ رفتہ ان کی کرامات اور فیض باطن کا ایسا شہرہ پڑا کہ کہہ مہ کو اعتقاد آپ کی خدمت میں بہم پہنچا اکثروں کو آپ کے فیض ہدایت سے فوائد کثیرہ حاصل ہوئے اسّی برس کی عمر کے قریب وفات پائی اور اسی مسجد (فتحپوری) کے حریم میں مدفون ہوئے عرس آپ کا آج تک بدستور رہوتا ہے''

انکے خلفاء میں شاہؒ جلال بہت مشہور ہوئے وہ بھی اپنے مرشد کے پہلو میں مدفون ہیں۔ (۲)

مولوی قلندر بخش تھانیسری

شیخ قلندر بخش مرزا مظہر جانجاناں کے مرید اور خلیفہ اور مولوی مراد اللہ تھانیسری کے والد ہیں۔ سکھوں نے جب تھانیسر پر یلغار کی اور مسلمانوں کے گھربار عزت آبرو نامحفوظ ہوگئے بلکہ انہوں نے مساجد و مدارس کو گرودواروں میں تبدیل کر دیا تو اکثر مسلمان وہاں سے ھجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ شیخ قلندر بخش اپنی بیوی بچوں اور

(۱) مقامات مظہری ص ۳۹۷۔

(۲) آثار الصنادید ص ۳۳، ۳۴۔

Marfat.com

مولوی مراد اللہ تھانیسری کو لیکر دہلی میں آرہے لیکن جب مرزا مظہر جان جاناں شہید کر دیئے گئے تو لکھنؤ کا سفر کیا وہاں مولوی نعیم اللہ بہرائچی سے اخذ و استفادہ میں عمر گزار دی۔

مرزا مظہر جان جاناں اپنے ایک مکتوب میں مولوی قلندر بخش تھانیسری کی خانہ بربادی اور سکھوں کے ظلم وستم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خبر تمامی مسجد معلوم گردید حق اساس اسلام را قویتر گرداند درین روزگار المی قوی بدل راہ یافتہ در ماہ گزشتہ قلعہ تھانیسر را کفار سکھ بغدر متصرف شدند وقتل وغارت واسر درمیان آمد۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ معہ زن وفرزند غارت خوردہ بسلامت جانہا برآمدند طرفہ حالی گذشت انا للہ وانا الیہ راجعون از غایت بے اسبابی دران نواح متوقف اند تا بما نرسیدہ اند واز بے استطاعتی با آن خصوصیت امداد و اعانتی از ما بتقدیم نرسید خجالت علاوہ این مصیبت گردید خدائی تعالی تلافی فرماید۔ (۱)

ترجمہ: ''اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے پچھلے مہینے کفار سکھ تھانیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ مع بیوی بچوں کے لٹ کر اور جانیں بچا کر آئے۔ عجیب کیفیت ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بالکل ہی بے سروسامانی کی وجہ سے تھانیسر کے نواح میں مقیم ہیں اور ہم تک نہیں پہنچے۔ اس مصیبت سے دوہری شرم کی بات یہ ہے کہ خصوصیت کے باوجود ہم انکی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بے استطاعت ہیں۔ خدا ہی تلافی کرے۔ (۱)

(۱) کلمات طیبات مکتوب [illegible] ص [illegible]

Marfat.com

مولوی نور محمد قادری تھانیسری

مولوی نور محمد قادری تھانیسر کے مشہور شاعر مولوی رحیم بخش تھانیسری طرب کے جد فاسد (نانا) تھے۔ مرزا قادر بخش صابر نے گلستان سخن میں بڑے احترام سے ایک جگہ انکا نام لیا ہے۔ تھانیسر سے وہ دہلی میں مقیم ہو گئے تھے۔ دہلی کے مشائخ میں انکا رتبہ بہت بلند تھا۔ افسوس کہ ان کے حالات ہمیں نہ مل سکے۔ (۲)

شیخ حفیظ الدین تھانیسری

شیخ حفیظ الدین تھانیسری ۱۸۵۷ء سے قبل کے مشہور شاعر جمیل الدین جمیل کے والد ہیں مرزا قادر بخش صابر نے گلستان سخن میں ان کا نام اس انداز سے لیا ہے گویا یہ اس دور کے تھانیسر اور اسلامی ھندوستان میں مشہور تھے۔ (۳)

عنایت اللہ تھانیسری

شیخ عنایت اللہ تھانیسری نے اپنے اسفار کی وجہ سے بے پناہ شہرت پائی۔ سفر ناموں میں انکی ایک کتاب سیر عرب مشہور ہے۔ افسوس کہ تفصیل سے انکے حالات نہیں ملتے۔

شیخ محمد صالح

شیخ محمد صالح تھانیسر میں پیدا ہوئے وہ شیخ مجدد الف ثانی

(۱) تذکرہ علمائے ھند ص ۴۸۲، نزھتہ الخواطر ص ۴۸۶

(۲) گلستان سخن

(۳) ایضاً

Marfat.com

کے فرزند گرامی اور اپنے وقت کے نامور بزرگ شیخ معصوم سرھندی کے مرید تھے۔ شیخ محمد صالح کے حالات تفصیل سے ہمیں نہیں ملے۔ شاہ محمد صالح نام تھانیسر ہی کے ایک اور بزرگ گذرے ہیں جو فارسی شعر و ادب میں ممتاز مقام حامل تھے فارسی شعرا، کے تحت، نسبتی تخلص کے ذیل میں ہم ان کا ذکر کر چکے ہیں کہیں شیخ محمد صالح اور نسبتی ایک ہی تو نہیں، لیکن نسبتی کا حضرت معصوم سرھندی سے ارادت کا ثبوت نہیں ملتا! ایک قیاس یہ بھی ہے کہ نسبتی ہی دراصل شیخ چلی ہیں جن کا مزار تھانیسر میں ابتک موجود ہے بہر حال مکتوبات معصومیہ کے دفتر اول میں مکتوب نمبر ۱۰۵ شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام ہے۔ (۱)

شیخ صدیق

شیخ صدیق شیخ محمد صالح تھانیسری کے فرزند اور شیخ محمد معصوم سرھندیؒ کے مرید تھے۔ مکتوبات معصومہ کے دفتر سوم میں مکتوب نمبر ۱۰۳ انہیں کے نام ہے۔ مزید حالاات نہیں ملے۔ (۲)

(۱) زوار حسین شاہ انوار معصومیہ ص ۴۳ (۲) انوار معصومیہ ص ۵۳

Marfat.com

حکماء

حکیم پیر بخش

حکیم پیر بخش مولانا امام بخش صہبائی کے بڑے بھائی تھے ان کا خاندان اصلا فاروقی ہے والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب شیخ عبد القادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ آپ تھانیسری الاصل ہیں سرسید احمد خان سے ان کے روابط تھے۔ حکیم حاذق اور ماہر طبیب تھے۔ حکیم نصر اللہ سے علم طب کی تحصیل کی اور نسخہ نگاری کی مشق حکیم احسن اللہ خان کی خدمت میں کی (آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے وزیر اور ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں در پردہ انگریزوں کے بہی خواہ تھے) سرسید احمد خان لکھتے ہیں: اس فن میں دستگاہ کامل بہم پہنچائی۔ راقم کے ساتھ رابطۂ محبت کا برادرانہ سلوک رکھتے ہیں نہ ان کے خُلق کی صفت بیان میں آسکتی ہے اور نہ کمال کی تعریف لکھی جا سکتی ہے ایک عرصۂ دراز سے نواب بہادر جنگ رئیس بہادر گڑھ کی سرکار میں عہدہ طبابت پر مامور ہیں اور اس نواح میں ان کا وجود مغتنم ہے وہاں کے لوگوں کو ان کی ذات سے وہ منافع حاصل ہیں جو نفس عیسی سے بھی متصور نہ ہوں''۔ (۱)

مولانا انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں:

مولانا امام بخش فاروقی صہبائی ابن مولانا محمد بخش تھانیسری کے دوسرے بھائی حکیم پیر بخش تھے دلی میں کوچہ چیلان میں مکان بنا لیا تھا علوم فارسی عبداللہ علوی سے تحصیل کئے فارسی میں ید طولی حاصل تھی علامہ (صہبائی) کے اثر سے شعر گوئی سے بھی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ استاد نے

(۱) سرسید احمد خان: آثار الصنادید ص ۵۳۔ ج ۲

Marfat.com

وہ گر سکھائے کہ نو عمری میں مرزا قتیل فرید آبادی کے ہم پایہ استاد سمجھے جانے لگے۔(۱)

حکیم حسن بخش

حکیم حسن بخش خان تھانیسر کے خانوادۂ علمی کے فرد اور ۱۸۵۷ء سے قبل دہلی کے معروف و حاذق طبیب تھے صہبائی ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ سر سید احمد خان ان کے بارے میں لکھتے ہیں: سر گروہ کملائے شہر بل زبدۂ افاضل دہر اسوۂ دانش مندان زماں حکیم حسن بخش خاں وطن ان کے آباء اجداد کا شہر تھانیسر اور مولد و مسکن ان کا شہر شاہجہاں آباد جمیع فنون اور علوم میں مثل معقول و منقول و حکمت و ھندسہ و ہئیت میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور کتب طبیہ بہ سبب کمال حافظے کے قانونچے سے قانون شیخ الرئیس تک بلا تشبیہ مثل عبارت قران مجید از بر یاد تھیں علم عقلیہ کی معاونت سے کسی کو معاصرین سے ان کے ساتھ یارائے مناظرہ نہ تھا بارہا مشاہدہ ہوا کہ جس مجلس میں اس زبدۂ ارباب کمال کا ھنگامۂ گفتگو گرم ہوا جمیع حضار مجلس مثل تصویر کے ساکت اور صامت رہ گئے اوائل حال میں نواب فیض محمد خان رئیس جھجر کی سرکار میں منسلک رہے اور اس رئیس کی وفات کے بعد چندے خانہ نشین اور بعد اس کے حضور سراج الدولہ بہادر شاہ میں صاحب عالم مرزا فخر الدین بہادر کی سرکار میں عہدۂ طبابت پر مامور ہوئے دو تین سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ جہان فانی کو وداع کیا۔(۲)

(۱) ([illegible] ص ۹۳)

(۲) آثار الصنادید

Marfat.com

کروڑیان وعمائد

سعد الملک شہاب عفیف

ملک سعد الملک شہاب عفیف عہد فیروز شاہی کے نامور مورخ شمس سراج عفیف، مؤلف تاریخ فیروز شاہی کے جد امجد (پردادا) ہیں وہ سلطان علاء الدین تغلق کی جانب سے دیبال پور، ابوہر اور اسکے نواحی علاقے کے عامل تھے۔ سلطان تغلق بہت سے اہم امور میں ان سے مشورہ کرتا تھا۔ وہ فیروز شاہ تغلق کے رضاعی باپ بھی تھے۔ انکی مستورات کی شاہی گھرانے میں کثرت سے آمد ورفت تھی اسی دوران فیروز شاہ کو ان کی اہلیہ نے دودھ پلایا تھا۔ انکے بیٹے شمس شباب عفیف فیروز شاہ تغلق کے رضاعی بھائی تھے۔ (۱)

شمس شباب عفیف

شمس شباب عفیف عہد فیروز شاہی کے نامور مورخ۔ شمس سراج عفیف، مؤلف تاریخ فیروز شاہی کے دادا ہیں۔ وہ فیروز شاہ تغلق کی پیدائش کے دن ہی تولد ہوئے اور بہت سے مناسب جلیلہ پر فائز رہے۔ شاہی گھرانے میں ان کے خاندان کی بہت کثرت سے آمد ورفت تھی۔ انکے بیٹے اور مورخ عفیف کے والد بادشاہ کے مخصوص اہل دربار میں داخل اور عہدۂ شب نویسی پر فائز تھے۔ اس کے علاوہ مورخ کے بھائی بھی محکمہ نہر کے ایک عرصے تک نگراں رہے۔ عفیف

(۱) عفیف: تاریخ فیروز شاہی، ص ۹۷، ۱۱۰، ۱۰۵

Marfat.com

کے والد اور چچا دیوان وزارت میں بھی قابل اعتبار منصب پر فائز رہے۔(۱)

شیخ احمد تھانیسری

شیخ احمد حضرت مجدد الف ثانی کے برادر نسبتی ہیں ان کے والد شیخ سلطان تھانیسری بڑے عالم فاضل اور مقربین شاہی میں سے تھے۔ شیخ مجدد الف ثانی نے ایک گرامی نامہ عبدالرحیم خان خاناں کے نام لکھا تھا اس میں بعض شرعی مسائل کے علاوہ اخیر میں شیخ احمد کی سفارش میں چند سطر تحریر کی گئی تھیں: شیخ مجدد کا وہ مکتوب یہی مرسل الیہ تک پہنچا کے آئے تھے۔ مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نام ایک گاؤں تھا جو کسی وجہ سے ضبط ہوا اس کی واگذاری کا مسئلہ تھا۔ لکھتے ہیں:

بقیۃ المرام رافع رقیمۂ فقرا میاں شیخ احمد والا اعزت۔ مغفرت پناہی شیخ سلطان تھانیسری است ملاحظۂ الطاف۔ واحسانہائے شمارا کہ نسبت بہ پدر بزرگوار نمودہ بخدمت علیہ۔ بتوسل این فقیر خود را رسانیدہ است و از جملہ الطاف ایشاں۔ موضع بود کہ در پرگنہ اندور کرم فرمودہ بودند

والامر عندکم بل کل من عنداللّٰہ (۲)

سلطان تھانیسری کی وفات کے بعد ان کے بیٹے تنگی کی زندگی گذارنے لگے تو شیخ مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب میں خواجہ جہاں سے تنگی معیشت ان کے فقر و پریشانی اور اپنی بے چینی کا اظہار کیا تھا لکھتے ہیں:

البقیۃ من المقصود اظہارا لا ضطرار و ضیق المعیشۃ لابنی المرحوم الشیخ السلطان فالملتمس من جانبکم مددہم واعانتہم فانکم حر

(۱) عفیف۔ تاریخ فیروز شاہی ص ۹۔ ۱۰۵، ۱۱۰

(۲) مکتوب نمبر ۲۱۴ دفتر اول حصہ سوم

Marfat.com

یو بذلک بل مؤ فقون بقضاء حوائج الناس طرا زاداللّٰہ تعالی تو فیقکم و جعل الخیررفیقکم و السلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدی۔(۱)

شیخ زکریا

شیخ زکریا حضرت مجدد الف ثانی کے خسر حاجی سلطان تھانیسری کے بھائی تھے۔ شیخ مجدد نے اپنے مکاتیب میں ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے وہ بھی اپنے برادر بزرگ شیخ سلطان کی طرح منصب کروڑی پر فائز رہے۔ شیخ مجدد نے نواب مرتضی خان سے ایک خط ارسال کر کے ان کی سفارش کی تھی، لکھتے ہیں: میاں زکریا اپنے پرگنہ سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کی خدمت علیہ میں بہت نیازمندی ظاہر کرتے ہیں اور معاملہ کروڑی گری سے ڈرتے ہیں اور عالم اسباب میں آپ کی مقدس بارگاہ سے التجاء رکھتے ہیں اور بظاہر آپ کی توجہ عالی کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے آپ کی عنایت کے امیدوار ہیں کہ جس طرح آگے آپ نے ان کی نوازش کی ہے اب بھی دستگیری فرمائیں اور حادثوں کی بھیڑوں سے محفوظ رکھیں اور کمال ادب کے باعث بذریعہ عریضہ عرض نہیں کر سکتے فقیر کی طرف رجوع کر کے اپنے احوال ظاہر کرتے ہیں امید ہے کہ آپ ان کا سوال قبول کریں گے''(۲)

حضرت مجدد نے اپنے ایک اور گرامی نامہ میں شیخ فرید (نواب مرتضی خان) سے اپنے چچیا خسر شیخ زکریا کی سفارش کی تھی لکھتے

(۱) مکتوب نمبر ۲۵ دفتر اول

(۲) مکتوب نمبر ۴۳ دفتر اول، حصہ اول

Marfat.com

ہیں: بقیہ التصدیع آنکہ فضائل مآب شیخ زکریا درین سن وسال گرفتار کروری گری است باوجود این گرفتاری ہموارہ از محاسبہ عاجلہ کہ در کمال آسانی است نسبت محاسبۂ آجلہ ہراسان است و وثیقۂ عظمیٰ در عالم اسباب توجہ شریف میداند امیدوار است کہ بدیوان جدید نیز ظاہر شود کہ ایشان از خادمان درگاہ عالی اند'' (۱)

ترجمہ: باقی تکلیف یہ دیجاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ زکریا اس سال کروڑ گیری (تحصیلداری) میں گرفتار ہے باوجود اس گرفتاری کے دنیاوی محاسبہ سے جو عاقبت کے محاسبہ کی نسبت بہت آسان ہے بہت ڈرتا ہے اور عالم اسباب میں بڑا ذریعہ اور وسیلہ آپ ہی کی توجہ شریف کو جانتا ہے امید کہ نئے دفتر سے بھی ظاہر ہو جائے گا کہ یہ آپ کی عالی درگاہ کے خادموں میں سے ہے''

تو مر ادل دہ و دلیری بیں
روبۂ خویش خوان و شیری بیں

شیخ زکریا کروڑی کے کسی مسئلہ کی بنا پر قید خانہ میں بھی ڈالے گئے اسوقت انہوں نے شیخ مجدد کو خط لکھکر اپنی رہائی کیلیے کوشش کرنیکی درخواست کی تھی، شیخ مجدد ایک مکتوب میں خواجہ دوست محمد کابلی صاحب اقبال نامۂ جہانگیری کو شیخ زکریا کی رہائی کیلئے لکھتے ہیں:

''بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے کروڑی یعنی تحصیلدار تھا عالم فاضل آدمی ہے شومئی اعمال سے کچھ مدت سے قید خانہ میں ہے بڑھاپے کی کمزوری اور گذارہ کی تنگی اور مدت کی درازی سے تنگ و عاجز ہو کر فقیر کی طرف لکھا ہے کہ عسکر (چھاونی) میں آکر ہمارے چھٹ انے کی کوشش کریں رستہ کی مسافت آنے سے مانع ہے چونکہ یہ ـــ

(۱) مکتوب نمبر ۲۰ دفتر اول

Marfat.com

بھائی خواجہ محمد صدیق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں نا چار چند کلمات لکھکر آپ کو تکلیف دی گئی ہے امید ہے کہ اس بوڑھے ضعیف کے بارے میں توجہ عالی سے کام لیں گے وہ عالم بھی ہے اور بوڑھا بھی۔

عبدالقادر بن شیخ زکریا تھانیسری

عبد القادر شیخ مجدد الف ثانی کے چچیا خسر شیخ زکریا کے فرزند گرامی ہیں، ان کے والد بڑے عالم فاضل اور بڑے عہدہ دار تھے، عبد القادر بھی تعلیم یافتہ تھے، شیخ مجدد الف ثانی نے انہیں ایک مکتوب عربی میں ارسال کیا تھا ان دنوں یہ اپنے والد ماجد سے ابتدائی عربی پڑھتے تھے اور سرکاری منصب دار تھے۔ لکھتے ہیں:

''بقائے دنیا بس اندک است وعذاب آخرت بسیار شدید و دائمی است عقل دور اندیش را کار باید فرمود و بطراوت بے حلاوت دنیا مغرور نباید شد اگر بدنیا کسے را عزت وآبرو باش کفار دنیا دار باید کہ از ہمہ عزیز تر باشند و بظاہر دنیا فریفتہ گشتن از بے خردی است فرصت چند روزہ را غنیمت باید شمرد و در مراخی خدائے عزوجل باید کوشید و بخلق خدا بایداحسان نمود التعظیم لامر اللّٰہ والشفقۃ علی خلق اللّٰہ ہر دو اصل عظیم انداز برائے نجات اخروی مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام ہر چہ فرمودہ است مطابق نفس الامر است ہزل وہذیان نیست خواب خرگوش تا چند خواہد بود آخر رسوائی است و بینوائی کیف رسوائی و بے نوائی قال اللّٰہ سبحانہ و تعالی افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون۔ ہر چند میداند کہ وقت شما تقاضائے استماع امثال ایں سخنان کمی کند عنفوان جوانی است و تنعمات دینوی میسر و حکومت و تسلط بر خلائق حاصل اما شفقت بر احوال شما باعث ایں گفتگو می گردد ہنور ہیچ نرفتہ است وقت توبہ

Marfat.com

وانابت است خبر شرط است ۔ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است۔ (۱)

ترجمہ: ''دنیا کا بقا بہت تھوڑا ہے اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور دنیا کی طراوت اور حلاوت پر مغرور نہ ہونا چاہئے اگر دنیا کے باعث کسی کی عزت وآبرو ہوتی تو کفار دنیا دار سب سے زیادہ عزت والے ہوتے اور دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہونا بیوقوفی ہے چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے اور خدا تعالی کے پسندیدہ کاموں میں کوشش کرنی چاہئے اور خلق خدا پر احسان کرنا چاہئے۔ اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا آخرت کی نجات کیلئے دو بڑے رکن ہیں مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے حقیقت حال کے مطابق ہے بے ہودہ اور بکواس نہیں ہے، یہ خواب خرگوش کب تک؟ آخر رسوائی اور خواری اٹھانی پڑے گی حق تعالی فرماتا ہے: کیا تم نے خیال کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہمارے طرف نہ پھروگے'' اگر چہ معلوم ہے کہ تمہارا وقت اس قسم کی باتیں سننے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ جوانی کا آغاز ہے اور دینوی عیش وعشرت سب موجود، اور خلقت پر غلبہ اور حکومت حاصل ہے، لیکن آپ کے حال پر شفقت اس گفتگو کا باعث ہوئی، ابھی کچھ نہیں گیا، توبہ وانابت کا وقت ہے اس لئے اطلاع دینا ضروری ہے۔ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است (گھر میں اگر کوئی ہے تو اسے ایک حرف کافی ہے)۔

(۱) مکتوب ۹۸ دفتر اول حصہ اول

Marfat.com

علمائے سنسکرت، تاریخ و موسیقی

عبدالعزیز شمس (شمس سراج عفیف) تھانیسری

عبد العزیز شمس تھانیسری ۱۳۴۲ء کو پیدا ہوئے ان کا خاندان معزز سرکاری مناصب پر فائز رہا۔ لیکن عفیف خود کوئی عہدہ دار نہیں تھے ان کی تاریخ فیروز شاہی پندرھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی ایک عظیم تاریخی تصنیف ہے جسمیں تین تغلق فرمانرواؤں (غیاث الدین تغلق، محمد شاہ تغلق اور فیروز شاہ تغلق) کے مفصل حالات وسوانح لکھے ہیں۔ عفیف عہد فیروز شاہی کے معتبر مورخ مصنف اور علم نجوم کے ماہر تھے ان کی تصانیف میں ''تاریخ فیروز شاہی'' کے علاوہ کتاب النجوم مشہور ہے اول الذکر طبع ہو چکی ہے اور مؤخر الذکر کا ایک مخطوطہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہے عبدالعزیز شمس کو فن موسیقی پر بھی کامل دستگاہ تھی انہوں نے فیروز شاہ کے حکم سے ''بارا ہ سنگتا'' (جو سنسکرت میں موسیقی کے موضوع پر ایک قدیم تصنیف ہے) کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

تاریخ فیروز شاہی:

عفیف کی موقر تصنیف تاریخ فیروز شاہی ہندوستان کی اولین تاریخی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ مشہور مورخ جگدیش نرائن سرکار لکھتے ہیں:

''وہ (تاریخ فیروز شاہی) سوانح عمری کی ایک مثال تھی چونکہ مناقب کی اصطلاح سلطانوں کیلئے نہیں بلکہ بزرگ لوگوں کیلئے

Marfat.com

استعمال ہوتی ہے اس لئے اس کتاب میں ایک زیریں قسم کی تصوفانہ موج تھی۔ عفیف نے اسناد کی مدد سے لکھا، اور قابل اعتماد واقعہ میں گو اشخاص کی شہادتیں قبول کرلیں لیکن اسنے نزاعی معاملات کا فیصلہ کرنے کیلئے اپنے ثبوت اور شہادت دلیل کے طور پر پیش نہیں کئے۔ تاریخی حقائق کی تصدیق کے واسطے برنی کی طرح عفیف کا آخری معیار بھی مذہبی ہی تھا۔ جب وہ اپنی کتاب کے بیانات کی حمایت میں دوسرے مصنفین کی کوئی عام خبر یا مخصوص سند نہیں دیتا ہے تو عینی شواہد پر تکیہ کرتا ہے وہ تاریخ میں غیر تاریخی حقائق کی مدد سے فہم و بصیرت تلاش کرتا ہے۔ اور یہ تلاش تاریخ سے ماورا اس پورے نظام میں کی جاتی ہے جو پوشیدہ ہے اور جسے خدا نے تخلیق کیا ہے''۔ (۱)

حاجی سلطان تھانیسری

حاجی سلطان تھانیسری اکبری دور کے مشہور فاضل تھے عربی زبان، فقہ و اصول پر انہیں خاصہ ملکہ تھا ان کی پیدائش تھانیسر میں ہوئی وہیں علمائے وقت سے تعلیم حاصل کی حج و زیارت سے شرف یاب ہوئے ہندوستان لوٹے اور شہنشاہ اکبر کے قریبی امرا میں ان کا شمار ہونے لگا اکبر کے حکم سے مہابھارت کا سنسکرت سے فارسی میں ''رزم نامہ'' کے نام سے ترجمہ کیا اس میں چار سال صرف ہوئے ابوالفضل نے ۹۹۵ھ میں اس پر مقدمہ لکھا۔ حاجی سلطان جن دنوں مہابھارت کا فارسی میں ترجمہ کر رہے تھے کسی نے ان سے دریافت کیا: ''این چیست کہ می

(۱) ہندوستانی دور وسطیٰ کے مورخین مرتب محب الحسن ص ۲۹۵ - ۲۹۶۔
شیخ محمد اکرام آب کوثر ص ۴۳۴، خلیق نظامی سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات

Marfat.com

نویسید'' (یہ آپ کیا لکھ رہے ہیں؟) تو انہوں نے جواب دیا ''حرف د
ہزار سالہ را بزبان حال موافق می سازم'' (دس ہزار سالہ (پرانے)
حروف کو دور حاضر کے مطابق کر رہا ہوں)

ایک مرتبہ اہل ھنود نے ان پر گاؤکشی کا الزام لگایا (جو
اکبری عہد میں ھنود کے تالیف قلب کیلئے ممنوع تھی) اس پر اکبر بادشاہ
ان سے سخت ناراض ہوا اور سکھر کی طرف جلاوطن کر دیا۔ وہاں عبدالرحیم
خان خاناں گورنر سندھ کے منصب پر فائز تھا، شیخ سلطان نے ان سے
رجوع کیا اور بادشاہ کے حضور اپنی سفارش کرائی۔ عبدالرحیم اکبر کا
چہیتا تھا اس کی بات بھلا کیسے ٹالی جا سکتی تھی اس لئے شیخ سلطان کو تھانیسر
میں رہنے کی اجازت ہوگئی اور تھانیسر و کرنال کی کروڑ گیری کا عہدہ
دوبارہ سپرد ہوا (کروڑی خراج وصول کرنے والے محکمے کا سب سے
بڑا عہدہ دار ہوتا تھا) شیخ سلطان مدت العمر اسی منصب پر فائز رہے۔

وفات: ایک عرصے بعد ھندوؤں نے اکبر سے گاؤکشی کے مسئلہ میں
حاجی سلطان کی شکایت کی، اکبر ان دنوں کروڑیوں کے ساتھ خاص طور
پر سختی سے پیش آ رہا تھا۔ چنانچہ شیخ کو یکم جنوری ۱۵۹۸ء مطابق ۲ر جمادی
الاخری ۱۰۰۷ھ میں پھانسی دیدی گئی۔

روضۃ القیومیہ میں حاجی سلطان تھانیسری کے حالات
بڑے دلچسپ انداز میں بیان کئے گئے ہیں لکھا ہے'' حاجی سلطان کو اکبر
کے دربار میں بڑا اقتدار حاصل تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے ان سے
فرمایا تم ہمارے لئے قرآن مجید لکھو، حاجی سلطان آسمان کی طرف
دیکھنے لگے بادشاہ کے پوچھنے پر انہوں نے کہا، آسمان سے جبرائیل
تمہارے لئے قرآن مجید لائے تو میں بھی لکھوں'' بادشاہ یہ سنکر شرمندہ
ہوگیا اور انہیں اپنے ہاں سے دور کرنے کی ٹھان لی اور انہیں لاہور اور

Marfat.com

دہلی کے درمیانی علاقے کی حکومت سپرد کی، شیخ سلطان وہاں پہنچے تو بارہ برس تک انہوں نے بادشاہ کو ایک پیسہ نہ بھیجا بلکہ سرکاری لگان علماء و فقراء میں تقسیم کرتے رہے۔ کسی تقریب سے بادشاہ کا ادھر جانا ہوا تو بارہ سالہ خراج کی بابت ان سے پوچھا شیخ سلطان تھانیسری نے بادشاہ سے کہا ''تو مرتد ہوگیا ہے اور مرتد کا مال اڑانا جائز ہے اس لئے میں نے اسے فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیا پھر بغل سے ایک پتھر نکال کر بادشاہ کے چہرہ پر ایسا مارا کہ پیشانی سے خون بہنے لگا پھر شیخ صاحب کو اکبر کے حکم سے سولی پر چڑھا دیا گیا''۔

معاصرین:

شیخ سلطان تھانیسری کے ابوالفضل اور ملا عبدالقادر بدایونی سے بہت گہرے تعلقات تھے مؤخرالذکر کے وہ بہت خیر خواہ تھے بدایونی مخدوم الملک سے ان کے زمانہ اقتدار میں ملنے گیا تو شیخ سلطان بھی ان کے ساتھ تھے پھر روضۃ الاحباب سے متعلق ملا عبدالقادر اور مخدوم الملک میں ناخوش گوار بحث شروع ہوگئی تو شیخ سلطان، بدایونی کو اشارے سے منع کرتے تھے اور احتیاط سے کام لینے کا مشورہ دیتے تھے۔

حاجی سلطان شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ ابوالفتح اور شیخ نظام الدین تھانیسری کے ہم عصر تھے، ہوسکتا ہے دونوں اول الذکر حضرات سے استفادہ بھی کیا ہو؟ شیخ مجدد الف ثانی کی اہلیہ محترمہ جن کے بطن سے علم وفن شریعت وطریقت کے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے انہیں شیخ سلطان تھانیسری کی بیٹی تسلیم کیا جاتا ہے کہ ۹۹۹ھ کے قریب شیخ مجدد الف ثانی کی شادی تھانیسر سے ہوئی۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد کی زندگی میں اس شادی کی بڑی اہمیت

Marfat.com

ہے، ایک تو آپ کی اہلیۂ محترمہ کے درجۂ عالی کی بنا پر دوسرے ان کے والد شیخ سلطان کی وجہ سے جو ایک ممتاز عالم، ادیب اور حاکم علاقہ تھے اکبر سے قریب رہنے کی باوجود اس کی مذہبی پالیسی کے سخت مخالف تھے، اور قرین قیاس نہیں کہ ان کے خیالات اور واقعات زندگی کا ذہین اور قابل داماد پر کوئی اثر نہ ہوا ہو''۔

سانحۂ ارتحال پر معاصر تواریخ کے اندراجات:

حاجی سلطان کے سانحۂ ارتحال اور اس کربناک انجام پر معاصر تواریخ میں کئی اندراجات ملتے ہیں اکبرنامہ میں ہے:

''دریں روز شیخ سلطان را از حلق کشیدند، در گروہ عمامہ داراں می زیست۔ آرزوے عمل گزاری اورا کالیوہ ساخت، تھانیسر (کہ بنگاہ او بود) بدو سپردند از بدمستی دنیا کین ہا را تازہ برساخت، و بہ جان گزائی نیکواں برخاست، چوں داد خدارا بداں شہر گزارشد و لختے ستمگاری او خاطر نشین گشت بسزائے کردار خود رسید'' (۱)

اقبال نامۂ جہانگیری کا مصنف لکھتا ہے:

''چوں موکب اقبال بنواحی تھانیسر رسید خلق انبوہ از بروے سلطان کروڑی آنجا دادخواہ شدند و بعد از تحقیق بظہور پیوست کہ دریں ملک تظلم و بیداد از وب فعل آمد، حکم شد کہ ہماں جا از حلق برکشند، کہ عبرت دیگراں شود'' (۲)

حادثہ وفات کے بعد:

شیخ سلطان تھانیسری ایک سخی انسان تھے انہوں نے اپنی اولاد کیلئے کوئی جائداد زمین نہیں چھوڑی ہوسکتا ہے عتاب شاہی کے بعد ان کی

(۱) اکبرنامہ ۷۴۸، ج ۳

(۲) اقبال نامۂ جہانگیری، ص ۴۵۹، ج ۲

Marfat.com

جائداد بھی ضبط ہوگئی ہو حضرت مجدد الف ثانی کا ایک عربی مکتوب خواجہ جہاں کے نام ہے اس میں شیخ سلطان کے دونوں بیٹوں کی سفارش کی گئی ہے، لکھتے ہیں:

''شیخ سلطان مرحوم کے دونوں بیٹوں کیلئے گزارہ ومعیشت کی بہت تنگی وناچاری ہے آنجناب سے التماس ہے کہ ان کی ہر طرح مدد واعانت کریں کیونکہ آپ اس بات کے لائق ہیں''۔

مراجع ومصادر:

روضۃ القیومیہ، اکبرنامہ، اقبال نامہ جہانگیری، حضرات القدس مکتوبات امام ربانی، تذکرۂ علمائے ھند (مرتبہ ایوب قادری) ص ۸۰، نزہۃ الخواطر، ص ۱۶۲، ج ۵، رود کوثر، سید زوار حسین شاہ: حضرت مجدد الف ثانی۔

Marfat.com

عربی شعراء

قاضی عبدالمقتدر

قاضی عبدالمقتدر تھانیسری ثم دہلوی کا سلسلۂ نسب مشہور قاضی شریح بن حارث کندی، قاضی کوفہ اور تابعی مشہور تک پہنچتا ہے ان کے جد بزرگوار شیخ سلیمان، قطب الدین خلجی کے عہد میں وارد ہندوستان ہوئے۔ شمالی ھند کے مختلف علاقوں میں قضا کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی بالآخر تھانیسر میں اقامت اختیار کی یہیں ۷۰۳ھ کو قاضی عبدالمقتدر پیدا ہوئے۔ اس وقت دہلی میں علم و فن کی نابغۂ روزگار شخصیتیں جمع تھیں۔ قاضی صاحب نے دہلی میں شمس الدین محمد اودھی سے درسی کتب کی تکمیل کی شیخ شمس الدین عربی زبان وادب اور دیگر علوم اسلامی میں ایک ذمہ دار شخصیت کے مالک تھے۔ قاضی عبدالمقتدر نے تحصیل علم کے دوران ہی شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی سے راہ و رسم پیدا کی اور ان سے تفسیر کشاف اور بزدوی پڑھی وہ اکثر شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس میں رہتے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ کے ہاتھ پر سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ اس طرح وہ ایک باوقار قاضی وفقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ معنوی کمالات کے حامل ادیب اور عارف بھی تھے۔ ۲۶ محرم ۷۹۱ھ کو دہلی میں قاضی عبدالمقتدر نے انتقال کیا۔ ان کی قبر مہرولی میں حوض شمسی کے قریب ہے۔ عربی زبان وادب میں مہارت وکمال کیلئے ایک تابندہ ثبوت ان کا مشہور قصیدہ لامیۃ العجم ہے جو آجتک اہل علم و ادب سے داد تحسین وصول کر رہا ہے آپ کے پوتے شیخ ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر نے آپ کے ملفوظات جمع کیئے تھے۔

Marfat.com

قاضی عبدالمقتدر کے فرزند عبدالحی تھے لیکن وہ جوانی ہی میں فوت ہو گئے ان کے بیٹے شیخ ابوالفتح بڑے عالم فاضل بزرگ ہوئے ان کی پرورش قاضی عبدالمقتدر ہی نے کی یہ بھی قاضی صاحب کی طرح عربی زبان کے شاعر وادیب تھے "رسالۂ عربی" کے نام سے ۵۹۶ صفحات پر مشتمل انکی ایک عربی تصنیف رضا لائبریری، رامپور میں قلمی موجود ہے۔

مخدوم شیخ حسام الدین فتحپوری قاضی عبدالمقتدر کے شاگرد رشید اور خلیفہ تھے ان کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اول یہ کہ ۲۶ محرم ۹۱ کے ھ کو ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ۸۸ کے ھ کو فوت ہوئے جبکہ سلطان محمود بن محمد بن فیروز شاہ کا دور تھا۔ دہلی میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی کے مزار حوض شمسی کے جنوب میں جہاں شیخ عبدالصمد بن شیخ ابوالفتح جونپوری کی قبر ہے، ان کی قبر ہے۔ شیخ ابوالفتح سکندر لودھی کے عہد میں جونپور سے دہلی آئے اور اپنے اجداد کا مقبرہ تعمیر کرایا۔

قصیدہ لامیۃ العجم

یا سائق الظعن فی الاسحار والاصل	سلم علی دار سلمی فادک ثم سل
عن الظباء التی من دابها ابد	سید الاسود بحسن الدل والدجل
وعن ملوک کرام قد مضوا قد دا	حتی یجیدک عنهم شاهد الطلل
دار اذار حلت عنها سلم غدب	منها المنامه فیها لا منها الدلل
اضحت اذا بعدت عنها لواعبها	اطلالها مثل اجفان بلا مقل
ان الظباء التی اصبحن رافلة	فیها لها حدر صیدت عن الحلل
ان کن مستغنیات فی تزیدنها	عن الحلی ولحز العین والکحل
فان لی ملکت قلبی لها شرف	علی المها العین والآرام بالاطل
فدی فوادی اعرابیة سکنت	بیتا من المتلب معمور ادلاحل

Marfat.com

من نور و جنتها من حسن غرتها من طرتها من طرفها الثمل
الشمس فى اسف و البدر فى كلف والمسک فى شغف و الريم فى خجل
بخيلة بو صال المستهام بها والجود فالخود مثل ابخل فى الرجل
كانها ظبية لكن بينهما فرقا جليا بعظم الساق والكفل
خيالها عند من يهوى زيارتها احلى من الامن عندالخالف و الوجل
كيف السبيل اليها بعد ان حفظت بالبيض و السمر فى اعلى درى الجبل
طرقتها فجاة والليل فى جدل والذئب فى كسل والقوم فى شغل
قالت لک الويل هلا خفت من اسد له براثن كالعسالة الذبل
فقلت انى مليک صيده اسد و صيد غيرى من ظبى و من وعل
قالت فما تبتغى لا منع قلت لها كلا فانى عفيف القول والعمل
وانيرجل من معشر سحبوا ذيل البتل والتقوى على زحل
لايطمحون و لكن كان ديدنهم اعطاء ماملوا كالعارض الهطل
اسداذ اسخطوا افنوا اعدوهم قوم اذافرحوا اعطوا بلا ملل
ما قال قائلهم يو مالواحدهم لوكنت من مازن لم تستبح ابلى
يا طالب الجاه فى الدنيا تكون غدا على شفا حفرة الذيران والشعل
يا طالب العزفى العقبى بلا عمل هل تنفعنک فيها كثرة الامل
يا ايها الطفل انت الطفل فى امل وشمس عمرك قدمالت الى الطفل
يا من يطاول فى البنيان معتمدا على القصور و خفض العيش والطول
لانت فى غفلة والموت فى اثر يعدو و فى يده مستحكم الطبل
فاقنع من العيش بالادنى تكن ملكا ان القناعة كنز عنک لم يزل
ثم اغتنم فرصة من ان ضعفت قواك من سطوة الامراض والعلل
ولا تكن لمزيد الرزق مضطربا واقنع بما قسم القسام فى الازل
لا يغترر بزمان كادشيمته ان غرغرايعزمنه منتقل

Marfat.com

فلا يغرن دنياكم فانبها — من عزبز فكن منها على وهل
فالعذر منها ومنى العذل واعجبا — انى تحيرت بين العذر و العذل
يا ايها الناس ان العمر فى سفر — و ان اوقاتكم وا لله كالظلل
انا المنايا بلاشك لاتية — و انتم فى المنى و المين والكسل
طابت حيوة لصعلوك له سغب — وقلبه بات ذاصبر و ذاجذل
العلم والحلم و الاحسان دائمة — والصبر عندالبلا يا سنة الرسل
طوبى لذى عسر بالفقر مفتخر — بالجوع مبتهج بالله مشتغل
هيهات اين الاولى كانوااولى شرف — ومكنة وعلافى الاعسر الاول
لله در ففير مالك ادبا — وحسن خلق بفضل الله مكتفل
مجاهد النفس والشيطان مجتهدا — بالفرض والنفل حتى فازبالنفل
اكالة اكلت كالهر ماولدت — حيالة قتلت من جاء بالحيل
ولا تخل انها تختال دائمة — وانت مبتهج بالخيل والخول
و بالشباب الذى كالبرق فى نظر — وبالحيوة التى كانت على عجل
فلا تثق بحيوة من يعيش غدا — يو مايموت اجل مستاخر الاجل
ما تنس لا تنس ذنباكنت فاعله — استغفر الله ذنبا غير معتمل
ولا مناص من الله العزيز وان — فررت منه الى الدامااء والقلل
امرت نفسى شيئا قدامرت به — ياليتها قبلت ماقلت من قبلى
فما ابت فاتت بالعذر خائنة — من الملامة والتقريظ والزلل
ولم يكن فخره الا بعزة من — اغنى الاعاجم والاعراب بالدول
محمد خير خلق الله قاطبة — هوالذى جل عن مثل و عن مثل
له المزايا بلا نقص ولا شبه — له العطايا بلا من ولا بدل
له المكارم ابهى من نجوم دجى — له العزائم امضى من قناالبطل
له الفضائل اجدى من عصاكسرت — له الشمائل احلى من جنا العسل

Marfat.com

له بلاغ بليغ جل عن خطا ... له كلام فصيح صين خطل
له جلال جليل جل منقبته ... بين الاجلة اهل المجد و الجلل
له جمال اذا ما الشمس قد نظرت ... اليه: الا ليت ذلك لي؟
اقام دينا متينا فا ستقام له ... الى القيامة معصوما بلا خلل
وايد الحق والاسلام محتسبا ... بلآى والراى والهندى والاسل
النصر قادمه والفتح خادمه ... كلاهما عن حماه غير مرتجل
بوجهه يخجل البدر التمام كما ... سوادليل بفرع فاحم رجل
بطيبه طيبة كالمسك طيّبة ... ورمل مكة منه دائم الرمل
اوصاف جوهره السامى سمت شرفا ... عن البسيط و ركض الخيل والرمل
وعن جميع بحور كان قارضها ... مثل امرى القيس فى التجويد والكمل
الجود من جود كفيه اذاهطلا ... والبحر جم العطايا منه فى خجل
و معجزات له كالشمس ظاهرة ... منها اليه حنين الجذع و الجمل
اذا مشى كان يزرى حسن قامته ... بسمهرى متين الزج معتدل
ما كان فى عمره الاخاتر ح ... الاقام قناة الدين بالنصل
يا اعظم الناس من حاج ومعتمر ... واكرم الخلق من صاف و منتعل
اتينا بكتاب جل منفعة ... وجتنا بسبيل ناسخ السبل
بعثت بالملة البيضاء راسخة ... عطا بها سائرالاديان والملل
افحمت كل بليغ بالكتاب كما ... جادلت بالسيف اهل الجدوالجدل
اضحى طلوعك يا شمس الضحى ابدا ... وقد غنيت عن الميزان والحمل
ام التمنى اذاجاءتك سائلة ... ارجعها وهى فى عقرمع الحبل
نداك اكثره لا ينتهى ابدا ... لكن ادناه اندى من فدى السبل
ان الحسام كثيرافل مضربة ... وسيف عزمك لم ينسب الى الفلل
وريح طيبك لكفارضا ثرة ... مسيرةالشهر مثل الورد للجعل

Marfat.com

الجبن عندك مذموم ومطرح — كالحرص والكذب والاسراف والبخل
يا اعدل الخلق انصافا ومعدلة — وافضل الناس اسعافا بلا مهل
نعم الرجال الذى ارواحهم بذلوا — يوم القراع بلا جبن ولا فشل
كذاك ماملكت ايما نهم رغبا — فيما رضيت بلا وعد ولا مدل
صديق امتك الغراء ثم ابو — حفص فعثمان ذوالنورين ثم على
ادنوا علوماواعما لا بلا ريب — نعوذ بالله من علم بلا عمل
فصحبك العزباق فضلهم ابدا — وفضل امتك الباقين لم يزل
واهل بيتك فينا رحمة نزلت — اهل الطهارة عن رحس و عن دخل
لا هم لا هم شرف روح كلهم — بروح قربك والريحان والنزل
يا سيدالمرسلين المكرمين ادم — شفاعة لعبيد ضارع وجل
اردت مدح نبى الله مجتهدا — حتى عجزت فقال العقل لى: فق ل
يا عبد مقتدر اوصاف سيدنا — تعلو علوا عن التفضيل والجمل

شیخ احمد تھانیسری

عربی کے نامور ادیب، فقہ و اصول کے مسلم الثبوت استاد شیخ احمد تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں قاضی عبدالمقتدر تھانیسری سے تعلیم حاصل کی۔ شیخ نصیرالدین محمود سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے وہ علوم ظاہری و باطنی میں ممتاز مقام کے حامل تھے ۸۰۱ھ میں تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اس وقت دہلی کا بادشاہ ناصر الدین محمود تھا وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر گجرات بھاگ گیا شیخ احمد تھانیسری بہت سے لوگوں کے ساتھ اس فتنۂ تیموری کے موقع پر گرفتار کر لئے گئے۔ تیمور کے ساتھ صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام بھی تھے یہاں یہ ابہام باقی رہتا ہے کہ شیخ الاسلام سے خواجہ عبدالاول مراد ہیں یا خواجہ عبدالملک دونوں

Marfat.com

ہی صاحب ہدایہ کے پوتے ہیں؟ شیخ احمد تھانیسری اور شیخ الاسلام میں بزم تیموری میں کچھ نزاع ہو گیا کہتے ہیں کہ نشست کے تقدم و تاخر میں کچھ بات بڑھ گئی تھی۔ اس وقت تیمور نے شیخ الاسلام کا دفاع کرتے ہوئے کہا: شیخ الاسلام صاحب ہدایہ کے پوتے ہیں! شیخ احمد تھانیسری نے فرمایا: ان کے دادا جان نے ہدایہ میں کئی غلطیاں کیں ہیں اگر ان سے ایک غلطی ہوگئی تو کیا مضائقہ ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب میں فرمایا کون سی غلطیاں کی ہیں ثبوت دینا چاہئے! مولانا تھانیسری نے اپنے بیٹوں اور تلامذہ کو جواب کے لیے اشارہ کیا۔ لیکن تیمور نے شیخ الاسلام کے احترام میں ولحاظ میں یہ معاملہ دوسری مجلس کیلئے ملتوی کر دیا۔

شیخ احمد تھانیسری کے فرزندان گرامی کا حال معلوم نہ ہو سکا تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ذی علم صاحب استعداد اور بلند ہمت تھے تیمور نے قلعۂ میرٹھ فتح کرنے کی کوشش کی تو شیخ احمد تھانیسری کے صاحبزادوں نے مزاحمت کی تھی اور خود میدان میں آکر مقابل ہوئے، فرشتہ لکھتا ہے: ۱۳۹۹ء میں تیمور نے قلعۂ میرٹھ پر خود حملہ کیا اور پسر مولانا احمد تھانیسری گرفتار ہوئے انہیں تیمور کے سامنے لایا گیا، مولانا خواجگی اور شیخ احمد تھانیسری میں بڑی دوستی تھی فتنۂ تیمور سے پہلے ہی مولانا خواجگی دہلی چھوڑ کر چلے گئے تھے شیخ احمد تھانیسری سے بھی ساتھ چلنے کو کہا انہوں نے عذر کر دیا تھا۔ فتنہ فرو ہونیکے بعد شیخ تھانیسری بھی مولانا خواجگی کے پاس کالپی چلے گئے مولانا خواجگی کے فرزند معنوی قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور شیخ احمد تھانیسری کے صاحبزادوں میں ایک مرتبہ کچھ نزاع واقع ہوا تو قاضی صاحب نے اس کی شکایت مولانا خواجگی سے کی مولانا نے شیخ سعدی کے یہ دو شعر پڑھے:

Marfat.com

اے پیش از آنکہ در قلم آید ثنائے تو　　واجب بر اہل مشرق و مغرب دعائے تو
اے در بقائے عمر تو نفع جہانیاں　　باقی مباد آنکہ نخواہد بقائے تو

تیمور شیخ احمد تھانیسری سے متاثر تھا اس نے آپ سے سمرقند چلنے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور کالپی میں مع اہل و عیال مقیم ہو گئے وہیں ۸۲۰ھ میں انتقال ہوا قلعۂ کالپی میں دفن ہوئے ''گلشن ہدایت'' تاریخ وفات ہے۔ عربی زبان و ادب میں ان کا مقام بہت بلند ہے ان کے قصیدۃ والیہ پر اہل ہند کو ہمیشہ فخر رہے گا:

اطار لبی حنین الطائر الغرد　　وھاج لوعة قلبی التائه الكمد
واذكرتنی عهودا بالحمی سلفت　　حمامة صدحت من لاعج الكبد
باتت تورقنی والقوم قد هجعوا　　من بین مضطجع منهم و مستند
مازار طرفی غمض بعد بعدكم　　ولا خیال سرور دار فی خلدی
لیت الهوی لم یكن بینی وبینكم　　ولیت حبل ودادی غیر منعقد
كانت مراسم ایام وغرتها　　ولت سراعا علی رغم ولم تعد
عشنا بها و عیون البین راقدة　　والقلب فی جذل والدهر فی رقد
والهم منصدع والكرب مندفع　　والجد مرتفع كالانجم السعد
والشعب ملتئم والعهد منهزم　　والشمل منتظم لم یرم بالبدد
حتی استهل غراب البین فارتحلوا　　عند الصباح و شدوا العیس بالقدد
من كل هوجاء مرقال غذافرة　　تبدی النشاط علی الاعیاء والنجد
كانه لم یكن بین الحمی انس　　الی اللواء وكانه الحمی لم یفد
صاروا احادیث بعد ما ملئوا　　مسامع الدهر بالانغام كالشهد
بقیت فردا وراح الناس كلهم　　كالسیف یبقی بلا اغماره الفرد
لا عیش بعد لیلات اللوی وغدا　　ولا وصول الی ذاك الحمی بیدی
خل الاحادیث عن لیلی وجارتها　　وارحل الی السید المختار من ادد

Marfat.com

وليس فى الدنيا والدين و آخرتى — سوى جناب رسول الله معتمدى
محمد احمد الهادى لامته — الى الصراط صراط غير ملتحد
بررؤف رحيم سيد سند — سهل الفنار رحيب الباع و الصفد
افديك بالروح والقلب المشوق معا — والنفس والمال والاهلين والولد
رب الندى والجدى والصالحات معا — طفلا و كهلا و فى شب و فى مرد
قدعا فنى البعد عزمى اوملة — وطال شوقى الى لقياك يا سيدى
بالعلم مكتنف بالحلم متصف — باللطف ملتحف بالبر متسد
بالخلق مشتمل بالرفق مكتحل — بالحق متصل بالصدق منفرد
بالشرع معتصم الدين منتقم — فى الله مجتهد بالله مقتصد
بالفقر مفتخر بالزهد مشتهر — بالشكر متزر بالحمد منجرد
ارجوالوفادة فى ارض حللت بها — يا لهف نفسى اذا ماكنت لم افد
عطفا على ورفقا بى و مرحمة — فليس غيرك يا مولاى ملتحدى
يا رب صل وسلم دائما ابدا — على النبى، نبى الحق و الرشد
وصحبه و ذويه الطاهرين ومن — احبهم، شغفا فى الغيب و العند
مالاح برق وماسح الغمام على — رُبى الفلا فكساها حلة القتد
وماتفرد غريد على فنن — غض الارومة مخضل و ملتبد

Marfat.com

مجاهدین آزادی

کوتوال شرف الحق عاجزؔ

کوتوال شرف الحق تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ وہ شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ) کی نسل سے تھے حضرت عمر فاروق تک ان کا سلسلۂ نسب پہنچتا ہے۔ دلی میں دربار شاہی سے منسلک ہوئے۔ اور دہلی کے کوتوال بنائے گئے اور ایک طویل عرصہ تک اس منصب پر فائز رہے انقلاب ۱۸۵۷ء میں یہی دہلی کے کوتوال تھے ''پیر جی'' کے لقب سے شہرت پائی کوتوالی کے علاوہ بھی وہ مختلف مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ خدمت شاہی سے پہلے فکر سخن بھی کرتے تھے مرزا قادر بخش صابر لکھتے ہیں:

''تفویض عہدۂ کوتوالی کی ابتدا سے ابتک امور مفوضہ کو نیک نامی و دیانت کے ساتھ سرانجام دیا۔ ہوشیار خرامی و غور مقدمات دائرہ تبیان سے خارج ہے حق رسائی خلائق اور پاس مرضیات خالق ہر کام میں پیش نہاد خاطر ہے علم ضروری سے مایہ دار اور فہم و تمیز میں یگانہ روزگار تفویض عہدہ سے پہلے گاہ گاہ شعر کا اتفاق ہوتا تھا اب کہ صرف انتظام امور عباد و بلاد میں اوقات صرف ہوتی ہے اس طرف توجہ کم ہے پہلے واردات زمین سخن کا فکر دامنگیر تھا اب اون واردات کا کہ زمین ربع مسکون میں سانح ہوتے ہیں اندیشہ الحق رہتا ہے اول سے صرف گفتار تھی اب محض کردار ہے چند روزمرہ شعر کا روزگار قدیم کے موافق ہے لیکن صفائی اور متانت سے خالی نہیں'' (۱)

(۱) مرزا قادر بخش صابر۔ گلستان سخن ص ۳۴۹، ۳۵۰

Marfat.com

کوتوال شرف الحق عاجزؔ تخلص کرتے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں بڑی خوش اسلوبی سے انہوں نے دہلی کے انتظامی امور سرانجام دیئے لیکن انگریزی فوج کے تغلب کے بعد یہ بھی عتاب کی نذر ہوئے۔ نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

مژگاں پہ نکل لخت جگر آئے ہیں کیا کیا
یہ خار و خس اب دیکھ ثمر لائے ہیں کیا کیا

سنبل کو آج باغ میں ہے زندگی محال
اس سروقد کی زلف گرہ گیر دیکھ کر

ترے ھجر کا اب علاج اے مسیحا
اگر دیکھتے ہیں تو سم دیکھتے ہیں

مدت سے چھوڑ بیٹھا اس جسم ناتواں کو
دم تیرے دیکھنے کو آنکھوں میں آ رہا ہے

خوف ہے اسکی جبیں پر جو تری رھتی ہے
تیغ ابرو پہ یہ کیوں آب دھری رہتی ہے

کس کے یہ دیدۂ گریاں کی نظر کا ہے اثر
کاہ جو دشت میں بے آب ہری رہتی ہے(۱)

(۱) عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، ص ۳۱۳
انتظام اللہ شہابی: ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، ص ۱۲۵

Marfat.com

حمید الدین تھانیسری

حمید الدین تھانیسری مولانا امام بخش صہبائی کے نواسے تھے ۔ تھانیسر میں پیدا ہوئے ۔ وہ ایک عظیم علمی خانوادہ کے فرد، اور عظیم مجاھد آزادی تھے ۔ انکے خاندان نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں زبردست جانی اور مالی خسارہ برداشت کیا تھا ۔ اس سلسلہ میں سرسید کو انہوں نے تھانیسر سے ایک خط میں لکھا تھا:

''مولانا امام بخش صہبائی مرحوم جو اس عاجز کے نانا تھے ایام غدر میں ان کے بے گناہ قتل ہونے پر عالی حضرت نے جناب نانی صاحبہ و دیگر درماندگان کا وظیفہ سرکار انگریزی سے مقرر کرادیا تھا ۔ جب تک نانی صاحبہ زندہ رہیں بدستور وظیفہ ملتا رہا ۔ بندے نے والدین سے سنا تھا کہ جو احسانات آنجناب کے اس خاندان کے ساتھ ہوئے ہیں وہ بیان سے باہر ہیں ۔ (۱)

میاں حسینی تھانیسری

میاں حسینی تھانیسری کی ابتدائی کوششیں اور تحریک مجاہدین سے وابستگی انہیں سلسلہ کا ملان تھانیسر میں شامل کرنے پر ابھارتی ہیں وہ مولانا جعفر تھانیسری کے معاصر و رفیق کار تھے ۔ ان پر بھی مجاہدین کی معاونت کا الزام تھا ۔ مولانا جعفر تھانیسری جب اپنے بیوی بچوں و [illegible] پاٹ چھوڑ کر دہلی روپوش ہونے گئے تو میاں نصیر الدین سوداگر کی بھی پر ان سے بھی ملاقات ہوئی ۔ ان کے ساتھ حسینی ساکن پٹنہ اور [illegible] بنگالی بھی تھے ۔ یہ دونوں حضرات پٹنہ سے چھ اشرفیاں [illegible] تھے ۔ اور میاں حسینی تھانیسری ان اشرفیوں و مجاہدین سے بیت المال

(۱) حالی حیات جاوید ص ۲۱ ۔ (حاشیہ)

Marfat.com

میں پہنچانے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ پکڑے گئے۔ اور حبس دوام کی سزا ہوئی۔ W.W.Hunter لکھتا ہے:

'It is proved against the prisoner Hussaini of Thaneswar that he was a confidential agent and go-between of the prisoners Muhammad Ja'far and Muhammad Shafi in these treasons, and that he was seized in the act of conveying 290 pieces of gold from Jafar to Muhammad Shafi for remittace to the Queen's enemies.

ترجمہ:

''یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیدی حسینی تھانیسری یقینی طور پر اس غداری میں شامل اور محمد جعفر و محمد شفیع (قیدیوں) کے معاون تھے۔ ان کو محمد جعفر سے ۲۹۰ اشرفیاں ملی تھیں جنہیں بعد میں ضبط کرلیا گیا یہ انہیں حکومت کے دشمنوں کو پہنچانے جا رہے تھے''۔

مولانا جعفر تھانیسری کے ساتھ مشہور مقدمہ انبالہ ۱۸۶۴ء میں یہ ملزم کی حیثیت سے شامل تھے۔ لیکن جب دور ابتلاء و آزمائش آیا تو ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ سرکاری گواہ بن کر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ رہا ہوئے ان کے ساتھ درج ذیل پانچ حضرات بھی سرکاری گواہ بن کر رہا ہوئے (۱) محمد شفیع انبالوی (۲) عبدالکریم (۳) الٰہی بخش (۴) عبدالغفور (۵) حسینی عظیم آبادی، یہاں کا ملان تھانیسر میں ان کا تذکرہ بے معنی تھا لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے ان کی ابتدائی کوششوں نے ہمیں ان کا ذکر بھی شامل کرنے پر آمادہ کیا نیز اس میں سر زمین تھانیسر سے ہماری بے پناہ عقیدت کا بھی دخل ہے (۱)۔

Marfat.com

اس خاک پاک سجدے نے اتنا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

مولانا جعفر تھانیسری

مولانا جعفر تھانیسر میں پیدا ہوئے ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۲ء کے قریب بتائی جاتی ہے، وہ ایک ھندی الاصل شریف برادری ''ارائین'' کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد میاں جیون کا انکی کمسنی ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ اس لئے ابتدائی عمر میں تعلیم کی طرف توجہ نہ ہوسکی مولوی محمد جعفر خود لکھتے ہیں:

''میں نے دس برس کی عمر تک کوئی تعلیم حاصل نہیں کی اپنے باپ کے فوت ہو جانے کے بعد جب کہ میری عمر دس بارہ برس کی تھی اور میرا چھوٹا بھائی چھ مہینے کا تھا ہم اپنی والدہ کی سرپرستی میں تربیت پانے لگے میری والدہ بالکل ناخواندہ تھیں۔ انہیں کوئی مذھبی تعلیم نہ دی گئی تھی لڑکپن میں تعلیم کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور آزاد پھرتا رہا مجھ میں تھوڑی سی عقل آگئی تو تعلیم کی طرف توجہ کی''

تعلیم:

مولوی محمد جعفر نہایت ذھین تھے جب تعلیم کی طرف توجہ کی تو نہایت توجہ اور محنت و سعی کا ثبوت دیا۔ ان کی مستقل تعلیم کے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں، اندازہ ہے کہ عربی میں ان کی تعلیم بہت اعلیٰ معیار کی نہ تھی ان کے معاصرین نے انہیں منشی محمد جعفر لکھا ہے یا فارسی میں ان کی پختگی کا احساس ہوتا ہے۔ طب سے بھی مناسبت تھی، انبالہ جیل میں

(۱)(W W Hunter The Indian Musalmans, p.89-90)

محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء۔ محمد جعفر تھانیسری کا اپنی

Marfat.com

جب وہ بیمار پڑے اور انگریزی علاج سے کچھ افاقہ نہ ہوتو انہوں نے طب یونانی کے مطابق اپنی ادویہ تجویز کیں جن سے طبیعت درست ہوگئی۔

ان کی والدہ اگرچہ تعلیم یافتہ نہ تھیں لیکن صوم صلوٰۃ کی پابند تہجد گذار نیک وصالح خاتون تھیں۔ انہیں کے مذہبی اثرات نے مولوی محمد جعفر میں اثر کیا۔ قرآن وحدیث سے انہیں خاص شغف تھا سینکڑوں احادیث حفظ یاد تھیں، اور قرآن کریم کا معتد بہ حصہ ازبر تھا۔ تہجد کے وہ بچپن سے عادی تھے۔

ذریعۂ معاش:

مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۵۶ء میں مولوی محمد جعفر نے مقامی عدالتوں میں عرائض نویسی شروع کردی اور کچھ دنوں کی مشق کے بعد قانون میں ایسا کمال پیدا کیا کہ دور دور تک ان کی شہرت ہوگئی۔ مختلف عرائض نویس، ماہرین قانون، وکلاء ان سے مشورہ لیتے قرب و جوار کے بعض زمینداروں نے انہیں اپنا قانونی مشیر مقرر کرلیا۔ (مولوی محمد جعفر کی قانون میں مہارت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ مقدمہ انبالہ میں پیروی کیلئے انہوں نے کوئی وکیل مقرر نہیں کیا تھا۔ بلکہ خود ہی جواب دہی کی اور ایسی شاندار جرح کی کہ مخالفین تنگ آ گئے) اس طرح ان کا ذریعہ معاش اچھا چل رہا تھا۔ یوں بھی وہ خاندانی رئیس تھے۔ ان کے والد ماجد میاں جیون کا ذریۂ معاش کا شتکاری تھا۔ مولوی محمد جعفر نے جب شادی کی تو اپنی تمام جائیداد بیوی کے مہر میں لکھدی، عرائض نویسی اور قانون دانی کے ذریعے بھی انہوں نے کافی دولت وشہرت حاصل کی تھانیسر سے ایک میل کے فاصلے پر ان کی جدی زمین داری تھی، پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم لکھتے ہیں کہ ھنٹر کا یہ کہنا درست نہیں کہ مولوی محمد

Marfat.com

جعفر ایک بہت ہی غریب گھرانے میں پیدا ہوئے (ھنٹر نے یہ بات اپنی تصنیف انڈین مسلمانس ص ۹۷ میں لکھی ہے) خود مولوی محمد جعفر اپنے حال پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

''میں ہزاروں روپے کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قابض تھا بیسیوں آدمی میری رعیت رہتے تھے۔ ایسے بڑے شہر کا نمبردار گھوڑے اور گاڑیوں میں سوار پھرتا تھا، ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے''

تحریک مجاھدین سے تعلق:

مولوی محمد جعفر سید احمد شہید کی جاری کردہ تحریک کے سلسلے کی کڑی ''تحریک علمائے صادقپور'' کے خاص رکن تھے۔ ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۹ء میں جب جماعت کا نظام مولوی محمد یحییٰ کے سپرد ہوا تو مولوی محمد جعفر اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ ہو سکتا ہے کہ مولوی یحییٰ کی تحریک پر ہی وہ اس میں شامل ہوئے ہوں۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ ۱۸۵۰ء سے قبل وہ اس تحریک میں مکمل طور پر شریک تھے اور اپنی شادی کے موقع پر بطور حفظ ماتقدم کے اپنی پوری جائیداد بعوض مہر اپنی بیوی کے نام لکھدی تھی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی انہوں نے حصہ لیا تھا انگریزی فوج کو اس کے نتیجے میں بہت سی مشکلات پیش آئی تھیں، نوشہرہ اور مردان کے فوجیوں میں کچھ شورش اور بغاوت بھی ہوئی لیکن جب دہلی میں آزادی کے متوالوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں تو مولوی جعفر تھانیسری واپس آ گئے۔

مولوی محمد جعفر تحریک جہاد کے ایک اہم رکن اور بڑے رازدار تھے۔ ان کا اصطلاحی نام ''پیر و خاں'' یا ''پیر و خلیفہ'' تھا۔ سرحد پر مجاہدین کو روپیہ پیسہ انہیں کے ذریعے پہنچتا تھا۔ تھانیسر میں ان کے مکان پر مجاہدین ٹھہرتے اور پیامبر جن کے ذریعے رازدارانہ خط و

Marfat.com

کتابت ہوتی تھی ان کے ہاں آتے رہتے تھے۔

ایوب قادری مرحوم لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ سرحد اور صادق پور کے مرکزوں کے درمیان تھانیسر بھی ایک خاص مرکز تھا مولوی محمد جعفر اکابر صادق پور کے معتمد علیہ اور ان کے رازہائے سربستہ کے امین ومحافظ تھے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی (۱۹۰۲ء) سے بڑے تعلقات تھے چنانچہ جب ۱۸۶۵ء میں میاں نذیر حسین راولپنڈی میں نظر بند ہوئے تو ان کے کاغذات میں مولوی محمد جعفر تھانیسری کے بھی تین خط نکلے۔

گرفتاری:

مولوی محمد جعفر کے مجاہدین سے تعلقات اور معاونت کی داستان ایک سپاہی غزن خان نے انگریزی حکومت کو بتادی کہ سرحد پر مجاہدین کے پاس رقم اور آدمی یہ بھیجتے ہیں ۲۱ دسمبر ۱۸۶۳ء کو تھانیسر میں واقع ان کے گھر کی تلاشی ہوئی مولوی محمد جعفر فرار ہو گئے ان کی گرفتاری کیلئے انگریزی حکومت نے دس ہزار روپے کے انعام کا اشتہار جاری کیا۔ بالآخر علی گڑھ سے گرفتار کر لئے گئے اور انبالے میں مقدمہ چلا ۲ مئی ۱۹۶۴ء کو فیصلہ سناتے ہوئے جج نے کہا کہ ان کی تمام جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ ضبط کر لی جائے اور پھانسی دیدی جائے۔ جج نے مولوی محمد جعفر سے مخاطب ہوکر ان الفاظ میں فیصلہ سنایا:

''تم بہت عقلمند ذی علم اور قانون داں اور اپنے شہر کے نمبر دار اور رئیس ہو تم نے اپنی ساری عقلمندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا تمہارے ذریعے سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ حیلۂ بھی خیر خواہی سرکار کا دم نہیں بھرا اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرنے میں کچھ

Marfat.com

کوشش نہ کی اس واسطے تم کو پھانسی کی سزا دیجائیگی ،تم کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر میں بہت خوش ہونگا''

مولوی محمد جعفر تھانیسری نے جواب دیا:

''جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے آپ کے اختیار میں کچھ نہیں ہے وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کردے'' مولوی محمد جعفر کے یہ الفاظ ایک ایسے وقت میں کہے گئے تھے جب اجابت دعاء کا وقت تھا۔ خدا نے حرف بحرف انہیں پورا کر دیا اور چند روز بعد وہ جج اپنی موت مر گیا۔

اس کے بعد چیف کورٹ میں اپیل کی گئی اور ۱۹ر دسمبر ۱۸۶۴ء کو پھانسی کی سزا حبس دوام بعبور دریائے شور میں بدل گئی ستمبر ۱۸۶۴ء سے فروری ۱۸۶۵ء تک مولوی محمد جعفر انبالہ جیل میں رہے ۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو لاہور جیل روانہ ہوئے۔ اکتوبر کے اخیر میں ۱۸۶۵ء کو انڈمان روانگی ہوئی ۱۸۶۶ء کو انڈمان پہنچے۔

مصائب:

جزیرۂ انڈمان جلا وطن ہونے سے قبل ہندوستان کی مختلف جیلوں میں بھی مولانا جعفر تھانیسری نے مصائب کا سامنا کیا۔ وہ علیگڑھ سے پہلی بار گرفتار کئے گئے۔ علی گڑھ جیل سے بیڑی، ہتھکڑی اور طوق ڈال کر اور طوق میں بطور باگ ڈور ایک زنجیر ڈالے انکو دہلی لے جایا گیا۔ طوق میں پڑی زنجیر کا سرا ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ میں تھا جو شکرم میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا۔ پارسن نامی ایک انگریز آفیسر اور ایک پولیس انسپکٹر انکے دائیں جانب بندوق تانے ہوئے یہ وارننگ دیتے جاتے تھے کہ ''اگر تم ذرا بھی حرکت کروگے تو بندوق سے اڑا دیئے جاؤ گے''۔ مولانا جعفر خود لکھتے ہیں:

Marfat.com

''علیگڑھ سے چلکر دہلی تک کھانا پینا تو درکنار کسی سخت ضروری حاجت کے واسطے بھی ہم نہ اتارے گئے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو میں بلا طلب واجازت تیمّم کر کے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز پڑھ لیتا تھا اور گاڑی بدستور چلی جاتی تھی اور وہ چپ چاپ میری نماز کا تماشہ دیکھا کرتے تھے''۔

بالآخر بصد مصیبت دہلی پہنچے وہاں سے کرنال کی جیل اور پھر انبالہ جیل میں ڈال دیئے گئے۔ انبالہ جیل میں ان پر زبردست مظالم ڈھائے گئے۔ انبالہ کے ڈپٹی کمشنر کپتان ٹائی، پارسن، سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، میجر ونکفیل، ڈپٹی انسپکٹر، جنرل آف پولیس نے یکے بعد دیگرا نکو خوب زدوکوب کیا۔ حتیٰ کہ مولوی محمد جعفر زمین پر گر پڑے۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ انہیں زندہ نہیں چھوڑینگے۔ موت کا مکمل یقین ہو جانے کے بعد انہوں نے آخرت کی تیاری شروع کر دی۔ انکے ذمے رمضان کے کچھ روزے باقی تھے۔ جیل میں ان مابقیہ کی قضا رکھنے لگے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

''دوسرے دن جب میں روزے سے تھا علی الصباح پارسن صاحب پھر آیا اور وہی کارروائی شروع کی مگر تھوڑی زدوکوب کے بعد مجھکو اپنی بگھی میں بٹھلا کر ٹائی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر لے گیا۔ جہاں پر وہ دونوں صاحب یعنی ٹائی صاحب اور میجر ونکفیل صاحب بھی موجود تھے۔ اس دن انہوں نے میرے بڑی چاپلوسی کی اور کہا کہ ہم تحریری عہد کرتے ہیں کہ اگر تم دوسرے شرکا اور معاونین جہاد کو بتلا دو تو تم کو سرکاری گواہ کر کے رہا کر دینے کے سوا بڑا عہدہ بھی دیوینگے اور بصورت نہ بتلائے کے تم کو پھانسی ہوگی۔ میں نے اس چاپلوسی پر بھی انکار کیا تو پھر پارسن صاحب ان دونوں سے انگریزی میں کچھ باتیں کر

Marfat.com

کے مجھکو ایک الگ کمرے میں لے گیا جہاں لے جا کر پھر مارنا شروع کیا۔ آٹھ بجے فجر سے آٹھ بجے رات تک مجھ پر اس قدر مار پیٹ ہوئی کہ شاید کسی پر ہوئی ہو لیکن بفضل الٰہی میں سہہ گیا مگر اپنے رب سے ہر دم یہ دعا کرتا جاتا تھا کہ اے رب یہی وقت امتحان کا ہے تو مجھکو اس وقت ثابت قدم رکھیو۔ جب وہ ہر طرح مایوس ہو گئے تو لاچار بعد آٹھ بجے رات کے مجھکو جیل خانہ واپس بھیج دیا۔ میں تمام دن روزے سے تھا۔ بنگلہ سے باہر نکل کر درخت کے پتوں سے روزہ افطار کر لیا اور جیل میں پہنچ کر جو میرے حصے کا کھانا رکھا تھا اس کو کھا کر اور شکر الٰہی کر کے سو رہا''۔(۱)

۲۲ رفروری ۱۸۶۸ء کو وہابی کیس کے قیدیوں کو لاہور جیل منتقل کیا گیا۔ مولانا تھانیسری بھی قیدیوں میں تھے۔ انہوں نے اسکا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

''جوگیانہ گیروا لباس کا لا کمبل اوڑھے ہوئے، بیڑی، ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہم منزل در منزل اور کوچ در کوچ لاہور کو چلے جاتے تھے دو ایک گاڑیاں بھی میرے ساتھ تھیں بقدر تیس چالیس قیدیوں کے ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تھے سب پا پیادہ چلتے تھے..........

اتفاق حسنہ سے جس دن ہم نیا گیروا لباس پہن کر اول منزل سے روانہ ہوئے تو مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب والئ پٹیالہ کی برات بڑی دھوم دھام سے اسی راہ سے عین ہمارے آگے کو جنوب سے شمال کو جاتی تھی۔ اس وقت سورج نکلتا تھا، فجر کا سہانہ وقت اور اخیر فروری کے گلابی جاڑے تھے۔ ایک طرف سورج کی کرنوں میں برات سے سونے چاندی اور تاش بادلے اور ہیرہ مرصع کی چمک، دوسری طرف ہماری بیڑی ہتھکڑی کے لوہے کی دمک ادھر دوشالوں اور کمخواب و بانات کا

(۱) کالا پانی ص ۲۹-۳۰

Marfat.com

رنگ ادھر ہمارے جوگیانہ لباس اور کمبلوں کی سرخی اور سیاھی کا ڈھنگ ادھر ہاتھی گھوڑوں کی ھنکار ادھر ہماری بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کی جھنکار ایک دوسرے کے مقابل اس دنیائے فانی کی عزت و ذلت اور کمی بیشی مدارج کا فرق عجب خوبی سے دکھلا رہی تھی''۔(۱)

جزیرۂ انڈمان میں:

جزیرۂ انڈمان میں اس تحریک کے اہم رھنما پہلے ہی سزا کاٹ رہے تھے انہوں نے اپنے اہم رکن مولوی محمد جعفر تھانیسری کا استقبال کیا، مولوی احمد اللہ (۱۸۸۱ء) ان سے چھ ماہ پہلے انڈمان پہنچ چکے تھے۔ مولوی محمد جعفر ان کے ہمراہ منشی غلام نبی محرر کے مکان پر پہنچے وہاں مولوی محمد جعفر کی بیڑیاں کاٹی گئیں اور عمدہ لباس پہنایا گیا اس کے بعد مولوی محمد جعفر منشی اکبر زماں اکبرآبادی کی کوشش سے وہیں چیف کمشنر کے دفتر میں نائب میر منشی ہو گئے۔ تنخواہ کے علاوہ رہائش گاہ اور ملازم بھی ملا اور ساری پابندیاں اٹھادی گئیں، ۲۷ سال کی عمر میں مولوی محمد جعفر تھانیسری جزیرۂ انڈمان پہنچے تھے، عین عالم شباب تھا۔ اولاً انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو تھانیسر سے بلا نیکی کوشش کی جب اس میں ناکام رہے تو ایک کشمیری خاتون سے نکاح کر لیا، لیکن ۳۰ اپریل ۱۸۶۸ء کو ان کا انتقال ہو گیا یہ بیوی نہایت دیندار متبع سنت تھیں۔ اس کے بعد ایک اور خاتون سے جو الموڑہ کی برہمن زادی تھیں اور مولوی محمد جعفر تھانیسری ہی کی دعوت پر مسلمان ہو گئی تھیں مولانا کا نکاح ہوا یہ دوسرا نکاح ۱۵ اپریل ۱۸۷۰ء کو ہوا ان سے دس اولاد ہوئیں جن میں آٹھ زندہ رہیں جزیرۂ انڈمان میں آپ نے ملازمت کے ساتھ ساتھ تجارت بھی شروع کر دی تھی لیکن اس میں نقصان ہوا تو پھر اس طرف رخ نہ کیا اس دوران

(۱) کالا پانی: ص ۶۳۔

Marfat.com

مولوی نذیر حسین دہلوی سے بھی خط و کتابت جاری رکھی اور بعض مرتبہ ان کے ذریعے تجارتی اشیا کتابیں وغیرہ بھی منگوائی تھی انہوں نے خرید کر یہ تمام چیزیں مولوی جعفر تھانیسری کے کہنے کے مطابق ارسال کی تھیں۔ایک فتوی بذریعہ خط ان سے معلوم کیا تھا وہ یہ کہ ایک عورت جس کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی ہے اس کی رہائی کی کوئی امید نہیں اور وطن میں اس کا شوہر زندہ ہے ایسے حالات میں انڈمان میں اس عورت کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان دنوں وہاں یہ مسئلہ کافی اہمیت رکھتا تھا، اسی طرح ایک خط مورخہ ۲۹/اپریل ۱۸۶۷ء میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تصنیف ''ردنصاری'' کی فرمائش کی تھی۔

انگریزی کی قابلیت:

مولوی محمد جعفر تھانیسری نے اپنا تمام زمانۂ اسیری سرکاری ملازمت میں گذارا وہیں انگریزی زبان پر عبور حاصل کیا، ایک شخص رام سروپ سے انگریزی پڑھی اور ایک سال کے عرصے میں لکھنے بولنے میں خاصی مہارت حاصل کر لی فرصت کے اوقات میں وہ انگریزوں کو فارسی اردو اور ھندی وغیرہ سکھایا کرتے تھے۔اس سے بھی انگریزوں کے ساتھ کافی مشق کا موقع ملا ہوگا اور خاصی استعداد پیدا ہوگئی، وہ انگریزی عرضی اور اپیل بھی لکھا کرتے تھے۔ جزیرۂ انڈمان میں ان کے سوائے کوئی انگریزی داں مسلمان نہ تھا۔ان کی انگریزی سے لوگوں کو بڑے فوائد حاصل ہوئے مسلمانوں کے بہت سے مقدمات میں مدد کی، بعض کی پھانسیاں منسوخ ہوگئیں انگریزی کے بارے میں وہ اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''جو انگریزی نہیں جانتے وہ بلاشبہ دنیائے حالات سے بخوبی ماہر نہیں، اور بے انگریزی سیکھے پکا دنیادار اور طرار نہیں ہو سکتا،

Marfat.com

اور نہ سوائے اس زبان کے آج کل کوئی آلہ زرکمانے کا ہے''

والدہ کی وفات:

۱۸۶۴ء میں جبکہ مولوی محمد جعفر تھانیسری قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے کہ آپ کی والدہ کو سانپ نے کاٹ لیا لوگوں نے اس کے علاج کیلئے مشرکانہ رسوم تجویز کیں تو اس ضعیفہ نے ان پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

''میرے گھر سے شرک و بدعت مدت ہوئی اٹھ گیا اب میں اپنے بیٹے کی غیر حاضری میں اپنے گھر میں شرک نہ ہونے دونگی ایسی بے ایمانی کی حیات سے موت افضل ہے''

پروفیسر ایوب قادری مرحوم لکھتے ہیں:

''مئی ۱۸۶۴ء میں اس دین دار خاتون کا انتقال ہو گیا ایسی موت پر لاکھوں زندگیاں قربان''

رہائی:

۱۸۸۳ء میں مولوی عبدالرحیم صادق پوری (متوفی ۱۹۲۲) کی بیوی نے اپنے شوہر کی رہائی کیلئے درخواست دی جس کے نتیجے میں ''وہابی کیس'' کے جملہ ملزمان کا مسئلہ زیر بحث آ گیا اس وقت ھندوستان کے گورنر جنرل لارڈ رین تھے جو لبرل پارٹی سے تعلق رکھتے تھے ان کی حکومت نے ''وہابی کیس'' کے سبھی ملزمان کی رہائی منظور کر لی، مولوی محمد جعفر کو اپنی رہائی کی اطلاع ۲۲/جنوری ۱۸۸۳ء کو ملی جبکہ ان کی بیوی کو (جو اپنے میکے پانی پت میں تھیں) اس کی اطلاع ۳۰/دسمبر ۱۸۸۱ء کو مل گئی تھی، انڈمان سے رخت سفر باندھنے میں ابھی ایک اڑچن حائل تھی وہ یہ کہ ان کی بیوی (جن سے انڈمان میں نکاح ہوا) بھی عمر قید کی سزا بھگت رہی تھی ان کی رہائی ابھی باقی تھی، مولانا نے ان

Marfat.com

کی رہائی کیلئے درخواست دی یکم مئی ۱۸۸۳ء کو ان کی رہائی کا حکم بھی ہو گیا۔ اتفاق سے ان کو اس وقت چھ ماہ کا حمل تھا لہذا چھ ماہ اور ٹھہرنا پڑا اس دوران مولانا نے اپنا تمام اسباب فروخت کیا اور وطن جانیکی تیاری شروع کر دی وہ مکان جس میں رہا کرتے تھے ان کا ذاتی تھا مولانا نے چاہا کہ اسے وقف کر کے مسجد بنا دیا جائے لیکن ڈپٹی کمشنر نے اس کی اجازت نہ دی بالآخر ۹ر نومبر ۱۸۸۳ء کو کلکتہ پہنچے ۲۰ر نومبر ۱۸۸۳ء کی شب میں نو بجے انبالہ اسٹیشن پر اترے اس طرح تقریباً اٹھارہ سال بعد ایک مرد مجاد اپنے وطن پہنچا۔

وطن میں:

مولانا جعفر تھانیسری اپنا احوال خود لکھتے ہیں:

''اتفاق حسنہ پورے بیس برس کے بعد وہی ۱۳ر دسمبر میرے پانی پت سے دہلی کو بھاگ جانے کی تاریخ تھی کہ جب میں ۲۰ر برس پہلے تھانیسر سے سوار ہو کر بوقت صبح اپنی بیوی کو پانی پت میں چھوڑ کر اور پانی پت سے یکہ پر سوار ہو کر دہلی کو بھاگا، جب میں پانی پت کے جانب مشرق وجنوب کی سڑک پر شام کے وقت دہلی سے پانی پت کو چلا آتا تھا تو وہی سڑک اور وہی موسم اور وہی تاریخ دیکھکر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج فجر میں اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر دہلی کو گیا تھا اور آج ہی واپس آ گیا۔ خیر مغرب کی نماز کے بعد میں بمقام پانی پت اپنے گھر میں پہنچا۔ میری بیوی اور لڑکے جنکو دیکھکر باغ باغ ہو گئے بروز فرار جس لڑکے کو میں نے چند مہینے کا چھوڑا تھا اب اسکو بیس برس کی عمر میں دیکھا پانچ روز وہاں ٹھہرنے کے بعد پھر میں براہ کرنال تھانیسر آیا اور ایک شب چند گھنٹے تھانیسر میں ٹھہر کر پھر انبالہ واپس آیا''۔

Marfat.com

پرتپاک استقبال:

مولنا جعفر لکھتے ہیں:

''جس جس شہر میں یہ عاجز گیا، ہزاروں خلقت اس شہر کی میرا آنا سنکر میرے دیکھنے کو آتی تھی۔ اور تھانیسر میں تو ایسا اژدہام خلائق کا ہوا کہ میں اس رات کو سونے بھی نہیں پایا بلکہ بسبب تنگی وقت کے بہت سے آدمی میری ملاقات سے محروم رہ گئے۔ اور انبالہ میں چند مہینوں تک منزلوں سے لوگ میرے دیکھنے کو آتے رہے اور میرا منھ دیکھ کر خدا کی قدرت پر تعجب کرتے تھے''۔

آبائی مکان کی آخری زیارت:

مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

''شہر تھانیسر کو میں نے دیکھا کہ ۱۲/دسمبر ۱۸۶۳ء کو اس سے میرا قدم اٹھانا تھا کہ اس پر زوال شروع ہوا اس بیس برس میں ساتویں حصے سے بھی کم اس کی آبادی رہ گئی۔ مکانات گر کر راہ کوچے بند ہو گئے اور بجائے آدمیوں کے بندر اور چیتیوں نے اس میں اپنا دخل کر لیا لیکن خداوند کریم نے مجھکو قرائن سے معلوم کرا دیا کہ یہ شہر عنقریب بڑی دھوم دھام سے پھر دوبارہ آباد ہوگا۔ جب میں تھانیسر میں گیا تو میں نے اپنے مولد اور مکان مسکن پر جا کر مالک مکان سے جو اس میں آباد تھا بہ عاجزی تمام یہ اجازت چاہی کہ اپنے زنانوں کو کسی ایک کمرے میں علیحدہ کر کے مجھکو اس مکان کے اندرونی قطعات کی زیارت کر لینے دو مالک مکان نے مجھکو شناخت کر کے بڑے اخلاق سے اندر آنے کی اجازت دے دی مجھکو اس جگہ بھی قدرت الٰہی یاد آئی کہ جس مکان کو میں نے خود ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تعمیر کیا تھا اب اس کے اندر میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا''۔(۱)

(۱) مولوی محمد جعفر تھانیسری: کالا پانی، ص ۱۵۳-۱۵۴

Marfat.com

رہائی کے بعد:

مولوی محمد جعفر کی پہلی شادی پانی پت سے ہوئی تھی گرفتاری کے وقت ان کے دولڑکے اور ایک لڑکی تھی، بڑا لڑکا محمد صادق ان کے سامنے ہی بعہد اسیری فوت ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ چھوٹا لڑکا اور ایک لڑکی ان کی رہائی کے وقت زندہ تھے۔ رہائی کے بعد آپ انبالہ کینٹ میں ایک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے ان کا ایک شاگرد کپتان ٹمپل ان دنوں انبالہ میں مجسٹریٹ تھا اس نے ان کی بڑی مدد کی اپنی ضمانت پر حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندیاں ختم کرائیں۔ اور بیس روپے ماہانہ مقرر کردیئے، اس کے علاوہ مولانا تھانیسری انگریزوں کو پڑھاتے تھے اس سے تیس روپے اور مل جاتے تھے۔ اپریل ۱۸۸۴ء کو کپتان ٹمپل کا تبادلہ ہوگیا تو پولس کی نگرانی ہوگئی لیکن ۱۸۸۸ء میں حکومت نے خود بخود یہ پابندی اٹھالی، انبالہ ہی میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان سے ملاقات کی تھی، ۱۹۰۵ء میں اس مرد مجاہد کا انتقال ہوگیا ان کے صاحبزادے مولوی محمد اسماعیل وکیل انبالہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں شہید کر دیئے گئے، مولوی اسماعیل بن مولوی محمد جعفر تھانیسری کے صاحبزادے ۱۹۶۱ء تک لاہور میں کسی سرکاری محکمے میں ملازم تھے۔

تصانیف:

مولوی محمد جعفر تھانیسری تصنیف و تالیف کا خاص ذوق تھا انہوں نے کئی کتابیں لکھیں:

(۱) نصائح جعفری:

اس میں انہوں نے اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں جو ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ (۱۵ جون ۱۸۶۲ء) سے لکھنا شروع کئے تھے یہ

Marfat.com

نوشتہ حکومت کے ہاتھ لگ گیا ولیم ھنٹر نے اپنی کتاب ''انڈین مسلمانس'' میں اسے شامل کرلیا ہے:

(۲) ترجمہ آئین پورٹ بلیر:

پورٹ بلیر کے آئین کا ترجمہ مولوی محمد جعفر تھانیسری نے کیا تھا یہ چھپ چکا ہے، پورٹ بلیر کے ڈپٹی کمشنر میجر پراتھروٹ نے پورٹ بلیر کے آئین سے متعلق ایک کتاب مرتب کی تو اس کی تیاری میں بھی مولوی محمد جعفر تھانیسری نے پوری مدد کی تھی بلکہ اس کتاب میں پورٹ بلیر کے سبھی نقشہ جات اور رپورٹیں مولانا تھانیسری کی مرتب کردہ ہیں۔

(۳) تاریخ پورٹ بلیر:

اس کا تاریخی نام ''تاریخ عجیب'' ہے یہ کتاب اپریل ۱۸۷۹ء کو مکمل ہوئی مؤلانا تھانیسری اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

مدت دراز سے بہت سے صاحب لوگوں کی جو مجھ سے زبان اردو، ناگری، اور فارسی سیکھتے تھے یہ فرمائش تھی کہ اردو مروجہ پورٹ بلیر میں کوئی ایک کتاب تصنیف کی جائے کہ جس سے یہاں کے لوگوں کو اردو سیکھنے میں مدد ملے اور اس کے سوائے اور بہت سے لوگوں کی مدت سے یہ تمنا تھی کہ ایک کتاب تاریخ پورٹ بلیر جس میں یہاں کی آبادی اور اوضاع واطوار بندوبست وقانون وزمان مختلفہ پورٹ بلیرو حال جنگلیاں جزائر ہذا کا مفصل درج ہو تصنیف کر کے غیر جانبدار ھند کے لوگوں کو بھی یہاں کے عجائبات سے آگاہ کیا جاوے سو ان دونوں غرضوں کے رفع ہو جانیکے واسطے اس خاکسار محمد جعفر میر منشی سدرن ڈسٹرکٹ نے یہ مختصر کتاب تحریر کر کے اس کا تاریخی نام ''تاریخ عجیب'' رکھدیا۔

Marfat.com

(۴) سوانح احمدی:

سید احمد شہید اور ان کے خلفاء کے حالات میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے لیکن اس میں ایک اہم بات واقعہ کے خلاف ہے وہ یہ کہ مولوی محمد جعفر تھانیسری نے سید احمد شہید کی تحریک کو محض سکھوں کے خلاف جہاد ثابت کرنیکی کوشش کی ہے اور یہ بتانا چاہا کہ انگریزوں سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا، سید احمد شہید اور جماعت مجاہدین کے سرگرم ارکان کو انگریزوں سے کوئی پرخاش یا دشمنی نہ تھی حالانکہ حقیقت بالکل عیاں ہے مولوی محمد جعفر تھانیسری کا یہ طرز عمل شاید اس وجہ سے رہا ہو کہ وہ اپنی زندگی کے اٹھارہ سال قیدی کی حیثیت سے گذار کر آئے تھے اور جہاں آئے یعنی ھندوستان میں وہاں اسوقت انگریزوں کا اقتدار تھا، مولانا نے مصلحت کے قلم سے بقول پروفیسر ایوب قادری مرحوم نقش ونگار بھرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ جماعت کے اہم راز دار تھے اور سب کچھ جانتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ خوفناک تکالیف عزت و دولت سے محرومی بیوی بچوں کی طویل مفارقت کے آلام سہہ چکے تھے اب ان کے قلم نے شاید مزید کسی جوکھم میں پڑنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ مولانا غلام رسول مہر وغیرہ نے مولانا تھانیسری کی وہ کسر پوری کر دی جو انہوں نے سوانح احمدی میں چھوڑ دی تھی یعنی موصوف نے یہ ثابت کر دیا کہ سید احمد شہید کی تحریک نہ صرف سکھوں کے خلاف تھی بلکہ انگریزوں کے خلاف بھی تھی۔

(۵) تائید آسمانی:

قادیانیت کی رد میں سنہ ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی

(۶) کالا پانی:

یہ پورٹ بلیر کی تاریخ کا گویا تتمہ ہے ۱۹۰۰ء

Marfat.com

تھانیسری جب انڈمان سے واپس آئے احباب واعزہ نے اس اسارت کے حالات دریافت کئے مولانا نے اس مختصر سی کتاب میں مقدمات، قید، سفر انڈمان، اور انڈمان کے احوال لکھے ہیں۔

(۷) برکات اسلام:

اسلام کے محاسن و برکات، عبادات وغیرہ پر مشتمل ہے، اس میں حکومت برطانیہ کی بعض خوبیاں بھی گنوائی ہیں اس تصنیف کے بعد ہی مولوی محمد جعفر تھانیسری پر سے انگریزی حکومت کی پابندیاں اٹھالی گئیں۔

Marfat.com

فارسی شعراء

مولانا نسبتی

مولانا نسبتی تھانیسر کے سید خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد بزرگوار ولایت سے قصبہ تھانیسر میں آرہے تھے۔ نسبتی کا نام شاہ محمد صالح ہے نسبتی تخلص کرتے۔ اہل فقر وفناء سے تھے استغناء و توکل پر ان کا گزارہ تھا، تھانیسر سے باہر اپنی خانقاہ میں مشغول ریاضت رہتے اور اکثر گریہ طاری رہتا، شہزادہ داراشکوہ نے انہیں اپنے ہاں طلب کیا لیکن انہوں نے اپنی خانقاہ سے باہر جانا پسند نہ کیا اور یہ شعر لکھ کر بھیجدیا:

نمی پرم بہ پر وبال عاریت چوں تیر
نشستہ ام چو کمان روز وشب بخانۂ خویش

ترجمہ: میں تیر کی طرح عاریت کے بال و پر سے نہیں اڑتا، کمان کی طرح روز وشب اپنے گھر بیٹھا ہوا ہوں۔

جب ظفر خان احسن کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا تو اس نے مولانا نسبتی پر بڑی نوازشیں کیں ہمیشہ معتقدانہ انداز میں پیش آیا۔

نسبتی فارسی زبان وادب کے مسلم الثبوت استاد و شاعر تھے، مجمع النفائس میں آرزو نے لکھا ہے "میں نے پچیس ہزار اشعار پر مشتمل دیوان نسبتی دیکھا ہے" گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں وفات پائی۔ ہندی بھاشا میں بھی شاعری کرتے تھے اس میں سپتی تخلص کرتے۔ منتخب کلام:

Marfat.com

هم ز دل و ز دیده صبر و هم دوانه را
دزد ما با خانه می دزد متاع خانه را

دیده ام در غنچه گی چندان جفائی باغبان
بعد گل گشتن نمی دانم چه می خواهد شگفت

ای که دامن میزن از ناز بر شمع سحر
باش تابان و پر و پر انه خاکستر شود

مارا چو خس و خار معین وطنی نیست
بر هر سر خاکی که فتادیم وطن شد

آب تیغت را مگر از آتش گل داده اند
بر سر زخم تو بلبل می خورد خون مرا
حرف زنار سر زلف تو ورد زاهد ست
از کجا این مار گیر آموخت افسون مرا

مردیم و بود حرفی در دل که با تو گویم
در خاک رفت با ما راز نهانی ما

نمود وعدهٔ قتلم دو چشم او لکن
چه اعتماد تو ان کرد قول مستان را
کسی جانب من ندارد نگاه

Marfat.com

دل ودیده هم نسبتی سوی اوست

بهار رفت وزدیوانگی ندانستم
کدام باغ وکدامین چمن کدام گل است

می باقی و ماهتاب با قیست
مارا بتو صد حساب با قیست

از بسکه لاله رسته زخاک مزار او
برتربت شهید تو جای چراغ نیست

قیمت عاشقی چه می پرسی
عاشقی صد زیان ویک سودست

نسبتی ما بینوایان کا فران مفلسم
گر یکی را بت میسر می شود زنار نیست

یا غم دوست یا غم دشمن
هیچ در زمانه بی غم نیست

دل ما همچو لاله باغ است
نیمه ای خون و نیمه ای داغ است

Marfat.com

نسبتی مکتوب مارا تا برزمین افگندہ ایم
ہمچو مرغ نیم بسمل خود بخود پر می زند

آتش افسردۂ از کاروان وا ماندہ ام
ھم رہان رفتہ و خاکستر نشینم کردہ اند

قامت اوسایہ را سرو خراماں می کند
نقش پای او زمین را گل بداماں می کند
از سرزلف سیاہش خون دلہا می چکد
شام گوئی گریہ بر حال غریباں میکند

نیست گویا درسرمن سرنوشت دوستی
آشنا می جویم و بیگانہ پیدا می شود

کار پروانہ کار آسان نیست
بلبلان فکر سوختن نکنید

پری خوآن رابخو انیدای عزیزان
پرن زادان مرا دیوانہ کردند

دل تمنا ئے وصل او دارد
چہ بلامشکل آرزو دارد

Marfat.com

دل گر وزبد معاملگی
بیشم انداخت کین رفو دارد

بلبلان هم مزا جدان نشدند
کس ندانست گل چه خود دارد
شور تحسین دست و خنجر تست
زخم ها زخم گفتگو دارد
نسبتی دل بدرد معتبرست
لاله از داغ آبرو دارد

در صیدگاه چشم سیاهی نشست ایم
امیدوار تیر نگاهی نشسته ایم

پارهٔ دل بر جگر لخت جگر بر روی دل
پارها را دوختم اما پریشان دوختم

گر یار شود بخت تو بر خاک من آئی
آن رفت که بر خیزم و درکوئی تو آیم

میگذارم دل بآن کو چون بغربت می روم
بعد من تا چند روزی گرم دارد جای من

Marfat.com

گر نیاید درد دل ما بینوایان وای او
ور بیاید منزل او خانۂ جای او

نسبتی قاتل باین خوبی نمی باشد ببین
دست خون آلودۂ او دامن رنگین او

دل را بہای سہل نہادی و نرخ کم
معلوم می شود کہ خریدار نیستی

مہت گفتم زرخ برقع فگندی
مرا ازروی خود شرمندہ کردی

تو اگر دماغ دلبردل نسبتی بکن بو
بہ ازین نچیدہ باشی گل باغ آشنائی

لالہ حکیم چند نذرت

لالہ حکیم چند تھانیسر میں پیدا ہوئے بیسوی قوم سے ان کا نسبی تعلق تھا۔ ان کے والد بزرگوار ہردی رام تھانیسر میں مشہور قانون گو تھے، فارسی نظم ونثر پر انہیں یکساں طور پر قدرت حاصل تھی لالہ حکیم چند نے اپنے والد سے فارسی شاعری میں اصلاح لی علاوہ ازیں فارسی کے مشہور شعراء مرزا بیدلؔ، شاہ گلشنؔ اور خان آرزوؔ کی صحبت اٹھائی۔ ایک مدت تک بخشی الملک امیر الامراء صمصام الدولہ کی صحبت میں رہے غرض انہوں نے اپنے وقت کے مسلم الثبوت اساتذۂ فارسی

Marfat.com

سے تحصیل علم کیا۔ اس کے باوجود قدرت اللہ گوپاموی نے ان پر یوں تبصرہ کیا ہے ''لیاقت و قابلیت نقش مرادش خاطر خواہ نہ بست'' ندرت تخلص کرتے بارہویں صدی ھجری کے وسط میں انتقال ہوا:

سوز د بخاک ہمہ زتب عشق تن مرا
چوں صبح آتشی است نہاں در کفن مرا

گلستان می شود صحرا بود گر جام مے برکف
برنگ عینک سرخیکہ در پیش نظر باشد

شیخ عبدالواحد تھانیسری

شیخ عبدالواحد تھانیسر حجۃ الاسلام امام غزالی کے پوتوں میں ہوتے ہیں تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ فارسی زبان وادب میں ان کا ایک خاص مقام ہے فارسی میں ان کی شاعری اھل ھند کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔ نازکی خیال اور خوش مقالی میں اپنی نظیر آپ تھے بلکہ اپنے داد کے ہم پہلو تھے۔ قدرت اللہ گوپاموی لکھتے ہیں: درمساحت روزگار آزادہ بکمال بی تعلق زندگانی می نمودوا زچمن و ارستگی ہموارہ گلچیں یکرنگی می بود۔ گیارہویں صدی ھجری کے اواخر میں اس جہانی فانی کو خیر باد کہا حسرت تخلص کرتے

نمونہ کلام:

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک است
آرزو در سینہ بشکن جلوہ آرا نازک است
صد بیابان نالہ پرداز از خموشی کشتہ ایم
سر میداند کہ فریادی دل ما نازک است(۱)

(۱) قدرت اللہ گوپاموی نتائج الافکار ص ۴۰۔

Marfat.com

وحشت تھانیسری

وحشت تخلص اور نام عبداللہ یا غلام نبی ہے وہ مرزا عبدالقادر بیدلؔ کے معاصر تھے اور نظم ونثر میں انہیں کے متبع۔

جام تہی بدست زنرگس گرفتہ است
چشمی گشا کہ میطلبد بوستان شراب

پیام وصل بے قاصد بفرماسوی من آمد
برائے خواب از خود رفتنی افسانہ می خواہم
توای رم آفرین از حلقہ ٔ چشم تماشائی
برنگی کردہ ای وحشت کہ دریا دم نمی آئی(۱)

صہبائی

مولانا امام بخش صہبائی ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے، ان کا آبائی وطن تھانیسر تھا والد کا نام مولوی محمد بخش تھانیسری ہے۔ سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے والدہ کی جانب سے شیخ عبدالقادر جیلانی سے سلسلہ جا ملتا ہے۔ صہبائی نے مشہور محقق فارسی مولوی عبداللہ خان علوی (م ۱۲۶۲ھ) سے فارسی کی تعلیم پائی اور اسمیں اتنی مشق بہم پہنچائی کہ بہت جلدی وہ فارسی کے نادارالوجود محقق اساتذہ وشعراء میں شمار ہونے لگے سرسید ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کمالات ظاہری اور جلائل باطنی، حسن خلق اور حمائد اطوار میں پسندیدۂ خالق ومقبول خلائق خلق نوازش آپ کا آئینۂ بہار اور

(۱) مولوی مظفر حسین صبا: روز روشن ص ۸۹۵، میدان بہارستان طہران ۱۳۴۳)

Marfat.com

اوضاع حمیدہ آپ کے محمود روزگار، ایسا فرد زمان ایسی جامعیت کے ساتھ کم کوئی نظر سے گذرا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ فنون متعارفہ وسخن دری مثل تحقیق لغت واصطلاحات زباں دری اور تدقیق مقامات کتابی اور تکمیل عروض وقافیہ واستکمال فن معمہ وغیرہ میں ایسا کمال بہم پہنچایا کہ ہر فن میں یک فنی کہنا چاہئے''

''بریرفتہ از ہرفنی روشنی
جداگانہ در ہرفنی یک فنی''

سراپا: قد درمیانہ کھلتا ہوا کندمی رنگ منہ پر چیچک کے داغ مہندی سے رنگی ہوئی سرخ داڑھی سفید انگرکھا سفید پاجامہ کشمیری کام کا جبہ، سر پر چھوٹا سا سفید صافہ دبلے پتلے لاغر اندام۔

دلی کالج میں تقرر سے پہلے صہبائی اپنے گھر طلباء کو پڑھاتے تھے، جب ان کی محنت اور فارسیت کا غلغلہ دہلی میں بلند ہوا تو مختلف جگہوں پر وہ رؤسا کے لڑکوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ان کا پورا دن درس وتدریس میں بسر ہوتا تھا اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ نواب حامد علی خان بہادر (والئی رامپور) کے لڑکوں کے اتالیق بھی رہے۔

ناقدردانی روزگار: مولوی عبدالقادر غمگین رامپوری نے اپنے وقائع میں لکھا تھا ''علم وھنر کی کساد بازاری کی وجہ سے (صہبائی کی) معلمی پر گذر اوقات ہے ایک ھندو سیٹھ کے دو لڑکوں کو جنہیں دوسرے معلم ان کی تعلیم ''طوطی کی زبان کوے کے بچوں کو سکھانا'' سمجھ رہے تھے ایسا لکھنا پڑھنا سکھایا کہ گفتار میں انسان جیسے ہو گئے لیکن لڑکوں نے [illegible] سیٹھ باپ نے جس معاوضے کا وعدہ کیا تھا اس کے پورا کرنے میں پہلوتہی کی اور اس مظلوم (صہبائی) نے اپنا حال صاحب عدالت تک پہنچایا معلوم نہیں فریاد رسی ہوئی یا نہیں''

Marfat.com

مفتی صدرالدین آزردہ اور صہبائی: وقائع عبدالقادر خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صدرالدین آزردہ سے صہبائی کی (فارسی سے متعلق غالباً) علمی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔

دہلی کالج کی مدرسی: ۱۸۴۰ء میں لفٹنٹ مسٹر ٹامسن نے دلی کالج کا معاینہ کیا تو تجویز رکھی کہ ایک فارسی کا مدرس بھی ہونا چاہئے، مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور نے عرض کیا کہ ہمارے شہر میں فارسی کے استاد صرف تین ہیں ایک مرزا نوشہ (مرزا غالب) دوسرے حکیم مومن خاں مومن تیسرے امام بخش صہبائی۔ لفٹنٹ گورنر نے تینوں کو بلوایا مرزا نوشہ تو اس کیلئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ مومن خان مومن نے سو روپے ماہانہ سے کم تنخواہ نہ لینے کی شرط رکھی، مولانا امام بخش صہبائی کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا انہوں نے ۱۸۴۰ء میں چالیس روپے ماہوار تنخواہ پر یہ خدمت قبول کر لی بعد کو پچاس روپے ہو گئے اور کچھ عرصے بعد آپ مدرس اول بنا دیئے گئے اور ایک عالم نے فیض پایا۔

سرسید اور صہبائی: سرسید سے صہبائی کے بڑے گہرے تعلقات تھے انہوں نے آثار الصنادید کی ترتیب میں سرسید کی بڑی مدد کی تھی آثار الصنادید کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا اس میں عمارتوں کے حالات صہبائی نے لکھے تھے سرسید سے ان کی دوستی اخوت کے درجے کو پہنچی ہوئی تھی سرسید کے مکان پر وہ طلباء کو فارسی بھی پڑھاتے تھے۔

قلعۂ شاہی سے تعلقات: شاہی خاندان کے بعض افراد سے بھی صہبائی کے اچھے مراسم تھے کئی شہزادے ان سے شعر سخن میں مشورہ لیتے اور ان کے شاگرد تھے۔ مشہور تذکرہ نگار مرزا قادر بخش صابر انہیں

Marfat.com

کے شاگرد تھے۔ گلستان سخن کی ترتیب میں بھی مولانا صہبائی نے تعاون دیا تھا بعض حضرات نے اسے صہبائی ہی کی تصنیف لکھا ہے۔

شہادت: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جن حضرات پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ان میں صہبائی، ان کے فرزند گرامی عبدالکریم سوز اور اس خانوادۂ علمی کے اکیس افراد شامل تھے، مولانا صہبائی کے بھانجے مولانا میر قادر علی جو مولانا صہبائی کے ساتھ رہا کرتے تھے بیان کرتے ہیں:

''میں صبح کی نماز اپنے ماموں مولانا صہبائی کے ساتھ کٹرہ مہر پرور میں پڑھ رہا تھا کہ گورے دن دن آن پہنچے پہلی رکعت تھی کہ امام کے صافے سے ہماری مشکیں کس لی گئیں، شہر کی حالت نہایت خطرناک تھی۔ اور دلی حشر کا میدان بنی ہوئی تھی، ہماری بابت مخبروں نے بغاوت کی اطلاعیں سرکار میں دے دی تھیں اس لئے ہم سب گرفتار ہو کر دریا کے کنارے پر لائے گئے ایک مسلمان افسر نے ہم سے آ کر کہا کہ موت تمہارے سر پر ہے گولیاں تمہارے سامنے ہیں اور دریا تمہاری پشت پر ہے تم میں سے جو لوگ تیرنا جانتے ہیں وہ دریا میں کود پڑیں۔ میں بہت اچھا تیراک تھا مگر ماموں صاحب یعنی مولانا صہبائی اور ان کے صاحبزادے مولانا سوز تیرنا نہیں جانتے تھے اس لئے دل نے گوارا نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر اپنی جان بچاؤں لیکن ماموں صاحب نے مجھے اشارہ کیا اس لئے میں دریا میں کود پڑا پچاس یا ساٹھ گز گیا ہوں گا کہ گولیوں کی آواز میرے کان میں آئی صف بستہ گر کر مر گئے''

مولانا صہبائی کے ساتھ ان کے کنبے کے اکیس افراد شہید ہو گئے۔ صہبائی کوچہ چیلان میں رہا کرتے تھے (یہ محلہ اہل علم کا مخزن تھا یہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مکان تھا یہیں شاہ عبدالعزیز محدث

Marfat.com

دہلوی رہے، دلی کالج میں مدرسی کے دوران مولانا مملوک العلی نانوتوی بھی اسی محلے میں رہتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی جن دنوں دلی کالج میں پڑھتے تھے ان ایام میں ان کا قیام بھی اپنے چچا مولانا مملوک العلی کے مکان واقع کوچہ چیلان میں رہا۔ سرسید احمد خان کا آبائی مکان بھی اسی محلے میں تھا منشی ذکاءاللہ بھی یہیں رہتے تھے)۔

صہبائی کی شہادت اہل علم کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی ان کی اس مظلومانہ شہادت پر بہت سے اہل علم وسخن نے مرثیے کہے لیکن ان کے دیرینہ رفیق مفتی صدرالدین آزردہ نے جب یہ جانکاہ خبر سنی تو بے اختیار کہہ اٹھے:

کیوں نہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

اور پھر ایک درد بھرا مرثیہ کہا:

ندانم کجارفت آں نعش پاک — فلک بردیا ماند برروئے خاک
ندانم چہ کر دست با وسپہر — زجامہ کفن کردی یا تاب مہر
بخاکش نمود نداورا نہاں — وبا مرتفع کردند سوئے آسماں
کسے فاتحہ ہم بروخواندہ است — بعطر گلابی برافشاندہ است
کدامی گل وبلبل و باد ودشت — بخاکش بحسن عقیدت گذشت
الٰہی بیا مرز مظلوم را — کلاہ شہی دہ بملک بقا
بفردوس اعلیٰ بود جائے او — بہشت بریں باد ماوائے او

تصانیف: صہبائی طب، عروض علم معمہ اور فارسی میں کمال رکھتے تھے۔
ترجمہ حدائق البلاغت: انہوں نے شمس الدین فقیر کی فارسی تصنیف حدائق البلاغت کا اردو میں ترجمہ کیا جو ۱۸۴۳ء میں سید

Marfat.com

عبدالغفور (برادر سرسید محمد خان) کے اہتمام سے مطبع سید الاخبار کوچہ چیلان دہلی سے شائع ہوا اور پھر ۱۸۴۴ء میں اسے مولوی کریم الدین پانی پتی نے اپنے مطبع رفاہ عام واقع حوض قاضی سے شائع کیا۔

شرح سہ نثر ظہوری: یہ بھی سرسید کے برادر بزرگ سید محمد خان بہادر (منصف دہلی) کے مطبع سے یکم جمادی الاول ۱۲۶۰ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۸۴۴ء کو سید عبدالغفور کے اہتمام سے شائع ہوئی۔

کافی: علم قوافی میں ایک مختصر اور بیش قیمت رسالہ

وافی: علم عروض وقوافی میں رسالۂ بے نظیر

شرح وافی:

انتخاب شعرائے اردو: یہ ۱۸۴۴ء میں طبع ہوا

شرح الفاظ مشکلہ: ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔

گنجینۂ رموز: چون آن مہ روے خود از پردہ نمود
دل از ما برد آخر کرد نابود

اس شعر سے ۳۵۰ نام مستخرج ہوتے ہیں اسی شعر کی شرح میں صہبائی نے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور اس سے سات سو نام نکالے۔

مخزن اسرار علمیہ: علم معمہ میں بے نظیر رسالہ

جواہر منظوم: یہ بھی معمہ ہی میں ہے اسمیں ہر دو شعر سے ایک اسم الٰہی مستخرج ہوتا ہے۔ جیسے ''ملک'' خدا کا نام ہے درج ذیل شعر سے بطور معمہ نکلتا ہے۔

عمرے بنہاد آن صنم کافریش — زالماس ذخیرہ باز بہر دل ریش
آخر زدبان او بصد دشوارے — نیم لبش آمدہ بکام دل خویش

Marfat.com

درج ذیل سے اسم الٰہی سلام مراد ہے۔

خوبان کہ شکیب از دل نا کام برند از چشم تو طرز غمزہا دام برند
جائے کہ رخ تو ہست از مہ چہ سخن بنمار خ مہوش ار زمہ نام برند

مہیمن

ہر کس تاب سہیل راشد بندہ برخیزگی نگاہ اوزن خندہ
کو جہرہ یار بین و زدیدہ بپوش بر جائے سہیل بین مہ تابند

''جائے سہیل'' سے زمین کا کنایہ ہے اور جب لفظ ''یمن'' پر ''مہ'' آجائے تو مہیمن ہو جاتا ہے۔

عزیز

خورشید بخویش داشت زین پیش گمان کاین چرخ نیاوردہ نظیرش بجہاں
چوں قصہ آفتاب رویش گفتم خوریافت رخ چوخویش رانام ونشاں

بارئ

اے از تو چمن زخرمی گیرد کام وے از تو بہار سرخرو از ایام
ہر مرغ کہ در چمن زند نالۂ شوق مے سا زدازتوھر یکے ازبرنام

خافض

حسنش کہ برنگ ماہ انور بینی چون خور بینی اگر مکرر بینی
آخر زان شوخ بین اند ازش زان گونہ کہ ھر دمش فزون تر بینی
یارب گنہم زبسکہ ازحد افزود گفتی لا تقنطو اویاسم نزدود
آرے ناجی شدآن کسی کش ازشرم باعفوتو راز دیدہ جز اشک نبود

درج ذیل اشعار مین بتایا ہیکہ لفظ علی سے اللہ اور لفظ اللہ سے علی برآمد ہوتا ہے

Marfat.com

منم نصیرے آنجا وے سبل کہ بود   زعجیب شاهد کنعان قدس چهره کشائے
دلت چو سحره بازیچه هاے وهم دوی است   علی یکے چه شماری زنه نود اسما
چنین که جاده وحدت سپرده است بود   اناالحق از وے واز حق انا علی زیبا
علی است منتج نام اله ونام اله   بود زچهره نام علی نقاب کشا
مزن جراحت منکر براین سخن ز انکار   دلیل قاطع من بس بود براین دعوا
که عین هم الف وهم الف نماید عین   زلام لام و زیا ویا زها پیدا
زهردونام چو گیری حروف ملفوظے   حروف مفرده اش گردد از دگر گویا
دگر بقلب بری آن حروف رادانی   که این طریق توانی سپرد در همه جا
سخن که رهرو ملک وسیع اسرار است   عنان براه دیگر پیچیدم ازین ماوا
اگر باهل سخن تازه نغمه زد قلم   شگفت نیست که گویا طلب کند شنوا
حروف مفرد ملفوظے علی است علی   حروف مفرد ملفوظے خدا ست خدا
به بین بقاعده کاصل اصول این فن است   فروع را بود از اصل برگ نشو ونما
الف یک است وهمان یک ی است وی باشد   گہے بلام وگھے سوے عین راهنما
زلام زلف توان کرد حاصل وآن زلف   تو خواه جیم شمر خواه دال کو عمدا
زعین شمس واز ان سین بگیر دسین شصت است   زشصت گاد نود گاد پنجه جلوه نما
نود بچشم تو صاد ست دمیم وپنجه نون   زنون بیا سوے حوت وز حوت جانب یا
هم از نود بسوے فی توان شتافت وے   چو فی ست اسم تو ان یافت ز د مسمی را
چو یا ده ست زده راه گیر جانب نه   وگر تو خواهی ازان ده دو گیر واز دو با
زنه بطار رود وهم نه چو هست پنجه و پنج   ازان به پنج رواز پنج رو بجانب با
زبا که شش بود اشار واو پیدا کن   زشش دو حرف شمار و بجا معجمه
چو طا گرفته و طانه است حا بر یه   چو حا بدست تو افتاد ره بپر سوے زا
زیا اماله دو یا هست ده دو هست بود   زهست کاف بر آورده بود ملا/
رسه در زالف یه کان پلےست وزان   چهل شمار و از آن جا بسوے میم بیا

Marfat.com

هم از الف بسے از سی برو بشهر وزشهر — بماه ره برداز ماه رو بجانب را
اشارتے چو بہ تصحیف نیست غیر از هشت — کہ آن ست تا و ثا ذال و شین و ضاد و ظا
دگر ازان همہ غین است و قاف این جملہ — ز یکدگر بدر آیند چون قمر زد جا
دو اسم کان بشمار حرفی متفق اند — بایں حساب یک از دیگرست چہرہ کشا
بر آمدست ز زهرا حسین بہر مثال — بدان ضعف بر آید حسین از زهرا
هم از حسین بزهرا چناں فتد راهت — کہ از پسر رهت افتد بسیرت آبا
ازین طریق عنان قلم بگر دانم — چو کرباد دراین رہ کجا شدم زکجا
علی بود در شهر علوم و کس در شهر — بغیر درنتواند کہ واگذارد پا
حدیث لحمک لحمی نیوش و چشم مپوش — بدن چگو نہ تواند جدا شد از جزا
نصیرم نکنی ظن ازین سیاق سخن — کہ این طریقہ توان بود سنت الشعراء
بشعر بندہ اصنام گشتن آئین است — چہ شد کہ بندہ شدم پیش خواجہ دوسرا
گماں مبر کہ شدم شیعہ اندرین قطعہ — نعوذ باللہ ازین شیعہ بودن و حاشا
قدم زهر کہ بود از مدیح بر فلک ست — رخ سخن سوے داور چراست ناز بیا
سخن کہ جادہ دیگر گرفت از رہ رفت — بیا بسوے حقیقت بگیر راہ هدیٰ
پس از رسول ابو بکر و بعد از وست عمر — سپس ز جامع قران علی عقدہ کشا
قدم چگونہ توانم در آن طریق نہاد — کہ نیک آگہم از عشوہ ہائے ابن سبا
قریب اونجد اع زیری ماند — کہ رخنہ کرد درایوان ملت عیسیٰ

صہبائی نے کبھی اردو شعر کی طرف توجہ نہ کی وہ ہمیشہ فارسی میں شاعری کرتے تھے ان کے کلام میں غزل، قصیدہ، مرثیہ، مخمس، مسدس اور قطعات کا تنوع ہے ایک غزل میں کہتے ہیں:

یارب آکن بجنون دلِ دیوانۂ ما — کہ شود بال پرے نالۂ مستانۂ ما
منکر کفر مشو گر سر ایمان داری — کعبہ یک پارۂ سنگ است ز بتخانۂ ما

Marfat.com

چون شرر حاصل مادر گردوست فناست   برق باریشہ کند سر بد راز دانۂ ما
حسن بر آئینۂ وقف است و نگہ واقف نیست   ہمہ بر خویش بود جلوۂ جانانۂ ما
وائے گر ناز عنانش بہ تغافل ندہد   ہست نشتر بکف شوخی افسانۂ ما
طرفہ کان بت برخ کعبہ روان ہم خندد   دست در گردن غیر است ز جانانۂ ما
عقل مے ناز دواز سریقین آگہ نیست   نسخۂ جہل بود مبحث فرزانۂ ما

غزل

کن آشنا اے لب دو سہ حرف عتاب را   از بہر مادو آتشہ سازاین شراب را
رنگ رخم چو گل پہ پروازی زند   دارم خزان رسیدہ بہار شباب را
دارد اثر ز چین جبین موج خندہ ات   یک رنگ کردہ ناز تو لطف و عتاب را
امروز تا کرشمۂ لطفش چہ می کند   رحمت فگندہ است بفردا حساب را
چون شمع آرمیدن عمرست اضطراب   دارد بسبز رنگ بہارم شتاب را
لبریز حرف شکوۂ دلدار می روم   خواہم درازمدت روز حساب را
صہبا بیا بوسعت رحمت نگاہ کن   یک نبہ شمار کردہ و ثواب را

اور یہ شعر:

نہ ہوائے کعبہ در دل نہ سر کنشت مارا   چو از و شدیم دیگر چہ ز خوب و زشت مارا
بنظارہ گاہ محشر دل و دیدہ باز بخشند   بشدیم خاک و آخر غم او نبشت مارا

درج ذیل غزل ملاحظہ فرمائیں مطلع پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صہبائی کی شہادت پر یہ شعر کتنا صادق آتا ہے۔

بگرد براہ فنائیم مجال عنقا نیست   بگوشۂ منم راہ دیگرے مانیست
بگلبن مسکن بحضورت فضول نتوان شد   تو خود نمی کنی آنرا کہ در خور مانیست
تو نیز پائے ترا از شوق خویش وان ہمدوست   بہر چہ کہ رسیدی نشانش آنجا نیست
عدوی بہ تقسیم اے خرد بہ خویش بیں   کہ بہ نظر ناز بہ دل ان تقانیست

Marfat.com

گذشتہ ایام کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یا دایامیکہ شور عشق در سر داشتم　　دل بغم می سوختم در سینہ اخگر داشتم
شدنمی غماز و عالم را بطوفان بر درخت　　ورنہ من یک عمر پاس دیدۂ تر داشتم
در دلم شیرین ولیلی ہر کہ شد زخم تو برد　　بسکہ در دل نیش مژگان تو کافر داشتم
شب خطا ہائکہ رفت از دست من عذرش بنہ　　آرزو بے اختیار و شوق مضطر داشتم
صحبت ام الخبائث کرد صہبائیم نام　　ورنہ پاس عصمت شرع پیمبر داشتم

صہبائی قصائد بھی کہے ہیں ایک قصیدہ بطور نمونہ پیش ہے:

صبح بزعم صوفیاں از پی بیع جام رز　　میفگند زآستین رخچہ زرشش سری
موج پیالہ دام کن عیش رمیدہ صید تست　　کاہوئے زرد دربرہ کند چراخوری
نقطہ زر بہ پہلوے صفر حمل نہادہ اند　　تارقم یک از برش ہم زمات بشمری
خاک چمن بصبح گاہ گشتہ زباد عطر خیز　　ہمچو زباد گریہ بید کردہ بمشک یاوری
نخلخہ سائے دہر شد نافہ کشائے صبحدم　　طبلۂ مشک شد مشام این نفس از معبری
گاہ چو چشم عاشقان گریہ بر آرد ابرتر　　گہہ چو دہان گلرخان خندہ کند گل طری
گوہر زالہ صبحدم بررخ شاہ اسفرم　　بردہ زرد شنان چرخ رونق آب پیکری
بلبل ژندخوان بصبح زمزمہ زد چوزدہشت　　شاخ لقب ببر سمش شہرت بآذری
از چہ باین ملایمی دل نکشد ببادہ ات　　سنگ نمودہ شیشکے کردہ بلور ساغری
از پی جمع شاہدان خواستہ بر بساط بزم　　مے ز حباب افسری ساز زپردہ معجزی
ساقی سیم ساق را در بر شاخ بستہ ین　　لعل مذاب موج زن گشتہ بجام گوہری
عصمت مہر بکرے غنچہ نگہ نداشتند　　دخت رزست بے حجاب دست چرانمی بری
از پی جام مے مکن ابروے کود پراز گرہ　　از پی مہر عقدہ را خاصیت است اژدری
چون متعلم وادیب گشتہ بمکتب نشاط　　ساغر بادہ جملہ کوش بلبلہ درسخنوری
کاوسفابی از دہن گوہر شب چراغ ریخت　　عنبرا، برفشان تا بر ازودگرخوری
گر نہ بقصر نیلگون رسم عزاست مستمر　　برسراین سہ دختران از چہ جنازہ بنگری

Marfat.com

بلبلہ مرغ خوش نواست آتش تر غذائے او — گنبدۂ حباب مے کردہ بہ پیشش اخگری
خیک تنے است بے رواں جان جہانش درنہان — بوئے تنش چو انگزد نکہت جانش عنبریی
زاغ شبہ مثال را نورے لعل در شکم — دیوزنے سیاہ روحاملہ گشتہ از پری
تازنوال مطربان چاشت زنغمہ واکشد — آمدہ کاسۂ رباب غیرت کعب ننگری
چنگی آتشین زبان زمزمہ برلبش دوان — دادہ بآتش فغان باد مسیح را تری

رحمت علی رحمت

رحمت علی رحمت فارسی و اردو کے شاعر ہیں۔ انکے مختصر حالات شعرائے اردو کے ذیل میں آئینگے۔ فارسی کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:

مدتے شد تا فراہم آمد این چاک جگر — یارب بیرحمی خنجر گزران چہ شد
غفلت اہل ہنر را چارہ نتوان یافتن — نیم رنگ آمد سخن معنی نگاراں را چہ شد

بدل نہ رغبت کفر و نہ میل دین دارم — نہ مہر کعبہ نہ بابت پرست کیں دارم
جہاں بلرزہ شد از جنبش زمیں کہ بگور — بخویشتن دل بیتاب ہمنشیں دارم
تو درکناری واندوہ ہجری کشدم — کہ ہمچو طالع خود خصم در کمیں دارم
نہ کفر دانم و نے دین ہمیں قدر دانم — کہ دل بہ بند غم الفت بتاں دارم
اگر چہ پائے رسانم نداد واندو لے — سری بقافلہ چوں گرد کارواں دارم

برائے سوختنہا با حریفان ساختم رحمت — بہر جا رفتہ ام چون شمعہای انجمن رفتم

Marfat.com

خمار بادۂ غم درسرش بین برنگ لالہ داغ اندر برش بین
دلم برد از نگاہ و از نگاہے دل اندر سینہ چون مضطرش بین
ادائے شوخی و انداز جورش جدا از نرگس جادو گرش بین
لب نازک کز و از حسرت اکنون لب و این آرزوے خاطرش بین
ہجوم آہش اندر سینہ بنگر وفور گریہ در چشم ترش بین
چنا کز پہلویم نازش جدا اشت بعشق از خود بجائے دیگرش بین

جنس دل گرچہ عزیز است بپیچش نخرند این ستم پیشہ نکویان جفا گستر ما

ساقی بریز در قدح من شراب را دستے بگردن افگن و افگن نقاب را

Marfat.com

تو وصد گردش چشم و من وصد آرزو در دل — تو و چشمک باغیار و
من و رعنا جوان شوخی کہ چشم مست او رحمت — بکافر ماجرائے م

در خور حوصلۂ شوق بنا شد جائے — بہر ما وقف تو ان
گر ہمیں نالہ پس از مرگ کشد سر زدلم — دمد از خاک من
غمزہ و شوخی و انداز و ستم کردہ ہجوم — یک جگر دارم و جمع
رحمت و کوہکن و قیس بہم آمدہ اند — چہ تماشاست کہ جم

Marfat.com

شعراء بے اردو

امام بخش تھانیسرؔی

امام بخش تھانیسری عہد اکبری کے ایک مشہور شیخ طریقت قمیص الاعظم قادری کی اولاد میں سے ایک بزرگ کے مرید و خلیفہ تھے ان کی تاریخ پیدائش و وفات اور مفصل حالات نہیں ملتے ان کے ایک شاگرد عبدالرضا رضاؔ تھانیسری کا ذکر ہم آیندہ اوراق میں کریں گے البتہ ان کے ایک معاصر بزرگ شاہ محمد غوث قادری لاہوری (متوفی ۱۱۵۲ھ) کا ذکر ان کے رسائل میں کئی جگہ ملتا ہے تھانیسری کی ایک نظم ''ڈھندورا'' میں بھی ان کا ذکر آیا ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاہ امام بخش تھانیسری بارہویں صدی ھجری کے اوائل میں پیدا ہوئے ان کی کئی منظوم تصانیف و رسائل کے متعدد قلمی نسخے پاکستان و ھند کے کتابخانوں میں مل جاتے ہیں۔ ان میں معجزۂ پیغمبر و شاہ یمن''، ''معجزۂ ساپن''، ''معجزۂ دردسر''، ''معجزۂ درخت''، ''ڈھندورا'' ترجمہ ''اردو پندنامہ سعدی'' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں جن سے شاہ امام بخش تھانیسری کی تصانیف کا اپنے دور میں قبولیت کا پتہ چلتا ہے اس سے قطع نظر کہ ان میں بیان کردہ معجزات، ضعیف اور نہایت کمزور بلکہ بعض موضوع روایات پر مشتمل ہیں لیکن اس سے مشرقی پنجاب میں اردو کے عام چلن کا احساس ہوتا ہے اور یہ نتیجہ نکالنا غلط نہیں کہ اردو زبان کے اہم مراکز مشرقی پنجاب کے عام قصبات تھانیسر بٹالہ، سرھند، سنام، سامانہ، ہانسی روھتک حصار، پانی پت وغیرہ تھے انہیں قصبات میں عہد وسطی کے ھندوستان میں اردو کے اہم مراکز قائم ہو گئے تھے اب یہی قصبات اردو تہذیب اور عہد اسلامی کے مزارات ہیں۔

Marfat.com

شاہ امام بخش، تھانیسری تخلص کرتے ان کے چار شعر عام تذکروں میں ملتے ہیں:

اس جہاں میں اوس جہاں میں کون ہے
ہر نہاں میں ہر عیاں میں کون ہے
ہے جو دکھلا تا تجلی دم بدم
ہر جمال دلبراں میں کون ہے
تو کہے میں گفتگو سے پاک ہوں
پس یہ گویا ہر زباں میں کون ہے
لوگ کہتے ہیں خدا ہے لامکاں
پھر زمین و آسماں میں کون ہے

''معجزۂ حضرت رسالت پناہ و شاہ یمن'' میں تقریباً چھ سو اشعار ہیں۔ ابتدا اس طرح ہے:

اول تعریف سو ہے اس خدا کوں
کہ جس پیدا کیا ہے مصطفیٰ کوں
دوجی تعریف سو ہے اس رسل کوں
کہ حق تعریف میں جس کی ازل سوں
عجب خاوند کہ جس کا یہ عہد ہے
ایسی فہمید میں سب عقل رد ہے
کہ جس کی شان میں قرآن ساجے
چھتر لو لاک کا سر پر براجے
عجب صورت عجب سیرت عجب شاہ
کہو صلوٰت بس اللہ اللہ
غلامی چار یاروں کی قبولوں

Marfat.com

خوارج رفض کے جھگڑوں کو بھولوں
کروں دن رین سمرن پنج تن کی
رضا مندی یہ ہے ذوالمنن کی

قصۂ معجزے کا آغاز:

عجب ایک روز کا قصہ سناوں
کہ اس قصے سے سب جگ کو لبھاوں
جمعہ کی رات تھی گوشہ قبولا
جو کچھ تھا کام سب دنیا کا بھولا
پہن پوشاک اور خوشبو لگائے
خدا کے نام کی تسبیح پھرائے
گئے پڑھتے ہوئے جب رات آدھی
ولے تھی چاندنی سیں دل کشادی
نہ تھی وہ راپت لیکن شب قدر تھی
نہ تھی وہ چاندنی نوری چدر تھی
عجب اٹھتا تھا دل سے جوش پر جوش
ہوا آخر کو اس حالت سے بے ہوش
جو کیا دیکھوں عجب ہے ایک میداں
کھڑے ہیں دست بستہ جن وانساں
ہوا میں دیکھ کر بس خرم و شاد
جو تھا اس وقت پر کلمہ نبی یاد
گیا ان پاس یوں پوچھا میں سب سے
کھڑے ہو دست بستہ کیوں ادب سے
کہ ہے گا کون اس جاگہ کا والی

Marfat.com

یہ ہے کس کیلئے میدان خالی
مجھے تب دیکھ کر آیا اونھیں جوش
کہیا خاموش ہو خاموش خاموش
موکل ہم جو ہیں بھیجے خدا کے
یہ استقبال حضرت مصطفیٰ کے
یہاں ہوگا رسولوں کا اوتارا
ملائک اور حوروں کا نظارا
ادب سے جاکہیں گوشہ کھڑا ہو
نبی جی کا اگر دیدار چاہو
یہ پاکوں واسطے جاگہ بنائی
نہیں ہے اور کی اس جا سمائی
وہاں سے میں نے جا پکڑا کنارا
لگا پھر دور سے کرنے نظارا
لگے اوترن پیغمبر پالکی میں
لگے اوترن ولی پر نالکی میں
لگے اوترن فرشتے آسماں سے
خدا نے اپنی قدرت سے سنوارے
نہ دیکھا آنکھ نہ کانوں سنا تھا
جو کچھ اسباب اس جاگہ بنا تھا
اترا حوروں نے جا باڑوں سے جھاڑی
صفائی پھر کی فردوس ساری
انھوں کے بعد اترا تخت عالی
کیا عالم کے تئیں ظلمت سے خالی

Marfat.com

لئے حوروں کھڑی تھیں مور چھل ہاتھ
لگے کہنے ملک صلوات صلوات
کئے مجلس نے اٹھ تعظیم و تسلیم
ہوئی چاروں طرف صلواۃ و تسلیم
کئی جا کر لگے نعلین جھاڑن
لگے بے ہوش ہو تن من کو وارن
ہوئے چودہ طبق آکر سلامی
کریں تھے چاند سورج بھی غلامی
وہ بیٹھے بیچ مجلس کے جو سوہین
ستارون بیچ جیسے چاند ہوئیں
لگے اس معجزہ کا درس پڑھنے
گویا منھ سے لگے تھے پھول جھڑنے
وہ صورت دیکھ کر ہم نے بچارا
یہ ہے تحقیق پیغمبر ھمارا
کہ اس مجلس میں اک مرد خدا نے
عصالے ہاتھ میں ہو یا روانے
وہ آیا پاس میرے پھر یکا یک
نجانوں تھا بشر یا تھا ملائک
پکڑ کر ہاتھ میرے خوب مضبوط
لگا فرمانے سن اے مرد فرتوت
نصیحت پر نصیحت کہہ سنائے
کہ اے تھانیسری گر کچھ کمائے
کہ کر تصنیف اب اس معجزہ کی

Marfat.com

اگر خواہش ہے جنت کے مزہ کی
سمجھ کر یاد رکھ اب اس کو مت بھول
کہ ہے یہ معجزہ حضرت کا مقبول
جسے خواہش ہو مجلس مصطفیٰ کی
خدا کے دوست احمد مجتبیٰ کی
اول اول دریا میں جاکر خوب نہاوے
نئی پوشاک اور خوشبو لگاوئے
پڑھے یہ معجزہ چائی جمعہ رات
اگر باور نہ ہو دیکھو کرامات
اگر کوئی پڑھے سیکھے سکھاوئے
کھلے رستے چلا جنت کو جاوے
یہ کہہ غائب ہو یا وہ خضر ثانی
بجا گرنش نصیحت اس کی مانی
گئی اس خواب سیں اکھین مری کھل
کہاں ساقی کہاں پیالہ کہاں مل
لگا دل میں فکر کا بیج بونے
لگا یہ شعر موتی سے پرونے
سنو یارو عجب یہ معجزہ ہے
مزہ اوپر مزہ اور پر مزہ ہے
نبی پاس ایک دن جبریل آیا
کہا مالک کا حضرت کوں سنایا
کہ ہے اک ملک نام اس کا یمن ہے
بڑا اوس بیچ کافر کا تمن ہے

Marfat.com

ولید اس سخت کافر کالقب ہے
سراسر فتنہ گیر اور بے ادب ہے
وہ ہے دل جان سیں دشمن تمہارا
کیا اس جنگ کا سامان سارا
وہ کہتا ہے نبی کو پکڑ لاؤں
قسم ہے مجھکو تب میں ناج کھاؤں
یہ نہ سمجھا وہ بے ایمان مردود
کہ ہار اور جیت کا مالک ہے معبود
یہی فرمان آیا ہے یمن کو
کہ خالی ہاتھ جاؤ تم یمن کو

پھر حضورؐ شاہ یمن کو پیغام حق سناتے ہیں وہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اور غصہ میں آپؐ پر تلوار سے وار کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے ہاتھ شل ہو جاتے ہیں پھر بھی وہ آپ کو جادوگر بتاتا اور آپ کا مذاق اڑاتا ہے قدرت حق اور آپ کے معجزہ سے ایک سوکھے درخت میں سیب لگتا ہے اور وہ آپ کے نبی پر حق ہونیکی گواہی دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت شیث کی امت میں ہوں اور ابو حال میری کنیت ہے یہ معجزہ دیکھ کر شاہ یمن کے قدموں میں گر جاتا ہے اور عفو وکرم کا طالب ہوتا ہے اس کے بعد ابو حال سے آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

یہ کہہ کیا تیرے تیں دنیا پیاری
دیا چاہتا ہے دیں کی سرفرازی
جو کچھ چاہتا ہے توں کہہ مرد طالب
یہاں موجود ہے تیرا مطالب
کہا بوڑھے نے اے سرتاج ارسال

Marfat.com

سنا میں کر بلا کا شیث سیں حال
یہی چاہتا ہوں اے ہادی کامل
حیات اور موت میں اون کی ہو شامل
سنی جب بات اس کے مدعا کی
نبی نے اس کے حق میں تب دعا کی
کہ بخشے تجھکو میرا رب معبود
کہ ہو توں کر بلا کی جنگ موجود
پس اے دل تو غلام حسنین کا ہو
غلام خاص شاہ دین کا ہو
الہی کردم آخر کون یاری
رہے کلمہ شہادت دل میں جاری
لقائے حق شفاعت ہو نبی کی
یہی ہے التجا تھانیسری کی
یہی چاہتا امام بخشی عاصی
قیامت کو ہو جا میرے خلاصی
الہی اس کو پڑھنے سننے والے
قیامت کو ہو ویں جنت حوالے

تھانیسری کی دیگر تصنیف:

انکی تصنیف ''ساپن نامہ'' میں بارہ سوتیں شعار ہیں۔ ابتدا حمد سے ہوتی ہے:

اول یاد کر اوس خدا پاک و
کہ جن جی دیا اس تن خاک و
کہ لایق ہے اوس کو ثنا اور صفت

Marfat.com

سزوار ہے حمد غفار کو
کہ ہے آسرا مجھ گنہگار کو
نہ جاوے کیا وصف بیچون کا
کرن بار ہے وہ گونا گون کا
رکھے کس طرح بے ستوں یہ فلک
سورج چاند تارے جڑے یک بیک
میں اوس کی صفت کا کروں کیا بیاں
جو کہنے کی طاقت نہ رکھے زباں
تکبر کیا تھا جو نمرود نے
سزا پائی اس مرد مردو نے

اب معجزہ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

عجائب ہے یہ معجزہ مومنو
اسے صدق دل سے پڑھو اور سنو
کسی کو جو یہ معجزہ یاد ہو
قیامت کی دوزخ سے آزاد ہو
جمعرات کے روز جو امتی
پڑھے اور سنے اس کو سب دل ستی
عبادت ملے پانچ صد سال کی
خدا کی رضا اور شفاعت نبی
اسی معجزہ کا بڑا ہے ثواب
قیامت کے دن کو نہ دیکھے عذاب
نبی پاک مکہ کی مسجد منے
صحابی تھے اور یار سارے جنے

Marfat.com

وہاں سب تھے حاضر صحابی تمام
نصیحت کے کرتے تھے حضرت کلام
اچانک بڑا ایک عرب کا پسر
بیٹھا آئی مجلس منے خوب تر
وہ دیکھن میں رستم کا ثانی جوان
شجاعت میں تھا وہ بڑا پہلوان
سجے ہاتھ میں اوس کے تلوار تھی
نہ تلوار تھی بلکہ خونخوار تھی
تھی چمڑے کی تھیلی باویں ہاتھ میں
وہ مسجد میں آیا نبی سامنے
صحابوں کی تئیں دیکھ اس نے کہا
حبیب خدا تم میں ہے کون سا
سنا ساری مجلس نے اوس کا پیام
اٹھا اس جماعت سے سلمان نام
نبی کے اوپر جیسے قربان تھا
اسم اس صحابی کا سلمان تھا
کہا اس یہودی کو یوں جان کر
نبی جی نہیں آئے تجھ کو نظر
مگر تجھ سے اندھے کو دستا نہیں
ستاروں منے چاند چھپتا نہیں

یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے علم سے بتائیں اس تھیلی میں کیا ہے؟ اگر آپ نے بتا دیا تو میں اپنے قبیلے سمیت مسلمان ہو جاؤں گا ورنہ تلوار آپ پر چلا دوں گا آپ و حضرت جبرئیل نے بتایا کہ

Marfat.com

اس تھیلی میں سانپ ہے اور اس یہودی کا نام سعد بن قیس ہے۔ آپ نے جب یہودی کو بتایا تو وہ کہنے لگا آپ بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا اب آپ اگر اس سانپ سے اپنے لئے درود پڑھوا دیں اور سجدہ کرالیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا ایسا ہی ہوا وہ یہودی آپ کے قدموں میں جا گرا اور اپنے قبیلے کے ۳۷۴ آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا:

گر جا کے قدموں میں ہوے قرار
پوکارن لگا یا رسول کیار
میں اب دین اپنے سے بیزار ہوں
صدق سے حضرت کا کلمہ پڑھوں
گناہوں ستی دل ہوا ہے شگاف
جو کچھ میں کہا مجھ کو کیجو معاف

سانپ نے رو کر اپنی آپ بیتی یوں سنائی:

جو کچھ حال گذرا ہے میرے تئیں
وہ مالک کسی کو دکھا وے نہیں
سنو اب وہ ساپن لگی بولنے
کپٹ بھیدوں کی وہ لگی کھولنے
کہ موسیٰ کی امت میں انسان تھا
وطن میرے رہنے کا یونان تھا
مجھے علم توریت کا تھا کمال
نہ کوئی تھا اوس بیچ میرے مثال

Marfat.com

بالآخر حضور کی دعاء سے وہ سانپ انسان بن گئی:

یکا یک رہے دیکھ حیران ہو
کہ سانپ کی صورت سے انسان ہو

اخیر میں یہ اشعار درج ہیں:

نہ کر خوف اے یار تھانیسری
وہ مالک ہے جس خلق پیدا کری
مجھے کیا ہے دو جگ میں محتاجگی
کہ مالک ہے میرا محمد نبی
میری آرزو تم سے ہے یا رسول
یہ تصنیف ہو معجزہ کی قبول
الٰہی بحق مدد پنج تن
قیامت کو جنت میں پاؤں وطن
جو کوئی سنے اس کو بہر خدا
وہ تھانیسری کو کہے مرحبا
ہوا معجزہ مصطفیٰ کا تمام
بحق محمد علیہ السلام

معجزۂ درخت کی ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے:

اے دلا اخلاص سے کہہ قل ہواللہ احد
ہے یہی توحید کافی یعنی اللہ الصمد
لم یلد تحقیق لم یولد بقرآن ہے سند
اکتنا کن لم یکن یعنی لہ کفوا احد
با ادب کچھ حمد احمد بول اے تھانیسری
کیا کہے اوس کو نہایت سخت مشکل ہے پڑی

Marfat.com

ہو غلام خاص اے دل جگر گوشان بتول
رستگاری روز محشر سدیت جز آل رسول
صد ہزار ہی تحائف ہم صلوات والسلام
باد از مابر نبی وآل واصحابش کرام
مرحبا تھانیسری کیا خوب تو بر ذوق ہے
یعنی تیری تئیں محمد کی صفت کے شوق ہے
کون ہے اور کس شمار اندر ہے تو تھانیسری
ہے تصدق شاہ محمد غوث سید قادری

معجزہ کا آغاز:

اے مسلمانو! سنو یہ معجزہ دل جان سے
چاھتے ہو تم جو اپنا خاتمہ ایمان سے
جو پڑھے گا یا سنے گا کوئی اس کو ایک بار
ہو روایت میں ثواب اس کا برس اسی ہزار
پھر روایت یوں ہے اس کا حد سے زیادہ ثواب
اس میں شک ہوسے جسے یاد ے وہ جنت سے جواب
ہے روایت مالک بن انس سے اے مومناں
ہم نے یہ تصنیف شاہ مولا رومی سے سناں
ایک دن مکہ کی مسجد بیچ تھے ختم الرسل
تھے حضوری بیچ حاضر یار سارے جزو کل
ہو اکٹھے تب رئیساں کافراں قوم عرب
مصطفیٰ کے پاس آئے پر غضب ہو بے ادب
دیکھ کر حضرت کو بولے اے محمد مصطفیٰ
گر ہے پیغمبر تو اب ہم کو دکھا اک معجزا

Marfat.com

یعنی ایک جنگل فلانے میں پڑا ہے سنگ سخت
چل ہمارے ساتھ اوس پتھر کنیں اے نیک بخت
جھاڑ ایک چھ شاخ کا، چھ پھل کر اوس سے آشکار
سیب انجیر نیشکر انگور امرود و انار
ہو لکھا ہر پات پر بوٹی کے کلمہ بید رنگ
پھول سو پنکھڑی کا ہو ہر ڈالی میں سونے کے رنگ
پھر اس بوٹی میں پیدا ہووے دھولا جانور
چونچ زریں لعل پنجہ ساق سیمیں خوب تر
ہوں لکھے پر آیت قرآں سے اوس کے کے بازوں
پھر سنا دے ہم کو وہ جو تیرے بینوں کا بیان
گرچہ ہو اس طور تب جانے تھیں نائب خدا
صدق سے ہوں ہم مسلماں کفر سے ہو نویں خفا
سن کے حق سے ہو رجوع حضرت نے با عجز و ادب
دیکھیے یعنی کہ اب اس وقت کیا ہو حکم رب
دم نہ گندر تر ت آوارد ہو ا پیک جلیل
کر دعا صفت مثنا حضرت کو بولا جبرئیل
یعنی اے دو جگ کے سید یوں کہے ہے مجھکو حق
کہہ تو میں کس کے لیے پیدا کئے چودہ طبق
اے مرے محبوب پیارے کس لئے دلگیر ہے
میں تو ہوں تجھ پاس کیسی سوچ دامن گیر ہے
فکر و اندیشہ کو اپنے دل سے دے جلدی اوٹھا
چل تو اوس پتھر کنے بر آوے اون کا مدعا
مخبر صادق نے سن جبرئیل سے امداد رب

Marfat.com

جلدی اوس پتھر پہ آئے ساتھ لے قوم عرب
کر اشارت ہاتھ سے پتھر کے کر ڈالے دو پھل
اوس کے اندر سے اوسی ساعت درخت آیا نکل
شاخ چھ ظاہر ہوئی ہر شاخ پہ یکساں ثمر
سیب انگور انجیرو امرود نیشکر
تھا لکھا ہر پات پہ نام خدا نام رسول
پھر تبھی آئے وہاں ہر شاخ میں صد برگ پھول
پھر اونہیں شاخوں میں یک پیدا ہوا مرغ سفید
تہم تہما کر بانگ و نج دیتا تھا وہ مرغ نوید
آیت قرآن تھی زنگاری لکھی بازو اوپر
پنڈلیاں پاندی کی پنجے لعل تھی منقار زر
مرغ نے پہلے کہا آواز اللہ الصمد
کافرون محبوب کو بولا کہ برحق ہے امد
دوسری کی مرغ نے آواز الا اللہ بلند
کامزاں سے پھر یہ بولا اے یسثماں ناپسند
تیسری آواز کی اوس نے کہ اللہ پاک ہے
اور نبی اوس کا محمد مالک لولاک ہے
تم نے جو مانا نہیں ایسا نبی صاحب وقار
آہ میرے قول پر آوے گا کیونکر اعتبار
اب تلک تم آپ سا بوجھو ہو ان کی آڑ میں
مجھسے کیا پوچھو ہو یہ انصاف کر لینا تمہیں
کیا بھی پیدا ہو پتھر سے ایسا بھی شجر
ڈالیا سونے کی سی میوہ ہے مجھ سا جانور

Marfat.com

معجزۂ دردسر میں سو سے زاید اشعار ہیں آغاز اس طرح ہے:

اولا تعریف کہہ غفار کی
پھر صفت کہہ مصطفیٰ کی

رات دن یہ وردکر دل جان سے
بعد از صدتحیات و سلام
برنبی بر آل و اصحابش تمام

اب معجزے کا آغاز ہوتا ہے:

شہر مکہ بیچ تھے خیرالانام
پڑھ نمازان صبح بایاران تمام
پھر کیا رخصت خواص اور عام کوں
جالگے سبھ اپنے اپنے کام کوں
ایک حضرت یار ہا صدیق یار
درد سر حضرت کے ہوا بے شمار
دوڑ کر صدیق نے حضرت کا سر
رکھ ادب سے اپنے زانو کے اوپر
بے قراری سے پکارا یا رسول
اس قدر کیوں آپ کے خاطر ملول
یہ کہا مجھ سر منے ازار ہے
اس سبب میری طبع بیمار ہے
کچھ سنا ایسے مجھے اے یار غار
درد سے شاید مجھے ہووے قرار
تب کہا صدیق نے اے پاک تن
ایک مجھ کو یاد آیا ہے سخن

Marfat.com

آپ بولے جلد کہہ مت دیر کر
دیر سے میری طبع مت زیر کر
یوں لگا کہنے نبی سے بوبکر
دور ہو جس سے سنے سے دردسر
یا رسول اللہ عجب یک دور تھا
اس سے آگے یک زماں اور تھا
عمر میرے تھی نہایت خوردسال
مجکون تھا بکرے چرانے کا خیال
ایک دن میں قدر تن وقت سحر
لگیا میں بکریاں جنگل پتھر
لے کے ریوڑ جب گیا بستی سے دور
یا نبی سن اوس کی قدرت کا ظہور
اتنے میں ایک گھوڑا دو اس پر سوار
دوڑ کر مجھ پاس آپکڑا قرار
تھے وہ دونوں ایک عورت ایک مرد
لیکن اون کا خوف سے تھا رنگ زرد
ایک سے جوڑے اور ایک سی عمر
ایک سا جوبن جواں تھے سر بسر
کیا کہوں میں ان کی صورت کا بیاں
جوت ایسی چان و سورج میں کہان
دیکھ چھب اون کی اولٹ جاوے زمیں
بارک اللہ و احسن الخالقین
پر اسی ساعت اٹھا گر دو غبار

Marfat.com

فوج آئی اس جنگل میں بے شمار
پہنچ کر جلدی سے اوس افواج سخت
لئے وہ پکڑ دونوں نیک بخت
اوس جواں کو پکڑا بی بی کو چھوڑا
عاشق اور معشوق کو کیا جدا
کیا کہوں میں آن اوس قوم پلید
بے خطا اس مرد کو کیا شہید
کھود کر مائی کیا اوس کے دفن
دیکھ کر بی بی لگی سر کو پٹن
ظالموں کو دیکھ یوں بولی پکار
گر اجازت ہو تو جاؤں بر فرار
دل سے بیچاری کو چوموں ناک کو
عاقبت میری بھی شاید پاک ہو
سن کے بعضوں نے کہا مختار ہے
وہ ہے مردا یہ نپٹ لاچار ہے
چشم گریاں سینہ بر یاں پارسا
یوں کیا اوس گور پر ماتھا نوا
پیٹ کر چھاتی کو سر اپنے کو پھوڑ
کہ میرے مظلوم مجکو مت بچھوڑ
مجکو تجھ بن دن اندھیری رہن ہے
تجھکو مجھ بن کیوں قبر میں چین ہے
آسماں کو دیکھ ایسی آہ کی
آہ نے پھر عرش اوپر راہ کی

Marfat.com

یوں لگی کہنے زدل باصدق خاص
کہ غیاث المستغیثین الغیاث
مجھ نمانی سی کی تجھ سے داد ے
داد ہے بے داد ہے فریاد ہے
ہے تجھے معلوم پیدا او نہاں
تجھ سوا مجکوں بتا جاؤں کہاں
دے سزا اس قوم بدکردار کوں
حق سے ناحق کردیا مقدار کوں
کر زمیں کو حکم لے مجکوں چھپا
مجکوں میرے یار محرم سے ملا
مرد بیگا نے اس جاگہ بچوں
روز محشر حق سے شرمندہ ہوں
یا نبی وہ گور جلدی سے پھٹی
دوڑ کر بی بی وہ جا اس میں چھپی
اتنے ہی میں اس قبر کا منہ ملا
ہو گئے وہ مرد عورت ایک جا
مشرکوں نے ترت جا کھولی قبر
اوس میں دونوں کا نہ پایا کچھ اثر
ذکر کیا تھا مرد عورت کا وہاں
وہ تو قدرت تھی او نہیں پاوے کہاں
دیکھ مشرک سیاہ رو بیزار ہو
پیٹ سر گھر کوں گئے لاچار ہو
جس کا حق تھا حق نے اوس کو حق دیا

Marfat.com

کر کے رسوا ناحقوں کو رکھ دیا
سن کے حضرت کا گیا تب درد سر
اوٹھ کے پوچھا آپ نے اے بوبکر
اب بھی ہے کچھ یاد تجھ کو وہ مکاں
اوٹھ شتابی سے مجھے لے چل وہاں
سن کہا صدیق نے اے پاک رو
وہ جگہ تم کوں دکھا دوں ہو بہو
صاحب خادم چلے دل شاد ہو
اوس جنگل کو درد سے آزاد ہو
پہنچ کر صدیق بولا اوس مکاں
یا نبی اوس گور کا ہے یہ نشاں
دیکھ حضرت اوس جگہ کو باخشوع
آ کے پکڑی حق تعالی سے رجوع
ترت آوازہ ہوا پیک خلیل
کردعاء حضرت کو بولا جبرئیل
اے خدا کے دوست کہو کیا چاہئے
وہ کروں موجود جو فرمایئے
آپ بولے یہ ہے دل کی آرزو
اون شہیدوں کو لیاوے روبرو
سن کے جبرئیل نے تب حکم صاف
کر دیئے فی الفور وہ جاگہ شگاف
آ گئے وہ شخص دونوں روبرو
آپ نے پوچھا بتا تم ون ہو

Marfat.com

فوج تھی کس کی وہ کیا تھا ماجرا
کیوں کیا تھا قتل تجھ کو بے خطا
کر کے کورنش آپ کوں بولا جواں
یا نبی ہے اس طرح میرا بیاں
تھا چچا میرا نہایت مال دار
مال اور گھوڑے تھے اوس کے بے شمار
باپ بھی سردار تھا میرا بڑا
ماں و دولت میں بھی تھا اوس کے سوا

پھر وہ اپنی چچا زاد بہن سے محبت کرنے لگتا ہے اور چچا کے مظالم سے پریشان ہو کر اپنی محبوبہ کے اصرار پر وہ دونوں راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن چچا کے آدمی انہیں گرفتار کر لیتے ہیں نوجوان کو مار کر دفن کر دیتے ہیں اس کی محبوبہ غموں کی تاب نہ لا کر خدا سے پردہ پوشی کی دعاء کرتی ہے پھر زمین میں سما جاتی ہے اس طرح یہ شہیدان محبت جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ حضورؐ ان سے فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو میں خدا سے تمہارے لئے دوبارہ دنیا میں بھیج دینے کی دعاء کردوں وہ کہتے ہیں:

عرض کی پھر ان سبھی نے یوں پیکار
ہے کہاں دنیا میں جنت سی بہار
ہم بہت ہیں تنگ قید جسم جاں
ہم کو فرماں جاویں ہم اپنے مکاں
ہو وداع حضرت سے تب اوس کار میں
کر دعا غائب ہوئے اس غار میں
آپ نے دونوں نشانی کی قبر

Marfat.com

اون کی پھر زیارت کا فرمایا امر
تب اولٹ کر آوے مکہ میں نبیؐ
یہ کریں تاکید یاروں کو نبیؐ
جو سنے یہ معجزہ با عتقاد
درد سر ہو دور اور پاوے مراد
یا نبی تھانیسری سے سر بسر
دین اور دنیا کا جاوے درد سر

امام بخش تھانیسری نے یہ حکایت حضور کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ کتب احادیث بلکہ موضوعات میں بھی اس کا وجود نہیں ملتا خیال ہے کہ فقراء و شعراء کی من گھڑت کہانی ہے لیکن اردو ادب میں قدیم اور تاریخی اہمیت کی حامل ہونیکی بنا پر اس کی اہمیت اسے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۷ے اشعار پر مشتمل ایک نظم امام بخش تھانیسری کی ''ڈھندورا'' ہے اس میں اکثر پانچ اشعار کے بعد یہ شعر آتا ہے:

''ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں''

نظم کی ابتدا بھی اس شعر سے ہوتی ہے:

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں
اے بھوندو نہ پھر ہرگز خلل میں
پڑا ہے کیا کتابوں کے شغل میں
خدا کی دید گر چاہے تو دل میں
دکھاوں تجھ کو ذات اللہ کی پل میں
خدا ہے گرچہ ظاہر جزو کل میں

Marfat.com

ولے توں حق میں حق تیری اصل میں
مثل جل برف میں ہے برف جل میں
و فی انفسکم پوکارا حق ازل میں
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں
کھولا تاراں جو ہم پر جلوۂ ذات
ہو یا وارد تحیر کا مکانات
وہاں دیکھا عجب عالم خیالات
نہ رنگ وروپ شش جہت نہ طلسمات
نہ کفر اسلام نہ نورو نہ ظلمات
نہ حیوان و نباتات و جمادات
نہ ساعت وقت فجر و شام دن رات
نہ گرم و سرنہ خشک وہ نہ برسات
پکاروں کیا نہ کچھ کہنے کی ہے بات
کہ منہ کی منہ رہی اور ہات کے ہاتھ
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں
کدورت کو اول دل سے بدر کن
تو ہر پیش اور پس اپنے نظر کن
کہ پاویں روشنی باہر اور اندر
نگاہ کر نیچے اور اوپر
غرض توں ہر طرف کر اور تصور
خدا کی ذات کو بھی دیکھ آخر

Marfat.com

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں
ہوئی جب مدعا تیری جو حاصل
توں پھر حضرت محمد غوث میں مل
جو حضرت تک نہ پہنچا جائے عاقل
تو ہوں حضرت ضیاء الدیں کے شامل
کے رنگے ہاتھ سے توں ہوئے بسمل
کہ ہواک طعت با جانان و اصل
یہ حق تھانیسری نے کہہ سنایا
ڈھنڈو را دین کا گھر گھر پھرایا
جو بے رنگی میں چاہے آشنائی
تو ہو اس طور جو دریا میں ماہی
یہ منصور پر حالت جب آئی
جو دیکھا ہر طرف نور الٰہی
سراسر عقل گیرا کو گوا ہی
لگا کہنے انالحق کی دہائی
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں
سمندر ذات کا بے انتہا ہے
نہ پار اور اور ارنا کچھ اسکی تھا ہے
عمیق طول عرض کیتو لیا ہے
کہیے آخر میاں یہ بات کیا ہے
کہے توں کہہ چکا ھندی زباں میں

Marfat.com

نہ بوجھا اب تو کیا بولوں بیاں میں
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں
خدا ہے جان اور سب کو تن ہے
یہی تو حید ہے اور سب سے فن ہے
ترے کیا گرد دریا موج زن ہے
سمک جیوں جل میں کہیں تیرا بن ہے
یہی تو مرنے سے آگے مرن ہے
اسی رہ میں ترا اصلی وطن ہے
وطن تیرا نہ کچھ خوف و حزن تھی
نہ بندہ نہ خدا نہ پاپ پن تھی
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں
اہاہا واہ واہ یا حی دایم
عجب منظر عجائب سردائم
سنا تھا کن اقرب کا ترنم
جو دیکھیں اوسیں نزدیک قایم
نہ دیکھوں حق کو ان آنکھوں سے ہر دم
نہ ہوئی جب تلک خاطر فراہم
کہیں سیں جھانک لوں آکھوں سے عالم
نہ دیکھا ہے نہ دیکھے گا کوئی از جن آدم
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں

Marfat.com

کہ جس سے کوئی نہیں بولے جہاں میں
وہی آپ ہے زمین و آسماں میں
یہی ہے ذات حق کردم عیاں میں
سمجھ لے اے میاں نت رہ رضا میں
کہ اوس کو دیکھ لے ہر چشم و دل میں
نہاں میں لا مکاں میں کیا نشاں میں
غلط بولا کہ کیا کون و مکاں میں
وہ سب حق ہے زبان درمیاں میں
کھلے توں کہہ چکا ھندی زباں میں
نہ بوجھا اب تو کیا بولوں بیاں میں
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں

تھانیسری کا منظوم ترجمۂ پند نامہ سعدی اردو میں ہے اس ۱۱۴۵ اشعار ہیں اس کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے نمونہ کلام درج ذیل ہے:

کرم سے ہمیں اپنے بخش اے خدا
کہ ہیں ہم گرفتار حرص وہوا
نہیں ہے ہمیں دادرس تجھ سوا
تو ہی بخشدے عاصیوں کی خطا
گنہ سے مجھے باز رکھ اے خدا
گنہ بخش اور راہ نیکی دکھا
زباں کو دہن تیغ جب تک ہے جا
ہے مقبول دل تو نبی کی ثنا

Marfat.com

ہے نبیوں میں بہتر حبیب خدا
کہ عرش بزرگ اوس کا ہے تکیہ گاہ
تری عمر کے گذرے چالیس سال
نہ طفلی کا اب تک گیا وہ خیال
ہوا و ہوس میں گذاری سدا
نہ تو نیک کا موں میں ایک دم رہا
بھروسہ نہ کچھ عمر فانی پہ کر
زمانے کی بازی سے مت ہو نڈر

در مدح کرم می گوید:

سن اے دل رکھا جس نے بخشش جواں
جہاں میں ہوا نامور بے گماں
کرم نام جگ میں کرے بیشتر
امانت سے تجھکو کرے بہرہ ور
کرم کا سدا گرم بازار ہے
کرم سے دل خلق کو تازہ رکھ
جہاں کو کرم سے پر آوازہ رکھ
کرم کا تو ہر وقت رکھ دل میں دھیان
صفات خدا سے کریمی کو جان
چلے جو کرم اور تلطف کی راہ
تو ملک سخاوت کا ہو بادشاہ
ہے صاحب دلوں کا سخاوت سے کام
یہی مقبلوں کا ہے پیشہ مدام
سخاوت ہر اک درد کی ہے دوا

Marfat.com

ہے بے شک مس عیب کو کیمیا
جو کنجوس کے حسب کام ہو فلک
اور اقبال بندہ بھی ہو چاند تک
خزانہ جو تاروں کا ہاتھ اوس کے آئے
جو سارے جہاں کی حکومت وہ پائے
سبب بخل کے نام کون اس کالے
اگر چہ زمانہ اطاعت کرے
جو زاہد ہو کنجوس تو جنتی
نہووے گا ہر گز بقول نبی
اگر مال سے عمدہ ہووے بخیل
تو مانند مفلس کے ہووے ذلیل
سخی جو کہ ہیں مال سے میوہ کھائیں
غم زر میں کنجوس جی کو کھپائیں

درفضلیت تواضع می گوید:

تو اضع تری آبرو کو بڑھائے
کرے روضۂ خلد میں تیری جائے
تواضع کرے قدر تیری یہاں
معزز دلوں میں کرے مثل جاں
تو اضع کی عادت ہے جس کو دا
اوسے جاہ سے منفعت ہو سدا

غرور کی مذمت:

بڑا بول مت بول اپنے بے شعور
گرے ہاتھ سے اس کے اک دن ضرور

Marfat.com

خردمند کرتے نہیں ہیں غرور
عجب ہے کریں یہ جو اہل شعور
بڑا بول عادت سفیہوں کی ہے
عزازیل شیطان ہوا عجب سے
پڑا طوق لعنت کا اوس کے گلے

علم کی فضلیت میں:

شرف پاوے ہے علم سے آدمی
نہ مال وحشم جاہ سے ہو کبھی
تو پڑھنے میں جوں شمع تن کو جلا
کہ بن علم کب تو پہچا نے خدا
سیانا طلب گار ہے علم کا
سدا گرم باغذار ہے علم کا

صفت عدل:

کیا عدل کسری نے جو اختیار
تو ہے نام نیک اوس کا اب یادگار
عدالت سے عالم کو آباد رکھ
دل خلق کو داد سے شاد رکھ
تو بد گوئی سے خلق کو مت ستا
کہ ناگاہ ہو تجھ پہ قہر خدا
جو باندھے کمر بندگی کے لئے
تو دروازہ دولت کا تجھ پر کھلے
ادا صدق سے کر نماز اے جواں
کہ تجھ کو ملے دولتِ جاوداں

Marfat.com

گنہ سے کرے ہے ذکی احتراز
کہ پانی سے ہوتی ہے شکر گداز
گنہ سے کرے ہے سعید اجتناب
کہ چھپ جاوے ہے ابر میں آفتاب
جدا ہونا ہے دوستوں سے برا
کہ قطع محبت نہیں ہے بھلا (۱)

عبدالحکیم بسمل

عبدالحکیم بسمل مشہور حکیم پیر بخش کے فرزند گرامی ہیں ان کے والد اور چچا مولوی امام بخش صہبائی (۱۸۵۷ء) اپنے وقت کے ناموروں میں شمار ہوتے تھے۔ حکیم پیر بخش اپنے وقت کے مشہور و حاذق طبیب، اور صہبائی فارسی کے نامور ادیب تھے ان کا آبائی وطن تھانیسر ہے سکھوں کے عہد میں جب بے شمار مسلم گھرانے ترک وطن پر مجبور ہوئے اور دہلی اور اس کے ان اطراف میں سکونت اختیار کی جہاں پنجاب کی بنسبت امان تھا انہیں ایام میں غالباً یہ خاندان تھانیسر سے دہلی میں مقیم ہوا۔

عبدالحکیم بسمل اپنے والد کی طرح حاذق طبیب اور اپنے چچا صہبائی کی مانند ذہین اور فارسی کے ادیب تھے اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے بسمل تخلص کرتے اپنے عم بزرگوار مولوی امام بخش

(۱) کریم الدین پانی پتی طبقات شعرائے ہند

قدرت اللہ قاسم مجموعہ نغز ص ۹ــ۲۲۳ مرتبہ حافظ محمود شیرانی

خورشید احمد خان یوسفی پنجاب کے قدیم اردو شعراء ص ۳۹ تا ص ۲۱

Marfat.com

صہبائی کے شاگرد تھے مزار قادر بخش صابر نے ۱۲۷۱ء کو اپنا تذکرۂ شعراء ''گلستان سخن''، مکمل کیا ان دنوں یہ نوجوان تحصیل علم میں مشغول تھے وہ لکھتے ہیں:

''فن فارسی میں سلیقہ معقول حاصل اور تحصیل علم طب میں بجان و جنان مائل جوان وجیہ خوش قیافہ فصیح زبان صاف دل پاک طینت ثمرہ جوانی سے متمتع اور حلاوت کامرانی سے لذت چش، آئینہ خاطر کی صفائی سے پردگیان ضمائر بے نقابی میں ناچار ہیں اور فکر رسا کی دور گردی سے وحشی نژدان اسرار صید ہوتے ہیں بے اختیار اہلیت اور صلاحیت اسقدر کہ گویا مجموعہ اخلاق اور فرق تا قدم نسخہ وفاق ہے۔ اور استعداد خداداد کا یہ حال کہ اوس کے کلام جواہر نظام میں خوبی معنی اور خوشی اسلوبی تراکیب اور تنگدرزی کلمات اور رشاقت تشبیہہ اور حسن استعارہ حد طاقت بشری سے باہر ہے''

نمونۂ کلام:

نوائے بلبل و بوئے چمن تو آجائی قفس کے گرمرے نزدیک گلستان ہوتا
اگر نہ تیغ نگہ سے اُسے بچاتا میں توہر ہدف کیلئے آج دلکہ ہوتا
وہ اتنا بدگمان ہو تو نہ تڑپنگے نہ تڑپنگے خدا کے واسطے منہ کھول زخموں پر نمکداں کا
مرے بالیں پہ وقت نزع لاؤ ایکدم اوسکو رہیگا حشر تک سینہ میں ورنہ داغ ارماں کا
تعجب ہے تمہاری شان سے کچھ حال تو کہتے کہاں تم حضرت بسمل کہاں رستا بیاباں کا
قصہ سنے ہے کون عذاب وثواب کا ساقی شتاب دے مجھے ساغر شراب کا
میں اور روز شب کی اٹھانی مذلتیں یارب بُرا ہو اس دل خانہ خراب کا
لائے گا سر پر دیکھئے کیا کیا قیامتیں رخ سے یکا یک اوسکا الٹنا نقاب کا
ہے آج کون بام پہ جلوہ نما جو یوں اوڑتا ہے رنگ میری طرح ماہتاب کا
دیروحرم میں جا کے جو دیکھا بچشم غور پایا کچھ ایک رنگ عذاب وثواب کا

Marfat.com

کر دینگے ہم زمانہ پیری کو صرف زہد　　اب کیوں نہ مے پیئیں کہ ہے عالم شباب کا
ساقی ہے اور شراب ہے اور یار ماہ وش　　اور اس پہ لطف دے ہے ترشح سحاب کا
انداز گر یہی رہے ظالم ترے تو گھر　　او جڑے گا آج کل کسی خانہ خراب کا
کعبہ اگر بنا ہے اسی سنگ سے تو کیا　　زاہد کو بتکدہ سے سبب اجتناب کا
عہد شباب حضرت بسملؔ ہے مے پیو　　جھگڑا سنا کرو نہ کسی شیخ و شاب کا

چین دیتا ہی نہیں آٹھ پہر میں اکدم　　آفت جان ہوا یہ دل مضطر نہ ہوا
دیکھ دینا نہ بتوں کو تو دل اپنا بسملؔ　　یہ وہ ہیں جنکے کوئی ہاتھ سے جاں بر نہ ہوا

ہزار حیف کہ سمجھے نہ تم ہمیں اور ہم　　ہمیشہ کرتے رہے دل تلک نثار اپنا
شب فراق میں آوے اجل شتاب کہیں　　کہ کر رہے ہیں عدم والے انتظار اپنا
ہم ایسے کیا تھے کہ یوں سہتے طعنۂ اغیار　　پہ کیا کریں کہ نہیں اسمیں اختیار اپنا
بتوں سے دل کے لگانے کا ہے ثمر بسملؔ　　کہ ہاتھ سے ہی دیا مفت اعتبار اپنا

کس شوق سے پہنچے ہم اے پیر مغاں تجھ تک　　پر خوبی طالع سے ماہ رمضاں آیا
کیا بنتی ہے اب دیکھئے بلبل کے دل وجاں پر　　پھر خار نظر آئے پھر وقت خزاں آیا
وحشت سی برستی ہے آوارہ سے پھرتے ہو　　دل آپ کا اے بسملؔ سچ کہیئے کہاں آیا
دیر و مسجد میں خرابی پڑ گئی دل کی طرح　　جس طرف سے او بت کافر گذر تیرا ہوا
حضرت بسملؔ کی حالت دیکھ کر بولا یہ قیس　　پیر و مرشد خیر تو ہے آپ کو یہ کیا ہوا

ستم کے کرنے سے تمکو نہ کچھ حیا آئی　　ستم اوٹھانے سے ہم کو نہ ننگ و عار آیا
یقیں نہ تھا مجھے کچھ فتنۂ قیامت کا　　پہ تیرے قد کو جو دیکھا تو اعتبار آیا

Marfat.com

عاشقوں پر ترے کب حشر سا برپا نہوا　　اک قیامت ہوئی ظالم ترا چلنا نہوا
ساقی ہے آرزو کہ ترے لطف سے کبھی　　بیٹھیں جو شام سے تو پئیں تا سحر شراب

صبر و قرار تاب و تواں سب چھٹے رفیق　　اک دل یہ رہ گیا ہے سو کیا کیا اٹھائے دل
دزدیدہ اون نگاہوں نے شاید چرا لیا　　آتی نہیں ہے پہلو سے میرے صدائے دل
دل نام کو تھا اپنے سو وہ بھی نہیں ہے اب　　مدت ہوئی کہ داغ ہے بر میں بجائے دل
شیخ مے کو برا بتاتے ہو　　اسکا تمکو مزہ چکھا ئنگے ہم
ناصحا توبہ لے خدا کا نام　　دل لگا نے سے باز ائنگے ہم
عاشقوں پر ترے کب حشر سا برپا نہو　　اک قیامت ہوئی ظالم ترا چلنا نہوا

جنوں نے کچھ نہیں باقی رکھا اب جیب و داماں میں　　کہ میں کچھ اس طرح سے اندنوں بیکار پھرتا ہوں
مرے شوق شہادت کو تو دیکھو او سکے کوچے میں　　خود اپنے قتل کی خاطر لئے تلوار پھرتا ہوں
مجھے ڈر ہے کہیں عالم نہ ڈوبے جوش طوفاں سے　　لئے جوں ابر ساتھ اب دیدہ خونبار پھرتا ہوں
نہ جی چاہے کعبہ کو نہ بت خانہ کو اے بسمل　　کروں کیا اضطراب دل سے میں ناچار پھرتا ہوں
اس بیکسی میں آبلہ پا تھا ایک رفیق　　دولت سے خار راہ کے وہ بھی رہا نہیں
بلبل کی طرح سے ہے مرا برق　　وہ گل عذار جس میں کہ بوئے وفا نہیں
سو بار آسماں کو جلا یا پہ ہمنشیں　　کچھ اندنوں میں ضعف سے نالہ رسا نہیں
بسمل تم او پہ دل دیئے بیٹھے ہو کس لئے　　وہ بت کبھی کسی کا ہوا آشنا نہیں
کیا عشق کا بھی حوصلہ اب ہو چلا ہے تنگ　　کچھ اندنوں وہ سوز نہیں چشم تر نہیں
ہر ہر نگہ میں ناز فروشی ہے کس لئے　　اپنا تو اب وہ دل ہی نہیں وہ جگر نہیں
قاصد پھرا ہے یوں کہ خدا خیر ہی کرے　　میری طرح سے کچھ او سے اپنی خبر نہیں
تاثیر شوق کی مرے حق میں ہوئی ہے زہر　　ٹکتا زمین پر قدم نامہ بر نہیں
سنکر مرے فسانۂ ہجراں کو دیر تک　　چپ تھا وہ اس طرح سے کہ گویا خبر نہیں
ہر ہر جگہ ہے بسمل شوریدہ سر کی دھوم　　تیرے جگر فگار کے چرچے کدھر نہیں

Marfat.com

گر یہ سے میرے کچھ تو بجھی آتش جگر — جاری رکھے خدا مری چشم پر آب کو
للہ ری غفلتیں کہ ہوے ہم تو مر کے خاک — اور تمنے ابتلک نہیں الٹا نقاب کو
بہائے خون عاشق کیا اور اس کا خون کیا صاحب — مجھے تم قتل کر کے کس لئے ہوا ب پشیماں سے
کسی دن حضرت دل تیرہ بخشی گل کھلاوےگی — اولجھنا روز کا اچھا نہیں زلف پیچاں سے
ملے گا جس جگہ حق ہم وہیں سر کو جھکا دینگے — نہ ہمکو ربط کچھ کافر سے نے نفرت مسلماں سے
بتوں کا گھر ہے کعبہ سبحہ سے زنار کو رشتہ — کھلا یہ ماجرا زاہد ہمیں تحصیل ایماں سے
گلی کوچہ میں پھرتا روز کا اچھا نہیں حضرت — ہوا کیا تم کو اے بسمل جو ہوا یسے پریشاں سے
اے بلبلان باغ رہائی سے فائدہ — سر پر خزاں ہی آگئی جب ہم رہا ہوئے
اوسکی گرہ بھی کیا مرے دل کی ہے اک گرہ — بند قبا جو ہمسے نہ اک روز وا ہوئے
بسمل اونہیں کی یاد میں سب کچھ بھلا دیا — نادان یہ صنم نہ ہوئے کچھ خدا ہوئے (۱)

---

(۱) مرزا قادر بخش صابر ، گلستان سخن ص ۰ ۱۵ تا ۱۵۳

عبدالغفور نساخ ، سخن شعرا ، ص ۲۲

Marfat.com

رحیم بخش طربؔ

مولوی رحیم بخش تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ وہ شیخ نور محمد قادریؒ تھانیسری کے نواسے تھے مرزا قادر بخش صابر نے جب تذکرۂ شعراء ''گلستان سخن'' ترتیب دیا تو یہ نوجوان تھے، فارسی کی کتب متداولہ بڑی تحقیق سے پڑھی تھیں مولوی امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے شاعری میں صہبائی کے فرزند ارجمند مولوی عبدالکریم سوزؔ شہید سے اصلاح لیتے طربؔ تخلص تھا تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا مرزا قادر بخش صابر نے ان کے بارے میں اسوقت درج ذیل رائے قائم کی تھی:

''اگر مشق سخن کا سلسلہ یوہیں دراز رہے گا تو یقین ہے کہ پایۂ کلام ارتقا اور فرق سخن سنجی اعتلا بہم پہونچاوے کہ طبیعت تحقیق طلب اور سلامت ذہن رھنما ہے اور تاریخ گوئی میں تو مبداء فیاض نے ایسا ید طولی عطا کیا ہے کہ اوسکی مدح تقریر سے خارج ہے''

مرغ دل مشتاق ہے تیری مژہ کے تیر کا
دل نہ توڑا چاہئے صیاد اس نخچیر کا

برگشتگی سے طالع بلبل کے خوف ہے
بھر جائے آتے آتے نہ موسم بہار کا

آتش مزاجیوں کا نتیجہ ہے مفلسی
خالی رہے ہے پنجہ ہمیشہ چنار کا

Marfat.com

قتل تو کرتا ہے مجھکو پر میں برگشتہ بخت
خوف یہ ہے منھ نہ پھر جائے تری تلوار کا

سمجھتے ہیں کہ ہے صیاد در پئے آزار
اور اسپر دھیان ہے گلشن میں آشیانے کا

دو ہی دن میں کچھ سے کچھ احوال میرا ہو گیا
جو مجھے دیکھے ہے کہتا ہے تجھے کیا ہو گیا

ہمصفیرو چھوٹنا کیسا کہ آتی ہے بہار
اور دو نا ظلم میری جان پر ہونے لگا

ملیگی دیکھیں گے کس کس ستم زدے کی داد
کبھی جو عرصۂ محشر میں فتنہ گر آیا

اے طرب عشق سے پرہیز ہے لازم تجکو
جان جائیگی کسی بت پہ اگر دل آیا

آفت زدے تھے اور بھی دنیا میں اے فلک
کیا خاک میں ہمیں کو ملانا ضرور تھا

بخت ہی ملتی ہے اس کی طرب سے کچھ صورت
موا پڑا ہے ترے در پہ اک جواں کیسا

Marfat.com

لیویگا کیا طربؔ تو کوئے بتاں میں جاکر
مرد خدا کوئی دن بیٹھا خدا خدا کرے

آگے کو دل لگانے کی توبہ ہے اے طربؔ
پر اب کسی طرح مرے قابو میں آئے دل

اور ملتا ہی نہیں مجکو ٹھکانا کوئی
پھر پھرا کر ترے دروازے پہ آجاتا ہوں

ایک دم کی تو ہے کل زیست طربؔ مثل حباب
اور پھر موج حوادث کے ہیں کھٹکے لاکھوں

نہ پھیکا اس طرف تیر نگہ اس نے تغافل سے
تو ہم سمجھے کہ ہم پر رحم آیا نوک افگن کو

ہمارے سینے میں دل ہمارا ہمیں یہ آفت اٹھا رہا ہے
عدو کے جوروں کی کیا شکایت کہ دوست اپنا ستا رہا ہے
ہوائے شوق سے اڑ کر چمن پہونچنگے
نہیں سہی ہم اگر بال و پر نہیں رکھتے

کیوں کر و ترک ملاقات کو رفتہ رفتہ
یوہیں کہدو کہ ترے ملنے سے ہے عار مجھے (۱)

مرزا قادر بخش صابر: گلستان سخن ص ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳۔
عبدالغفور نساخ: سخن شعراء ص ۳۰۱
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء، ص ۲۶۰، ۲۶۱۔

Marfat.com

عبدالرضاء

مولوی عبدالرضا تھانیسر میں پیدا ہوئے وہیں نشو ونما پائی بحیثیت شاعر شہرت پائی رضاؔ تخلص تھا شاہ امام بخش تھانیسری کے مرید تھے جو بارہویں صدی ہجری میں صوفی سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مؤقر شیخ طریقت گذرے ہیں: نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

آدمی بلبلا ہے پانی کا
کیا بھروسا ہے زندگانی کا
کبھو ہنسنا کبھو دکھانا آنکھ
یہی شیوہ ہے دلستانی کا

اب تو تھانیسری رضاؔ کو شاہ
دیجئے حکم کامرانی کا

مولوی محمدی بسملؔ

مولوی محمدی تھانیسر میں بارہویں صدی ہجری کے مشہور عالم تھے۔ میاں کے لقب سے معروف ہیں دہلی کے مشہور عالم اور شیخ طریقت مولانا فخرالدین دہلوی ان کے دوست تھے مولوی محمدی دہلی میں واقع ان کے مدرسہ میں ادب عربی اور منقولات پڑھاتے تھے فارسی اور اردو میں شعر بھی کہتے تھے بسملؔ تخلص تھا ان دونوں زبانوں میں انہوں نے دو

(۱) قدرت اللہ قاسم: مجموعۂ نغز، ص ۳۸۷، ج ۲
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعرا، ص ۶۲
کریم الدین پانی پتی: طبقات شعرائے ہند ص ۲۶۴

Marfat.com

دیوان چھوڑے عربی میں بھی بہت سے رسائل تصنیف کئے حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کا اردو میں ترجمہ کیا غالبا اردو میں اس کتاب کا یہ پہلا ترجمہ ہے حبل المتین کا بھی اردو ترجمہ کیا، علوم شرعیہ میں چند مختصر مثنویاں ان سے یادگار ہیں۔ مولانا فخر الدین دہلوی کے مدرسہ میں اخیر عمر تک درس و تدرس میں مشغول رہے ان کے مدرسہ کے اکثر اساتذہ نے انہیں سے علم حاصل کیا تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا (مولانا فخر الدین دہلوی ولادت ۱۱۲۶ھ وفات ۱۱۹۹ھ یہی دور مولوی محمدی بسمل تھانیسری کا ہے) مولوی محمدی کی مسائل شرعیہ میں درج ذیل مثنویاں بشکل مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہیں: (۱) کنز المصلی: اس میں ۱۷۸ سے زائد اشعار ہیں۔ ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

خدا کی ثنا اور صفت کر تمام
کہوں میں نبی پر درود سلام
صفت پھر کروں آل و اصحاب کی
کہ تابع ہیں جنکے سبھی امتی
ابو بکر صدیقؓ عادل عمرؓ
ہیں تس بعد عثمانؓ علیؓ نامور
جو اس مختصر میں ہیں مسلے تمام
تو ''کنز المصلی'' رکھا اس کا نام
سنو مومنو یہ بیاں دل بیتی
کہ ہے یاد گاری یہ بسمل سیتی

وضو کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فرائض وضو کے جو آئے ہیں چار

Marfat.com

اول مونھ کا دھونا ہو ایک بار
دونوں ہاتھوں کو کہنیوں ساتھ دھو
مسح سر اوپر کر تو اے نیک خو
جو چوتھائی سر کا مسح کر چکے
تو ٹخنوں تلک پانو کو دھوئیے

فرائض غسل:

سن اے یار ہیں غسل میں فرض تین
اول کلی کرنی ہے اے اہل دین
دویم ناک می ڈالنا ہیگا آب
بدن دھونا ہے سارا پیچھے شتاب

فرائض نماز کس عمدہ انداز میں نظم کئے ہیں:

یقین جان تیرہ ہیں فرض نماز
نہیں اس سے ہرگز کوئی بے نیاز
بدن اور لباس اور جا پاک ہو
ستر عورت اور طرف قبلہ کو رہ
ہر اک وقت پہچاننا ہے ضرور
نیت کرنی دل سے ہوئی ہے ضرور
اول ہے کی تکبیر آخر قعود
قیام اور قرأت رکوع اور سجود

واجباتِ نماز: درج ذیل اشعار میں نظم کئے ہیں:

نہیں ہیں گی بارہ سے واجب زیاد
رکھ ان کو سمجھ کر کے توں خوب یاد
پڑھ الحمد اور ساتھ سورت ملا

Marfat.com

قرأت کو اول دو رکعت ملا
پڑھ آہستہ پیشیں میں دیگر میں یار
سوا ان کے باقی میں پڑھ تو ں پکار
دونوں قاعدوں میں تحیات ہے
قنوت اور اول قاعدہ یوں بات ہے
رکوع اور سجدہ میں آہستگی
ہے واجب نہ کر ترک اس کو کبھی
ہیں تکبیر عیدین واجب تمام
فرائض ہیں ترتیب لفظ اور سلام

تیمّم کے بارے میں لکھتے ہیں:

جو پانی ہووے دور اک کوس بھر
مرض یا کہ بیمار گی ہو بتر
ہووے خوف جاڑے سے یا مرگ کا
ہووے یا کہ پانی پہ دشمن کھڑا
درندہ ہووے راہ میں یا کہ ڈر
ہووے یا کہ چوروں کا رہ میں خطر
تو غسل اور وضو کو بدل اے عزیز
تیمّم ہی کر گر تجھے ہے تمیز

مستحبات وضو کا بیان:

وضو بیچ ہیں پندرہ مستحب
مسلماں نجانے تو ہیگا غضب
اعوذ اور بسم اللہ اول کہو
دوم بیٹھو قبلہ طرف کر کے رو

Marfat.com

ہے سید ہی طرف سے شروع مستحب
درود اور شہادت پڑھو باادب
جو ہووے انگوٹھی تو اوسکو ہلا
مسح کرنا گردن کا ہے گا چھٹا
جو اعضاء دہووے ہاتھ اوس پر پھرا
بھووں موچھوں کی جڑ میں پانی ترا
نویں مونھ کو دھو ماتھے کی اور سے
دونوں ہاتھ پا انگلی کی کور سے
نیت کرنی وسمیں ہوئی جیبھ ساتھ
وضو کرنا ہے مستحب اپنے ہاتھ
وضو بعد شکرانہ ہے مستحب
جدی پنج وقتی وضو باادب
وضو کر کے مونھ کر فلک کی طرف
شہادت کا کلمہ پڑھو باشرف

مکروہات وضو:

وضو بیچ مکروہ بارا ہے جان
اول بات دنیا کی کہنی پچھان
وضو بیچ پانی ہوا ڈیڑھ سیر
نہ کرتین بار کی سے زیادہ تو دیر
نہ پانی کو منھ پر تو سختی سے مار
سجے ہاتھ سے بینی ہرگز نہ جھاڑ
نہ کر دہوپ میں گرم پانی کے تئیں
نہ بنتا وضو بلکہ نہانے سے تئیں

Marfat.com

نہ کر بند آنکھوں کو تا سخت تو
کہ مکروہ ہوتا ہے اس سے وضو
وضو مت کر استنجہ کی جامنے
نہ باسن جدا رکھ تو اپنے کنے
اگر ناک اور منھ میں پانی کو لے
بائیں ہاتھ سے وہ بھی مکروہ کرے
نجس جا میں کرنا وضو خوب نئیں
کمی تین باری سے اسلوب نئیں
نہ استنجا پیشاب کی جامیں کر
یہ مکروہ ہے اس سیتی کر عذر

نواقص وضو کا بیان:

وضو جس سے جاتی ہے ہیں بیس چیز
سمجھ گر تجھے، ہے گی عقل و تمیز
دونوں راہوں سے کچھ کہ ظاہر ہووے
ترا اے مصلی وضو کب رہے
لوہو پیپ زرد آب تن پر اگر
رواں ہو وضو کا ہے تیرے ضرر
جو قے آوے مونھ بھر کے یا نیند آئے
دیوانہ ہووے کوئی یا ہوش جائے
ہنسے یا نمازوں میں آواز سے
وضو تازہ لازم ہے پھر سے کرے
ہنسے کوئی بالغ جو آواز سے
نماز ایسی میں جسمیں سجدہ کرے

Marfat.com

جو نابالغ ہووے ہنسے اس نمو
نماز اوس کی جاوے نہ جاوے وضو
جو عورت کی تاں استحاضہ ہووے
ہمیشہ لوہوں اوس کے جارے رہے
یہی حال ہو یا کسی زخم کا
ہوے بول یا باد میں مبتلا
گذرتا نہیں پاک وقت اک اوسے
کہ اوس میں نماز اپنی وقتی پڑھے
وضو تازہ لازم ہے اوس کو دوام
پڑھے فرض اور نفل اوس سے تمام

مفسداتِ نماز کا بیان:

جو رووے نمازی کوئی زار زار
کرے گر یہ یادر رد سے آہ مار
مصیبت سے دنیا کی رودے اگر
نماز اوس کی فاسد ہووے سر بسر
جو آواز رونے کی ظاہر نہیں
تو مکروہ ہے گر مصلی یقین
جہنم کا ڈر کر کے رووے اگر
نماز اوس کی میں کچھ نہیں ہے خطر
جو بے عذر جانے تو بھائی مرے
ہے مفسد اگر حرف پیدا کرے

Marfat.com

اگر حرف نے اور فقط ہے صدا
تو مکروہ ہے خوش نہیں یہ ادا
جو آوے تجھے چھینک یا ہو ڈکار
نہ کر حرف پیدا تو اے باوقار
مصلی اگر چھینک کا دے جواب
نماز اوس کی جاتی رہے گی شتاب
جو دو ہاتھ سے کام کوئی کرے
منماز اوس کی اے مومنو کب رہے
کرے کام ایک ہاتھ سے تین بار
نماز اوس کی فاسد ہو بے اختیار
نہ رکھ آستیں بیچ توں اپنا ہاتھ
تکبر کی ظاہر نہ کر کوئی بات
نہ زنہار مٹھی کے تئیں بند کر
جبہائی جو آوے دہن بند کر
نہ سجدہ کی جاگوں سے مٹی کو جھاڑ
نہ زنہار تو مونھ سیتی پھونک مار

(۲) مسائل فقہ (۳) مختصر منظوم بھی ان کی تصانیف ہیں۔ دانشگاہ پنجاب لاہور ذخیرہ شیرانی میں ۵۷۲۸، ۲۹۹۱ اور ۱۳۹۷ پر ان کی قلمی

Marfat.com

نسخے محفوظ ہیں۔

مولوی محمدی بسمل تھانیسری کی ایک غزل عام طور پر تذکروں میں ملتی ہے:

تری گالیاں میں بہت کھا چکا
مزا عشق کا خوب میں پا چکا
ذرا ابتو کھل کر مل اے مہرباں
بہت مدتوں تک تو شرما چکا
پھر اب پاؤں کو کیوں لگائی دنا
قیامت تو سر پر مرے لا چکا
ہوا سبزا بتک نہ تخم امید
بہت مینھ آنسو کے برسا چکا
عبث کہنے کا فائدہ کچھ نہیں
یہ دل ہاتھ سے بسمل اب جا چکا

اور یہ دو شعر:

ہوتے ہی وہ سلسلہ مو روبرو
بندہ گیا جوں شانہ مرا مو بمو

اس لب کی صدا یاد میں غنچے میں مژدے
نہیں اشک یہ تسبیح عقیق جدی ہے

Marfat.com

مولوی میاں محمدی بسمل تھانیسری نے تمام عمر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا افسوس کہ انکے تفصیلی حالات ناقدری روزگاری کی نذر ہو گئے۔ ان کے تلامذہ کا حال بھی کچھ معلوم نہیں۔ میر قدرت اللہ قاسم صاحب مجموعۂ نغز ان کے تلامذہ میں تھے وہ لکھتے ہیں: ''بڑے محقق دانشمند، علوم عربیہ کے ماہر اور علوم شرعیہ کے فاضل، منقولات میں کامل اور معقولات سے بقدر ضرورت واقف، ہمیشہ عربی کتابوں کا درس دیتے، مولانا فخر الدین دہلوی کے دوستوں میں تھے اور ان کے مدرسہ کے کل استاد ان بزرگ انہیں کے شاگرد تھے راقم حقیر نے بھی عربی کی درسیات ان سے پڑھی ہیں''

مولوی میاں محمدی شرح وقایہ، ہدایہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بخاری شریف کا درس دیتے تھے علم الصرف میں انہوں نے چند رسائل تصنیف کیئے، مذکور بالا کتب و رسائل مزید براں، لیکن ان کے فرزندوں میں کوئی بھی اس قابل نہ ہو سکا کہ باپ کی وراثت و آثار علمی کی حفاظت کرتا مولوی کریم الدین پانی پتی لکھتے ہیں:

''افسوس صد افسوس کہ کوئی فرزند لئیق اس کے خاندان میں ایسا نہ ہوا کہ علم باپ کا سیکھتا بلکہ کتابیں اوس کی میراث میں جو پہنچی تھی اونکو راس المال جانکر فروخت کر کے چٹ کر گئے''(۱)

---

(۱) میر قدرت اللہ قاسم: مجموعۂ نغز ص ۱۰۴۔۱۰۵، ج۔۱، مرتبہ حافظ محمود شیرانی
مولوی کریم الدین پانی پتی: طبقات شعرائے ہند ص ۱۵۱، ۱۵۲
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء ص ۲۳ تا ۲۹،
عبدالغفور نساخ: سخن شعراء ص ۱۶۶۔

Marfat.com

حافظ امام بخش

حافظ امام بخش تھانیسر میں پیدا ہوئے ۔ پیدائش کے چھ ماہ بعد چیچک سے ان کی بینائی جاتی رہی ۔قرآن مجید حفظ کیا عربی فارسی کی تعلیم پائی علم موسیقی میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی عربی صرف ونحو پر مکمل عبور حاصل تھا حالانکہ اس دور کے مطابق ان کی تعلیم مکمل نہ ہوسکی لیکن جو کچھ پڑھا وہ اخیر تک حافظے میں محفوظ رہا مشکوۃ المصابیح کا نصف حصہ پڑھ پائے تھے کہ فکرسخن کی طرف متوجہ ہو گئے اور زارؔ تخلص اپنایا شاعری میں وہ شیخ امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے فارسی کی کتب درسیہ بھی انہی سے پڑھی دیوان جلال اسیر منصف علیخان سے اور دیوان ناصر علی سرہندی وغیرہ باضابطہ صہبائی سے پڑھے،علم کیمیا سے بھی واقف تھے، مذاق شعر فہمی ایسا تھا کہ فارسی کو فارسی اور ریختہ کو ریختے کے مرتبے میں سمجھکر اس کی ایسی داد دیتے تھے کہ شاعر کو یقین ہو جاتا کہ مخاطب اس کی منزل اوج تک پہنچ گیا ہے۔ طبیعت میں شوخی وظرافت تھی مرزا قادر بخش صابر جوان کے ہم استاذ تھے، لکھتے ہیں:

''ظرافت طبع کا یہ حال کہ اس قول مشہور کے موافق المزل فی الکلام کالملح فی الطعام کوئی سخن لطیفے سے خالی نہ ہوتا اس مقام میں خامۂ خام رقم ایک حکایت طرفہ اور ایک نقل غریب لکھتا ہے کہ ایک شخص کی زوجہ نے بیس برس پہلے اس واقعہ سے انتقال کیا تھا اور اس ناہنجار سے کسی منجم ظریف طبع نے یہ کہا تھا کہ بعد ایک مدت ایک شخص سے تجھ کو ملاقات ہوگی اور اس کی شکل وشمائل بھی بیان کردی اور کہا وہ شخص تیری جورو کشور عدم سے پھر دارالملک وجود میں لے آئیگا حسب اتفاق اس نے حافظ موصوف (امام بخش زار) کو ایک جلسہ کی تقریب سے دیکھا اور وہ صفات اپنے وہم کے موافق اس بزرگوار میں

فراہم پائیں پانوں پر گرا اور مدعا بیان کیا اس بزرگوار نے اول تو انکار محض کیا اور کہا کہ ظالم ایسی حرکات سے توبہ کر اور اس عقیدۂ فاسد کو دل سے نکال کہ یہ امر سوائے رب قدیر کے کسی کی حیّز قدرت میں نہیں اوسکو اس منجم کا قول ایسا خیال میں جما ہوا تھا کہ اس کلام کو عذر لنگ سمجھا اور ہرگز نہ مانا اس وقت بعض آشناؤں کے اشارے اور اپنی ظرافت طبع کے اقتضا سے کہا کہ یہ کام دیوالی کی شب کے سوا اور ایام میں ممکن نہیں کہ سرانجام ہو وہ شخص ہر ایک دیوالی کی شب اپنے مدعا کے واسطے حاضر ہوتا اور یہ شریف سخن اسکو لطائف الحیل سے اس طرح ٹال دیتا کہ اس کا الزام بھی اسی کے ذمے ہوتا یہ مخمصہ بارہ برس تک یوہیں چلا کیا اور اس کو وہم تک نہ گذرا کہ یہ عذر واقعی ہے یا نتیجہ ظرافت''

حافظ امام بخش شاعر بھی تھے زار تخلص تھا اگرچہ ان کا کلام بہت کم ہے لیکن انتخاب ہے۔ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ میں انتقال ہوا نمونہ کلام درج ذیل ہے:

دکھلاؤں چارہ گر جو زخم جگر تو وہ
رو رو کے یوں کہے ہے کہ اسکا نہیں علاج

زاریوں دیتا ہوں تسکین اس دل غمناک کو
اب کوئی لاتا ہے اس نا آشنا بیباک کو

آشنا ہوتی ہے اس لب سے جو دشنام تو ہم
دل میں کہتے ہیں کہ دشنام ہمیں کیوں نہ ہوئے

نہ تو آنکھوں میں خواب آتی ہے
اور نہ کچھ دل میں تاب آتی ہے(۱)

---

(۱) مرزا قادر بخش صابر: گلستان سخنا ص ۲۵۵ تا ۲۵۸۔ عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، ص ۱۹۹۔ خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء ۱۴۶۔

Marfat.com

جمیل الدین جمیلؔ

جمیل الدین جمیلؔ شیخ حفیظ الدین تھانیسری کے فرزند اردو کے مزاحیہ شاعر تھے، طبیعت میں شوخی تھی مرزا قادر بخش صابر نے جب ۱۲۷۱ھ میں اپنا تذکرۂ شعراء ''گلستان سخن'' لکھا اسوقت یہ نوجوان تھے، وہ لکھتے ہیں:

''ہر چند عمر اسکی ہنوز بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہیں ہوئی لیکن ذہن کی تیزی برق سے اور طبیعت کی شوخی شعلۂ جوالہ سے زیادہ ہے از بسکہ حداثت سن کا اقتضا غالب ہے اشعار میں مضامین خندہ انگیز تمسخر آمیز بیشتر باندھتا ہے:

نمونۂ کلام:

رواں جو سوئے فلک آہ کا دھواں ہوتا — تو ایک جہاز دخانی یہ آسماں ہوتا
چڑہا ہی لیتا اڑنگے یہ اس ستمگر کو — جو آج کو میں زبردست پہلواں ہوتا

تو نے دیکھیں ہیں غیر کی آنکھیں — تیری نظروں میں کب سمائنگے ہم

تیرے کوچے میں میں آنے نہیں دیتا ہوں غیروں کو — بنا میں ھیکوی سے اپنا چوکیدار پھرتا ہوں
تیرے غم نے مجھے بخشا ہے اب سامان عشرت کا — کہ شکل اپنی بنائے مثل موسیقار پھرتا ہوں
کہا میں نے کہ اک دن تو ذرا چہرہ دکھا دیجے — اسی کے واسطے اتنا ذلیل و خوار پھرتا ہوں
تو ہنس ہنس کر لگا کہنے کہ یوسف تو نہیں چندہ میں — کہ ہر اک کو دکھاتا جلوۂ دیدار پھرتا ہوں

جنوں ہوئے جمیل اسکو چپت جاتے ہیں ہم بھی — ہر چند کہ وہ شوخ بڑی زود غضب ہے
بختی مرے چھوڑے سے پڑی راہ غضب ہے — اور اس پہ تری فکل تیرا انصاف غضب ہے
اوپہ عاشق ہوں پر نہیں یہ خبر — شکل گوری ہے یا کہ کالی ہے

Marfat.com

سیم کی طرح دل گداز میں ہے میرا سینہ ہے یا کٹھالی ہے
کھو دتی ہے ہر ایک کا سینہ تیری مژگاں ہے یا کدالی ہے
آنکھ پوچھے تو دے جواب وہ لب اک جوابی ہے اک سوالی ہے
زلف سلجھی رہے تو ہے وہ گھاس اور الجھی رہے تو جالی ہے
اوسکے ابرو سے ہمکو فیض نہیں ماہ نو ہے پہ ماہ خالی ہے
ہم غریبوں کا بستر اکیسا اک پرانی پھٹی نہالی ہے
لب لعل اوسکا ہے مسی آلود اور کچھ پان کی سی لالی ہے
لال تو ہے پہ ہے یہ صم' بکم چٹکی سرمہ کی اس نے کھالی ہے
مت برا مانیو جمیل اوسکا
اوسکی گالی نہیں سہالی ہے

عبدالکریم سوز

مولوی عبدالکریم مولوی امام بخش صہبائی کے چھوٹے بیٹے تھے وہ دہلی میں پیدا ہوئے ان کا آبائی وطن تھانیسر ہے۔ کتب درسیہ فارسی کی تحصیل اپنے والد سے اور علوم عربیہ دہلی کالج میں مختلف اساتذہ سے حاصل کئے۔ صرف ونحو معانی بیان و بدیع کو نہایت تحقیق سے پڑھا ۱۲۷۱ھ میں وہ منطق اور طب کی تحصیل میں مشغول تھے، دہلی کالج کے

---

(۱) مرزا قادر بخش صابر: گلستان سخن ص ۱۸۸
عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، ص ۱۱۔
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء ۲۶۴۔

Marfat.com

طلباء کو اپنے والد کا بوجھ کم کرنے کے لئے پڑھاتے بھی تھے مرزا قادر بخش صابر نے ۱۲۷۱ھ میں جب اپنا تذکرۂ شعرا ''گلستان سخن'' لکھا اسوقت ان کی عمر انیس بیس برس تھی، وہ اگرچہ صہبائی کے فرزند اصغر ہیں لیکن فی الحقیقت اپنے والد کے علوم کے وارث اور حقیقی جانشین تھے افسوس کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں وہ اپنے والد کے ساتھ کٹڑہ مہر پرور کی لال مسجد میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ انگریزی فوج کے چند جوانوں نے سب نمازیوں کو گھیرے میں لے لیا اور امام صاحب کے صافے سے مشکیں کس لیں اور جمنا کے کنارے پر بلا کسی جرم و مقدمہ کے گولیوں سے بھون دیا گیا سب لاشیں دریا برد ہوئیں ان شہداء میں امام بخش صہبائی ان کے فرزند مولوی عبدلکریم سوز اور اسی کنبے کے اکیس افراد شامل تھے۔ تاریخ گوئی اور علم عروض و قوانی میں سوز اپنے والد ماجد کے فیض یافتہ اور ان کے صحیح جانشیں ہوتے غزل، تخمیس اور قصیدہ میں ان کا ایک اپنا رنگ ہے جسمیں جدت معنی، سادگی اسلوب اور تازگی تشبیہہ کے ساتھ ساتھ روانی طرز اور بے تکلفی تراکیب کا رنگ جھلکتا ہے۔ مرزا قادر بخش صابر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ مشاعرے سے پہلے ان سے غزلیں لکھوا کر اپنی بنا کر پیش کر دیتے تھے ان کی خیال میں یہ ان کے متاع سخن کی زکوٰۃ ہوتی تھی، سوز تخلص تھا نمونہ کلام درج ذیل ہے:

مرزا قادر بخش صابر کے تذکرۂ شعراء گلستان سخن پر انہوں نے درج ذیل قطعہ کہا:

از کلک صابر این در شہوار برتری در سلک انتظام بصد زیب سفتہ شد
سوز حزین چو کرد تامل بجیب فکر معیار فطرت و ہنر ش سال گفتہ شد

۱۲۷۱ھ

Marfat.com

ایضاً درسمت

یہ وہ ہے تذکرہ جسکو پڑھے گر باغ عالم میں   تو ہر دم نغمۂ مستانہ گائے بلبل معنی
نتیجہ میرزا صابر کی ہے طبع ہمایوں کا   کہ جنکی فکر روشن سے ہوا روشن دل معنی
جو پوچھا سوز اوس سے کہ ہے تاریخ کیا اسکی   کہا ہاتف نے سنکر ہے فروغ مشعل معنی

سم ۱۹۱۱

ایضاً درفصلی

صابر انداخت رنگ تذکرۂ   کہ ازو بہتری نیاری گفت
جو ہرے کو کہ قدر اور داند   کہ بدست قلم چہ دُر ہاسفت
قیمتی گوہرے کہ درجنبش   درجان را کسے نگیرد مفت
چمنے کو کہ درخیابانش   بچنیں رنگ و بو گلے نشگف
منصفے کو کہ بیند و گوید   کہ چسان بحر را بکوزہ نہفت
سوز دل خستہ درسن فصلی   سال او ثمرۃ الفواد بگفت

۱۲۶۲ھ

سوز کے چند غزلیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ہوتے ہی ہوگا اثر اس نالۂ شبگیر کا   راہ پر آنا کوئی آساں ہے چرخ پیر کا
جان کو راہ فنا میں ہو گیا چلنا محال   بسکہ ہر ہر گام ہے کشتہ تری شمشیر کا
میرے دل میں حسرتیں کارواں درکارواں   گم نہو جاوے کہیں پیکاں تمہارے تیر کا
سوز یا رونے تو چاہا تھا کہ وہ تجھ سے ملے   پر نہ وہ آئے تو یہ لکھا تری تقدیر کا
کوئی افسانۂ غم دل کے برابر نہوا   لکھے سو حرف پر ایک حرف مکرر نہوا
تربیت کے بھی لئے اہل ہیں درکار کہ یاں   اشک قطرہ ہی رہا اور کبھی گوہر نہوا
ہم تو ہر رنگ میں پہچانتے ہیں تجھکو ولے   کم نگا ہوں سے ترا پردہ یہ بہتر نہوا
ازدواسطے ناقص کے ہے کسیر کمال   قطرہ آیا نہ صدف میں تو وہ گوہر نہوا
دور سے توڑے ہے مژگاں تری سو تو وہ دل   شکر صد شکر کہ نوک میں ترے پر نہوا

Marfat.com

یہ دل کے جانیکا ماتم مگر ہے جانِ حزیں   اک شور ہے سینے میں ہر زماں ہوتا
چمن سے جاتی ہے اس طرح بہار اور ہائے   کسی طرح نہیں صیاد مہرباں ہوتا
ھم اور بیٹھے پریشانیاں یہاں کھینچیں   تم اور بیٹھے بنایا کرو سنگار اپنا
تو مرنجائے کہیں سوزِ غم میں رک رک کر   ذرا تو حال کہا کر کسی سے یار اپنا

فکر میں تھے انتہائے عشق کی مدت سے ھم   بارے یہ عقدہ ہمیں آ کر تہ خنجر کھلا
صبا رقیب سے رکھتی تھی راہ کچھ ورنہ   جزا کا کام نہ موقوف حشر پر ہوتا
خدا ہی جانے کہ کیا سوز دل پہ آن بنی   کہ آج صدمے پہ صدمہ ہے جان پر ہوتا

عالم کو چین دیتی نہیں شوخیاں تری   اور اضطراب میرے دلِ بے قرار کا
ساقی ہوا نہ موسمِ گل میں تو مہرباں   اور اب جو مہرباں ہے تو موسم ہے خار کا
مرے جنون سے اور ترے حسنِ شوخ سے   اب کے کچھ اور رنگ ہے ظالم بہار کا
دھوکے میں غیر کے مجھے ساقی نے دی شراب   مجکو ہوا گمان کہ ہے کچھ ڈھنگ پیار کا

ظالم تری تشنوں کا گلو تر نہیں ہوتا   جب تک کہ رواں حلق پہ خنجر نہیں ہوتا

کچھ ترا شہرہ ہوا کچھ میری رسوائی   رفتہ رفتہ یوں ہیں ظاہر راز پنہاں ہو گیا
عشق میں ہو ہی چلے تھے ہم تو بے ساماں مگر   حسرتیں بڑھ بڑھ کے پھر پھر جمع ساماں ہو گیا
کھل گیا سب رند کم ظرفی سے دم میں جوں حباب   میں تو اتنا ضبط بھی کر کے پشیماں ہو گیا

میں برا بول جو بولا تھا شبِ وصلت میں   سو وہ آگے مرے ہنگامِ سحر آ ہی گیا
نہ وہ تم ہو نہ وہ ہم ہیں نہ وہ باتیں پہلی   تفرقہ تھا جو مقدر میں نظر آ ہی گیا

Marfat.com

ابھی دل میں ابھی آنکھوں میں ابھی دامن پر رشک میں بھی تری شوخی کا اثر آ ہی گیا
دل جو ہیں کعبہ سے او چٹا تو لگا یا نہ گیا کر کے بتخانہ کا تا چار سفر آ ہی گیا
اب کوئی سوز سے نبھنے کی نکا لو صورت خیر تقصیر ہوئی اب تو ادھر آ ہی گیا

انقلاب دہر کو کبتک کوئی روئے کہ یاں کیا سے کیا کچھ ہو گیا اور کیا سے کیا ہو جائے گا
آہ میں ہر چند اثر ہو نا تو ہے دشوار لیک ایسی مایوسی میں کچھ تو آسرا ہو جائیگا
سوز کو بیگانہ پر بزم میں رہنے تو دے رفتہ رفتہ یہ بھی ظالم آشنا ہو جائیگا

وائے قسمت کہ خزاں میں رہے گلزار کے پاس اور بہار آئی تو صیاد جفا کار کے پاس
پاس آنے میں نہ کشتوں کے لگے دیر کہیں لے لیا موت نے گھر ہی تری دیوار کے پاس
ناتوانی سے جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے کچھ نہیں یہ ہے کہ بیٹھیں مری دیوار کے پاس
ناتواں گو ہیں پہ بیتابی دل یہ ہے تو بس ایک دن آ ہی رہینگے تری دیوار کے پاس
اللہ اللہ تری صیاد تغافل کیشی کہ جو بھولے سے بھی آوے نہ گرفتار کے پاس
ہائے رے جذبۂ صیاد کہ بھاگے بھی جو صید پھر پھر آن رہے ہے اوسی خونخوار کے پاس
سوز خستہ ہی نہو جلد خبر لے ظالم اک جواں سا ہے تڑپتا تری دیوار کے پاس

اے سوز ابتدا ہی میں بگڑا ہوا ہے حال آگے کو رنگ دیکھئے کیا کیا دکھائے دل

لگ چلنے کو دامن سے کسی کے دامن سے تو بلا ہیں گو دیکھنے کو ظاہر مشت غبار ہیں ہم
بد عہدیوں کی تری کیا کیجئے شکایت جب آپ ہی جہاں میں ناپائیدار ہیں ہم

جتنا جتنا روکا انکو وے اتنے ہی وے بپھرے اور طفل تو ہیں یہ اشک ابھی پر اتنی شرارت رکھتے ہیں
یہ تو یقین تم ہم میں ہی ہو پر یہ نہیں کھلتا کسجا ہو دل میں تمنا سینہ میں ارماں جانمیں حسرت رکھتے ہیں

Marfat.com

یوں ہی آئی عمر اور یوں ہی گئی ہم خدا جانے رہے کس دھیان میں
سوز تھا آخر کو پھر ناکردہ کار ظلم سے گھبرا گیا اک آن میں

کثرت حجاب کی ہمیں مانع ہے ورنہ وہ کونسی جگہ ہے کہ تو جلوہ گر نہیں
اوس پہ اوس دہن کے کہ جسکا نہیں سراغ ہلتی تری زبان بت بیدادگر نہیں
ارمان ہے کون سا کہ سویدائے دل نہو امید کونسی ہے جو داغ جگر نہیں

ایک مژگاں کے تصور سے ترے اے کافر خار سے خار تھے سینے میں کہ کھٹکے لاکھوں
سیکڑوں ہیں تری اس سادہ مزاجی پہ نثار اور قربان ہیں ظالم تری ہٹکے لاکھوں
مجکو ہر کھٹکے پہ گذرا ترے آنے کا خیال اور شب وعدہ میں ہوتے رہے کھٹکے لاکھوں
جان سینے میں نظر آنکھوں میں دم ہونٹوں پر اک نہ آنے سے ترے کام ہیں اٹکے لاکھوں

الفت میں تری ہائے میں اس طرح سے اوجڑوں اور خانۂ اغیار ہو آباد غضب ہے
منے نہ کبھی چین سے کی سیر گلستاں جب فصل بہار آئی تو صیاد غضب ہے
سن سنکے دماغ اپنا تو ہوتا ہے پریشاں اے سوز تری زاری و فریاد غضب ہے
چرخ کو آبادی دام و قفس منظور ہے ایک اوجڑا تھا کہ بنتا آشیانہ اور ہے

کھچ گیا شاید تغافل کچھ ترا مانی سے جو کھچتے کھچتے یہ تری تصویر آدھی رہ گئی
رحم بھی آیا تو کب آیا تجھے قاتل کہ یاں حلق میں کٹ کر رگ نخچیر آدھی رہ گئی
اوسکے حلقوں میں ہے ضعف پائے سرمہ کا اثر جو صدائے نالۂ زنجیر آدھی رہ گئی
ہم نے کچھ ہمت تو کی تھی پر کریں کیا لب تلک آتے آتے آہ کی تاثیر آدھی رہ گئی
آج یاں رسوا ہوا کل واں خرابی میں پڑا یوں ہیں کھٹ کھٹ کر مری توقیر آدھی رہ گئی
اللہ اللہ شوخیاں تیری کہ تیرے ناز کی لوح دل پر جب بنی تصویر آدھی رہ گئی

Marfat.com

اوسنے چشم قہر سے بھی ہم کو رکھا بے نصیب ہم یہ سمجھے جرم کی تعزیر آدھی رہ گئی
سوز اوسکو دیکھکر حیرت زدہ سارہ گیا کہتے کہتے زیر لب تقریر آدھی رہ گئی

تو بھی دے چاہے جس انداز سے آزار مجھے میں بھی دیکھوں کہ ترے ساتھ ہے کیا پیرا مجھے
جی نے چاہا تو گیا بیٹھ کسی کو چہ میں اور نہ چاہا تو ہے پھرنے سے سروکار مجھے
اوسکو ہے شوق ستم مجکو ستم کی خواہش میں ستم گار کو درکار ستمگار مجھے
اور وہ کونسا عقدہ ہے کہ آسان ہو گیا ایک ملنا تھا تمہارا سو ہے دشوار مجھے
سوز ہے کچھ تو تمنا کہ پڑے پھرتے ہو کیوں یہ کہتے ہو نہیں اوس سے سروکار مجھے

ہیں تو چمن کے اندر پر جور باغباں سے آوارہ پھر رہے ہیں گم کردہ آشیاں سے
حیرت نے ہمکو غنچہ تصویر کا بنایا اس پر بھی ڈر رہے ہیں بیدادی خزاں سے
صیاد پھینک دیوے یا برق پھونک دیوے اب ہاتھ اوٹھالیا ہے ہم نے بھی آشیاں سے
دیکھا عجب تماشا طرفہ کیا نظارہ گذار جو صبح گاہاں میں صحن گلستاں سے
یعنی کہ ایک بلبل بیٹی تھی شاخ گل پر رنگ چمن دوبالا تھا اوسکی داستاں سے
جو سوز سوز درد دل اشعار میر بر لب گویا خبر وہ دیتی تھی سوزش نہاں سے
اوس کے سخن میں ہمدم کیا کچھ بھری تھی گرمی گویا کہ آتش دل تھی شعلہ زن زباں سے
گہہ نالہ وفغاں سے عالم کو پھونک دینا گہہ دل ہی دل میں جلنا آہ شرر فشاں سے
گہ فصل گل سے شاداں کوتاہ بینیوں سے گہ پیش بینیوں سے غمگین تھی خزاں سے
اوسکو سمجھ کے اپنا ہمدرد وہم مصیبت پوچھا یہ میں نے اوس سے تو کہہ تو کچھ زباں سے
کیا حال ہے کہ تیرے وہ زمزمے نہیں ہیں اندوہ کیفیاں ہیں ظاہر تری فغاں سے
کہنے لگی کہ جو جو میری حقیقتیں ہیں سو گفتنی نہیں ہیں کیا فائدہ بیاں سے
لیکن نہیں مناسب بالکل بھی چپکے رہنا اب راز دل چھپاوں اور تجھ سے رازداں سے
میری یہ ہے حقیقت میرا یہ ماجرا ہے یعنی کہ خستہ دل ہوں اور تنگ اپنی جاں سے

Marfat.com

نے بیٹھنے کی جا ہے نے رہنے کا ٹھکانا آزردہ ہوں زمیں سے آشفتہ ہوں زماں سے
ان کے تو جور سہتے اک عمر ہو گئی ہے صیاد سے گلہ ہے شکوہ نہ باغباں سے
ابتو اک اور تازہ آفت ہے سر پہ نازل یعنی بقول میر ے دل خستہ آسماں سے
جب کوندھتی ہے بجلی تب جانب گلستاں رکھتی ہے چھیڑ میرے خاشاکِ آشیاں سے
لالہ اوراس طرح سے چھاتی پہ داغ رکھے سب ڈھنگ اوڑا لئے ہیں یہ سوز خستہ جاں سے

مخمس

پروانے ہی کی جان نہ کچھ شمع پر گئی کچھ شمع ہی جلا کے نہ جان و جگر گئی
میری ہی جان پر نہ یہ آفت گذر گئی تو ہی کچھ اپنے سر پر نہ یاں خاک کر گئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی

ہیں قمریاں سو سرو پہ دل کو فدا کریں اور سرو ہیں سو سب سے وہ آزاد ہی رہیں
اب آگے بلبلیں ہیں سو وہ گل پہ جان دیں دیوانہ کون گل ہے ترا جسکو باغ میں
زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی

بہکی ہی بہکی پھرتی ہے ہر شام ہر پگاہ نے چرخ پر گذار نہ دل میں کسیکے راہ
تو کر کے اسکی بیکسیوں پر ذرا نگاہ کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغاں لئے لخت جگر گئی

ہر جا پہ لڑ ہی جاتی ہے کیا ماجرا کہوں جب یہ ہوں اس کے ڈھنگ تو کیونکر بھلا کہوں
کہتا نہیں میں دل کو کہ کیونکر برا کہوں خانہ خراب دل تو ہے لیکن میں کیا کہوں
جیسی بلائے جان ہے یہ آنکھ گھر گئی

اول تو دیکھتا ہی نہ تھا گہہ ادب سے میں اپنی نظر کو روکے ہی رہتا تھا سب سے میں
بالفرض اب جو آگے کسی کے سبب سے میں انظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جب سے میں
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

منظور گر تلافی مافات ہو تو خیر کچھ دردا پنا روئیں بھی پھیلا کے خوب پیر
اور گر بھرے ہیں دل میں ترے وہی اکلے پیر مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر

Marfat.com

اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

جوں سوز اوسکو کچھ نہ دیا روزگار نے اور کچھ دیا تو رنج دیا بدشعار نے
جب دیدیا جواب شکیب و قرار نے سودا فغاں کو خط یہ لکھا اوسکے یار نے
جس وقت اوس کے حال کی اوسکو خبر گئی

اور یہ سنا کہ صبر نہیں ہے اوسے ذرا سمجھا وہ یہ کہ راز نہو جائے برملا
ناچار اوس نے اوسکی تسلی کو یہ لکھا سن اے فغان جہان میں عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسی روش اوسکی گذر گئی

عاشق ستم اوٹھاتے ہی آئے ہیں بیشتر معشوق ظلم کرتے ہی آئے ہیں سر بسر
تو اپنے آپ سوچکر انصاف دل میں کر شیریں نے جو رکب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنون پہ کیا جفا ہے کہ لیلی نہ کر گئی

نالوں کا قمریوں کے رہا غل چمن کے بیچ کھائے دل وجگر پہ نہ کیا گل چمن کے بیچ
اور آگے کیجئے جو تامل چمن کے بیچ کل ہی بڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اوس کے حال پہ گل کی نظر گئی

دل عاشقوں کے شب کو یہانتک گلے کہ صبح آنکھوں سے کوئی نالے سے نالے چلے کہ صبح
خاکستران لیکے صبا دوش پر گئی

اون کے ستم اوٹھانے کو ہیں جانتے سبھی ان کی ستم گری سے بھی واقف ہے ہر کوئی
آتی قدیم سے بھی یہی رسم ہے چلی کچھ تازہ میں کیا ہے کہ بدنامی کو مری
آواز آہ و نالہ تری گھر بکھر گئی

سوزش سے تیرے نام کو باقی نہیں تری پھرتی ہے تیری آہ سے بجلی ڈری ڈری
شور و فغاں سے چرخ بھی بھولا ستمگری حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروئے ابر تر گئی

تو نے بہا کے دل کا لہو چشم تر کی سرخ دامن پہ تیرے بوندیں ہیں خون جگر کی سرخ
پائے فگار سے یہ زمین سر بسر کی سرخ لوہو سے تیرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ

Marfat.com

آنکھوں سے موج خون تری بیرون در گئی

عاشق ہے لائے جس کا جگر تاب درد ہجر   رکھے ہمیشہ مد نظر تاب درد ہجر
جاں کو گنوا لائے مگر تاب درد ہجر   دل کو ترے نہیں ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے تو مری جان کر گئی

اور ایسا ایسا اور لکھا نکلے جس سے بیر   جس میں کہ شر ہی شر ہو نہو کچھ بھی بوئے خیر
جیسے کلام غیر سے کرتا ہے کوئی غیر   القصہ خط کو پڑھ کے یہ اوس نے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی مہر نجانوں کدھر گئی

کیا جانیے کہ تیرے ہی خاطر کو کیا ہوا   دل میں نہ تیرے رحم نہ کچھ عادت وفا
شیریں نے کوہکن پہ ستم گر کیا کیا   شیریں کی ایک میں نہ کہوں ورنہ بارہا
لیلی جدھر تھی وادی مجنوں ادھر گئی

آخر پھری ہے اوسکے تجسس میں جابجا   جو یا ہو جیسے معنی از یادرفتہ کا
معنی کی طرح جان کے اک حرف مدعا   یاں تک تو گھٹ میں لیلی کے مجنوں سما گیا
اس اتحاد سے اونھیں باہم بسر گئی

واں رنگ اوڑ گیا رخ گلگوں سے وقت فصد   طاقت یہاں گئی دل محزوں سے وقت فصد
رنگین دہاں تو ہاتھ ہوا خوں سے وقت فصد   جاری ہوا ہے خون رگ مجنوں سے وقت فصد
لیلی کی پوست مال اگر نیشتر گئی

تیرے ہی عہد میں ہے کہ عاشق تو ہو ہلاک   معشوق اوس کے سوگ میں ہووے نہ دردناک
مرجاؤں جب بھی تجکو تو ہووے نہ رنج خاک   ظالم کروڑ گل کا گریباں ہوا ہے چاک
ایک عندلیب گر اجل اپنی سے مر گئی

عاشق کو اپنے آپ جلاتی ہے ہو کہ شمع   روشن ہے اوسپہ ظلم یہ کرتی ہے جو کہ شمع
پر اپنے سوز دل سے ہے آگاہ جو کہ شمع   پروانہ کون سا نہ جلا شام ہو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

اب کب تلک یہ روؤں ترے آگے ماجرا   بیٹھا ہوا کلام کو دوں میں طول تا بہ

Marfat.com

کب تک کہا کروں کہ یہ اچھا ہے یہ برا یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا
مجھسے جفائے ھجر کی طاقت اگر گئی

میں نے ہی خون دل سے یہ ہے چشم تر کی سرخ دامن پہ میرے بوندیں ہیں خون جگر کی سرخ
میں نے ہی اپنے پاسے زمیں سربسر کی سرخ میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ
میرے ہی موج خون کی بیرون در گئی

رویا تھا میں ہی میں نے ہی پھر پاک کرلیا تو نے تو ہاتھ آنکھ پہ میری نہیں رکھا
بھرا تو میرا بھرا اس سے تجکو کیا شکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین میرے لہو سے بھر گئی

محمد یعقوب نسیم

محمد یعقوب حافظ غلام احمد کے صاحبزاے خانوادہ تھانیسر کے چشم و چراغ تھے۔ شعروسخن سے دلچسپی تھی نسیم تخلص کرتے مولوی امام بخش صہبائی کے فرزند مولوی عبدالکریم سوز سے اصلاح لیتے۔ ۱۲۷۱ھ میں ان کی عمر تیرہ سال سے زیادہ نہ تھی، حکیم پیر بخش ان کے جد فاسد اور عبدالحکیم بسمل ماموں ہیں ان کا پورا خاندان علمی و ادبی سرگرمیوں کا سر چشمہ تھا۔

چرخ سے آفت کوئی آئی سو مجھی پر جو درد اوٹھا سو وہ مرے دل کے قریں تھا
عشاق پہ تونے جو کئے ہیں ستم ایجاد انصاف سے کہہ تو ہی کہ یہ ظلم کہیں تھا

چرخ رہتا ہے گردشوں میں سدا یہ بھی گویا غبار ہے اپنا
عشق کس طرح چھوڑ دوں ناصح یہ کوئی اختیار ہے اپنا
نہ اوٹھا و نسیم کو در سے جانیو خاکسار ہے اپنا

Marfat.com

ہو گئے ہم ولے ظالم دل میں تیرے غبار ہے ابتک
جاں بلب ہے نسیم دل خستہ پر ترا انتظار ہے ابتک

کوئی نبھتی ہے اس طرح کہ سدا اک نہ اک بات پر لڑائی

غلام احمد نکہت

غلام احمد نکہت خانوادہ تھانیسر کے چشم و چراغ تھے وہ دہلی میں پیدا ہوئے امام بخش صہبائی کے چچا زاد بھائی اور ۱۸۵۷ء سے قبل دہلی میں تھانیسری الاصل نامور حکیم پیر بخش کے داماد تھے۔ صہبائی سے تعلیم حاصل کی حافظ قرآن اور علوم رسمیہ و ادبیہ کے واقف شعر و سخن کے دلدادہ تھے فارسی و اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ نکہت تخلص ہے منتخب کلام بطور نمونہ پیش ہے:

رخصت آہی اگر بخشی من مہجور را — میکنم تعلیم افغانہا صدائے صور را
ظرف می باید کہ درمستی حریف من شوی — این مے پر زور از جامی برد منصور را
محتسب درخلوت اور دخت رز نابالغ است — گر مستی شیشہ مشکن دانہ انگور را
ہمچو بیماری کہ ہرگز کس نمی گردد برش — داشتی زانسان بہ تنہا نکہت رنجور را

بازیچہ بود کہ با طفال می دھند — درست جو رحیم بران جان سخت ما
سرگرم گریہ ایم وسیلاب دادہ است — این سیل ہمچو خس ہمہ سامان درخت ما

چہ باش گرفتد بردامن او خاکم ای گردوں — بدست باد دہ یک دم عنان اختیار من
مبارک گر سر پامالیم داری ولے ترسم — کہ می ماند بخاک تفتہ کفش مزار من
اگر از حسرت آغوش یکدم پردہ بردارم — چہ بوئے گل رسی از خویش و آئی در کنار من

Marfat.com

این راست قامتے ز کجا و تواز کجا ای سرو سر کشیدہ تو بالائے کیستی
رخ زرد و آہ سرد و جگر داغ بہرچیست نکہت بمن بگو کہ تو شیدائے کیستی

اردو کلام:

ہم صاحب احتیاط ہیں زاہد نکر تو منع کرتی نہیں ہے اپنے تو دامن کو تر شراب
بیداری اور خواب ہیں یاں جمع ایک جا رکھتی ہے تیرے آنکھوں میں کیا کیا اثر شراب

اچھا ہوا کہ آنکھوں سے خون ہو کے بہ گیا مدت سے ایک آفت جاں تھی بلائے دل
جھگڑا ہی مٹ چکا تھا فلک کا پہ ضعف سے لب تک مرے پہنچے نہ پائی صدائے دل
نکہت کے خود بخود کے اوجھنے سے ہے یقین آتے کسی طرف سے ہیں اپنا کٹائے دل

عبدالعزیز عزیز

مولوی عبدالعزیز عزیزؔ امام بخش صہبائی کے فرزند کلاں اردو کے شاعر و ادیب تھے ان کا آبائی وطن تھانیسر ہے۔ ابتدائی اور منتہی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی شعر و ادب سے خصوصی ماحول کی بنا پر شروع ہی سے دلچسپی تھی۔ ۱۲۷۱ھ میں وہ جوان تھے اور اس سے پہلے ہی تعلیم سے فراغت پا چکے تھے جبکہ ان کے برادر خورد مولوی عبدالکریم سوز ۱۲۷۱ھ میں دیگر علوم مروجہ سے فراغت کے بعد منطق و طب کی تحصیل میں مشغول تھے سوز اگرچہ عمر میں چھوٹے تھے لیکن اپنے برادر کلاں عزیز کی نسبت ان کا پایہ شعر و ادب میں بلند ہے عزیز کے بارے میں مرزا قادر بخش صابر لکھتے ہیں:

''اگر رنگینی معنی کا بیان کیجئے تو زبان برگ گل بن جاوے اور اگر صفائی الفاظ کو بغور دیکھئے، تو سیاہی مداد میں آب حیواں نظر آوے

Marfat.com

اگر سیاہی رقوم کا پردہ نہو تو فروغ معنی سے نگاہ ادراک خیرہ ہو جاوے غزل کے اشعار عاشقانہ غزل دشت محبت اور قصیدہ کے ابیات مدحیہ مسکن شان وشوکت شور معانی سے پیچ وخم حروف رشک دخان ہے دہان دوائر لبریز فغان'' غزلیہ اشعار کا انتخاب پیش ہے:

نے کام ہے مسجد سے نے دیر سے کچھ مطلب   ہمکو تو وہی کعبہ وہ شوخ جہان آیا

نہیں ہے رحم و مروت جو تجھ میں خیر نہو   ذرا خدا ہی کا کچھ تیرے دل میں ڈر ہوتا
تجھی کو غیروں کے ملنے سے کرتے ہیں بدنام   مرا تو کچھ نہیں اس بات میں ضرر ہوتا
خدا نخواستہ کیا اوس سے ہمکو تھا انکار   عزیز کعبہ اگر کوچۂ بتاں ہوتا

تم بھی تو ذرا اوس سے چلو مل لو کہ یا نسے   بیمار محبت کا ارادہ ہے سفر کا

ساقی جلے ہے بزم میں کس کا جگر کہ آج   ہر سو رواں ہے قافلہ بوے حباب کا
دیکھا تھا ہم نے آج عزیز جگر فگار   کچھ بدلا بدلا رنگ تھا خانہ خراب کا
خرام ناز مبارک تجھے ولے اے برق   خیال رکھیو ہمارے بھی آشیانے کا
میں نقش پا کی طرح ہوں فتادہ راہ میں اور   ارادہ رکھتے ہیں رہرو مرے مٹانے کا

میرے لب پر تو ذرا شکوہ بھی کچھ آیا نہ تھا   کیوں تو اپنے جور سے ظالم پشیماں ہو گیا

جب معنی وحدت ہوے ظاہر تو وہ جانا   یہ شیخ و برہمن کا جو جھگڑا تھا یونہیں تھا

یک قلم کیونکہ تمنا کو مٹا دوں ظالم   اک خدا تجھ سے کہیں دل بندہ نہوا

Marfat.com

تیری شوخی سے تو چھپتا نہ کبھی خون عزیز پر ہمارا ہی یہ تھا ضبط کہ چرچا نہوا

جوں شمع شغل تیرے سراپا نیاز کا جلنا جو سوز کا ہے تو رونا گداز کا
کج فہمیوں سے خلق کی دیکھا کہ کیا ہوا منصور کو حریف نہونا تھا راز کا
ہم عاصیوں کا بارگنہ سے جھکے ہائے سر اور خلق کو گمان ہے ہم پر نماز کا
اب کے کچھ اور ڈھنگ سے ہے دل کا اضطراب کیا جانئے شہید ہوا کس کے ناز کا
مغرور تھا ہی اور وہ مغرور ہو گیا اس میں گلہ نہیں مجھے آئینہ ساز کا
اوروں کے ساتھ لطف سے تھا صورت نیاز یاں بڑھ گیا دماغ تغافل سے ناز کا
کیا جائیں دیر سے کہ بس اب دل بھی لگ گیا پا کر بتوں میں طور کچھ اوس عشوہ ساز کا

کٹ کٹ کے خون آنکھوں سے آتا ہے بار بار خنجر رکھا ہے پہلو میں میرے بجائے دل

اختیار اب مرا وحشت کے ہے ہاتھ اے گلرو پھرتے پھرتے کبھی اس طرف بھی آجاتا ہوں
یاد کرتے ہو مجھے گرچہ مری طرح سے پر میں اسی بوجھ سے احساں کے دبا جاتا ہوں

وہ نہیں لطف وہ فساد ہی نہیں تو تو گویا کہ آشنا ہی نہیں
بت اگر مہربان نہیں تو نہوں کہیں بندہ کا کیا خدا ہی نہیں
اب جو دیکھو تو ہے یہ صاف وہ تیغ کہ کسی کا لہو پیا نہیں

آگئے کہنے میں اس دل کے کریں کیا ناصح ورنہ ہم بھی ہیں سمجھتے ترے سمجھانے کو
تھے نہ قابل کہ بلا واسطہ دیکھیں اوسکو بت بنائے ہیں یہ جلوہ ہمیں دکھلانیکو
ہمدرد اک ملا ہے عزیز خستہ ایسا نہو کہ وہ بھی جائے نکل کہیں کو

Marfat.com

تیری اس شوخی رفتار سے نکلی بارے خاک ہو کر جو تھی اک دل میں تمنا باقی
کچھ تو لذت ہے کہ ہے سودہ الماس پہ بھی اب تلک زخم کو کاوش کی تمنا باقی

اگر چہ پست ہیں اہل پہ ہمت سے نظر صدف کی طرح ابر پر نہیں رکھتے
رہا نکرنے میں صیاد ہے بہانہ طلب کہو نہ منہ سے اسیرو کہ پر نہیں رکھتے

پارسائی کو ہے سلام کہ ہم مغبچوں کی گلی میں آ بیٹھے
بے قراری کا کیا سبب ہے عزیز کہیں دل تو نہیں لگا بیٹھے

تاریخ گوئی میں بھی مولوی عبدالعزیز عزیزؔ کا پایہ بلند ہے وہ فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ مرزا قادر بخش صابر نے اپنا تذکرہ شعراء گلستان سخن ترتیب دیا تو انہوں نے تکمیل پر قطعات تاریخ کہے ایک فارسی میں ہے اور دوسرا اردو میں:

چو صابر بکلک گہر بار خویش رقم کردایں نامہ شاعری
عزیز جگر خستہ تاریخ گفت شدہ گرم ہنگامۂ شاعری

۱۲۷۱ھ

جو مرزا صابر جادو بیاں نے لکھا یہ تذکرہ بازیب و تزئیں
برنگ غنچہ اوسمیں نقطہ نقطہ بسان گل ہر اک حرف اوسمیں رنگین
نہ اوس کے لفظ کو پہونچے گلستان نہ نقش چین میں اس کے طرز و آئین
عزیز خستہ جاں سے سال اتمام کہی ہاتف نے کہ گفتار شیریں

اکرام الدین رندؔ

اکرام الدین رندؔ تھانیسری خانوادے کی اس شاخ سے تعلق رکھتے

Marfat.com

ہیں جو تھانیسر سے ترک وطن کر کے دہلی میں مقیم ہوگئی تھی۔ ان کے والد مولانا امام بخش صہبائی کے برادر نسبتی تھے۔ رند نے صہبائی کے فرزند گرامی مولوی عبدالکریم سوز سے اصلاح سخن لی۔ اور طب میں بھی کمال حاصل کیا۔

تری زلف بکھری بکھری جو نہ دیکھتے کبھی ہم
تو نہ ہوتے یوں پریشاں نہ یہ حال زار ہوتا
نہ وصال اس سے ہوتا نہ اٹھاتے رنج فرقت
جو شراب ہم نہ پیتے تو یہ کیوں خمار ہوتا

تو نے ہماری یاد کو خاطر سے اپنی ہائے
حرف غلط کی طرح سے ظالم مٹا دیا
ہم پر تو التفات نہ تھی لیک بزم میں
ساقی نے رند جان کے ساغر پلا دیا
تو نے جلا جلا کے ہمیں خاک کر دیا
اور خاک ہو گئے تو صبا نے اڑا دیا
لگتی چلی تھی فتنۂ محشر کی آنکھ پر
ٹھوکر لگا کے شوخی سے تمنے جلا دیا

آتے ہی فصل گل کے بجز شوق مے کشی
اے رند سوجھتا نہیں سود و زیاں مجھے
ناتوانی پہ بھی کوچہ میں ترے اے ظالم
شوق دیدار، اوڑائے لیے جاتا ہے مجھے

Marfat.com

دل میں آنا تیرے نہیں مشکل
ہو گئے جب غبار آ بیٹھے

گلہ نہیں ہے ہمیں کچھ ترے ستانے کا
ہے اب کے طور ہی بگڑا ہوا زمانے کا
وہ مر گئے تری صحبت کے یار کیا اے رند
جو آج کل نہیں چرچا شراب خانے کا

ترے مریض کی حالت بہتر ہے کیا کہیے
اور اوسکے حال سے تو بے خبر ہے کیا کہیے

رحمت علی رحمت

رحمت علی رحمت فارسی و اردو کے شاعر ہیں۔ وہ خانوادۂ تھانیسر سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا امام بخش صہبائی کے شاگرد و قرابت دار اور کئی کتابوں مصنف تھے ان کی تصانیف میں درج ذیل مشہور ہیں: (۱)

(۱) نالۂ بلبل (ناہر سنگھ راجہ بلب گڑھ کی تعریف میں)
(۲) انشائے حدیقۂ رحمت (مجموعۂ مکاتیب شوقیہ)
(۳) شکایت فلک (مثنوی)

اردو نمونۂ کلام:

اللہ ری نارسائی طالع کہ مثل صبا   پہنچے نہ خاک ہو کے بھی داماں یار تک
طعنے ابتک ہیں کہ رخ دکھلا دیا یہ قدر تمہیں   میں نے اک کہیں حالی تھی قرآن کی قسم

(۱) نساخ، سخن شعراء ص ۱۹۲، ۱۹۳
مرزا قادر بخش صابر، گلستان سخن

Marfat.com

رحمت یہ عمر اور ورع خبر ہے تجھے بٹا تو کیوں لگائے ہے عہد شباب کو
تیرا ہی کچھ یہ طور نرالا جہاں سے ہے ورنہ یہ رسم ہے کہ بشر سے بشر ملے
آرام ایک حرف تھا رونے سے مٹ گیا خانہ خراب خاک میں یہ چشم تر ملے
تخفیف درد سر کا تھ باعث قلب ورنہ نہ دیر اور نہ کچھ کعبہ دور تھا
آجانتے تھے سہ نسکوگے یہ آفتیں رحمت لگا نا دل کا تمہیں کیا ضرور تھا
ناصح کہا کیا کہ تو اب ترک کرشراب اورہم پیئے گئے ہیں یوں ہیں عمر بھرشراب
دیکھا ہے کس کا جلوۂ حیرت فزا کہ اب اشک آکے تھم رہے مژہ اشک بار پر
دل ہے بیتاب بہت شوخی جاناں کی قسم ہدف تیر ہے جاں کاوش مژگاں کی قسم
ہنستے تھے کل جو حال میرے سو آج میں روتا ہوں اونکے دیکھ کے حال خراب کو
اہل نظر ہیں جلوۂ یوسف میں محو آج ایک سیر ہو جو تو ابھی الٹے نقاب کو
ابر بہار کی سے مجھے چشم تر ملے جوں برق مضطرب مجھے یارب جگر ملے
گردش ہے اس کمینے کی عکس مراد پر کم مانگیں آسمان سے تو بیشتر ملے
مجھکو مخل نہ جان تو صحبت کا عندلیب کیا نقص نوحہ گر سے اگر نوحہ گر ملے
تمکو ہے اوسکا چارۂ وحشت بھی پرضرور یارو کہیں جو رحمت آشفتہ سر ملے

Marfat.com

کتابیات

۱۔ آب کوثر، شیخ محمد اکرام، ادبی دنیا، دہلی، ۱۹۹۲ء۔

۲۔ آثار الصنادید، سرسید احمد خان اردو اکادمی، دہلی۔

۳۔ ارمغان پاک، شیخ محمد اکرام، تہران، ۱۳۳۳۔

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ، پنجاب، لاہور۔

۵۔ ارشاد الطالبین، شیخ جلال الدین، تھانیسری، مسلم پریس، جھجر۔

۶۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، انتظام اللہ شہابی۔

۷۔ اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

۸۔ اقتباس الانوار: شیخ محمد اکرام براسوی۔

۹۔ انوار العاشقین، مشتاق احمد انبیٹھوی۔صوفی فاؤنڈیشن، لاہور۔

۱۰۔ پنجاب کے قدیم اردو شعراء، خورشید حسن یوسفی، مقتدرہ قومی زبان لاہور، ۱۹۹۲ء۔

۱۱۔ تاریخ پنجاب، سید محمد لطیف، لاہور، ۱۸۸۸ء۔

۱۲۔ تاریخ پنجاب، دیبی پرشاد، نول کشور، لکھنؤ ۱۸۵۰ء

۱۳۔ تاریخ فرشتہ (اردو) محمد قاسم فرشتہ، مکتبہ ملت دیوبند

۱۴۔ تاریخ فیروز شاہی (اردو) شمس سراج عفیف، نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، ۱۹۶۴ء

۱۵۔ تاریخ مسلمانان، پاکستان و بھارت، سید احمد ہاشمی فرید آبادی، لاہور۔

۱۶۔ تاریخ ملت (سلاطین ہند) جلد ۱۲، انتظام اللہ شہابی،

Marfat.com

ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۷ء
۱۷۔ تاریخ زوال ملت، اکبر شاہ خان نجیب آباد
۱۸۔ تحقیق اراضی الھند (عربی) شیخ جلال الدین تھانیسری۔
۱۹۔ تذکرہ علمائے ھند، رحمان علی (مرتبہ ومترجمہ محمد ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ سوسائٹی کراچی۔
۲۰۔ تذکرہ اولیائے پاک وہند، مرزا اختر گورگانی، دہلی۔
۲۱۔ تذکرہ شعرائے پنجاب (فارسی) عبدالرشید نہنگ، طہران
۲۲۔ تذکرۃ الانساب، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۲۳۔ تصوف برصغیر میں (مجموعۂ مقالات) خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۲۴۔ ثقافۃ الھند (عربی مجلّہ) جنوری ۱۹۶۲ء
۲۵۔ ثمرۃ الفواد، لطف اللہ انبالوی
۲۶۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، محمد ایوب قادری پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ، کراچی
۲۷۔ حدیقۃ الافراح، علامہ محمد بن احمد یمنی الشروانی، کلکتہ
۲۸۔ حدیقۃ الاولیاء، مفتی غلام سرور، صوفی فاؤنڈیشن، لاہور
۲۹۔ حضرات القدس (فارسی) بدرالدین سرھندی، محکمۂ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۷۲ء۔
۳۰۔ حضرت مجدد الف ثانی، سید زوار حسین شاہ، کراچی۔
۳۱۔ حیات جاوید، حالی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔
۳۲۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور، نول کشور لکھنؤ۔
۳۳۔ روز روشن، مولوی مظفر حسین، صبا، طہران، ۱۳۴۳۔

Marfat.com

۳۴۔ سخن شعراء، عبدالغفور نسّاخ، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
۳۵۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۸ء
۳۶۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات، اعجاز الحق قدوسی۔
۳۷۔ سیر الاقطاب، شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم
۳۸۔ سفینۃ الاولیاء، شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم
۳۹۔ سیر الاولیاء، امیر خورد (ترجمہ اردو اعجاز الحق قدوسی، لاہور ۱۹۸۰ء
۴۰۔ صحیفہ نور: پہلا شمارہ (مولانا محمد قاسم نانوتوی نمبر) مرتب نورالحسن راشد کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، ۲۰۰۰ رمضان المبارک۔
۴۱۔ طبقات شعرائے ھند، کریم الدین پانی پتی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۹ء
۴۲۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی، محمد میاں دیوبندی، ندوۃ المصنفین، دہلی۔
۴۳۔ فقہائے ھند، اسحٰق بھٹی، لاہور ۱۹۸۴ء
۴۴۔ فہرست عربی فارسی، ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، شوکت علی خان
۴۵۔ کالا پانی، مولوی محمد جعفر تھانیسری: دکن پبلشرز، حیدرآباد، ۱۹۴۸ء۔
۴۶۔ کتاب النجوم (قلمی) عبدالعزیز شمس تھانیسری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

Marfat.com

۴۷۔ کتاب تحقیق ماللھند، البیرونی، دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد۔ (عربی)
۴۸۔ کتاب الھند، البیرونی، انجمن ترقی اردو، ھند۔ (اردو)
۴۹۔ الکلمات الطیبات (مکتوبات)، مرزا مظہر جان جاناں
۵۰۔ گلستان سخن، مرزا قادر بخش صابر، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۹ء
۵۱۔ مراۃ التصوف، سید محمود حسن قیصر امروہوی۔
۵۲۔ مراۃ الاسرار (اردو) عبدالرحمٰن چشتی، صوفی فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۲ء
۵۳۔ مشرقی پنجاب کا عربی زبان وادب میں حصہ، محمد عامر صمدانی (مقالہ پی ایچ ڈی.) شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۲ء۔
۵۴۔ معجم المصنفین (عربی) حیدر حسن خان ٹونکی، دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد
۵۵۔ مکتوبات امام ربانی، شیخ احمد مجدد الف ثانی، حواشی نور احمد امرتسری، نور کمپنی، انارکلی، لاہور۔
۵۶۔ نزھۃ الخواطر، عبدالحئی رائے بریلوی، دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد۔ (عربی)
۵۷۔ نتائج الافکار، قدرت اللہ گوپاموی (فارسی)
۸۵۔ ھندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ابوالحسنات ندوی۔

59. Abdul Hai: India During Muslim Rule (Translated), Lucknow

60 S.C. Bhat: The encylopaedic District Gazetteers. Vol.: 3/4, Gyan Publishing House, Delhi.

61. W.W. Hunter: The Indian Musalmans, Indological Book House, Delhi, 1969.

Marfat.com